وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا (الحدیث)

خطباتِ دعوت

مجموعۂ بیانات

حضرت مولانا **احمد لاٹ صاحب** دامت برکاتہم

مادی آواز اور روحانی آواز

انسان کے اشرف وارزل ہونے معیار

نفع اور نقصان کی اصل بنیاد

امت کے مسائل اور اس کا حل

ماں کی گود پہلی درس گاہ

ترتیب

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب

پالنپوری (کاکوسی)

جلد اوّل

ناشر

مکتبہ ابن عباس (ممبئی)

Mobile : 9967300274 / 9323872161

وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا (الحديث)

خطبات دعوت

(جلد اوّل)

مجموعہ بیانات

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

ترتیب

مولانا حفظ الرحمٰن پالنپوری (کاکوسی)

خادم مکاتب قرآنیہ (بمبئی)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام : خطبات دعوت۔ جلد اوّل
(مجموعۂ بیانات حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب)

ترتیب : حضرت مولانا حفظ الرحمٰن پالنپوری (کاکوسی)
موبائل : 09323872161

کمپوزنگ : رحمانی گرافکس 9270708963

صفحات : ۲۵۹/صفحات

باہتمام : مولانا عثمان محسن اویسی
مہتمم مدرسہ جامعہ دارالعلوم بیاور 09414981783

پہلا ایڈیشن : اپریل ۲۰۰۸ء

تعداد : ۲۲۰۰

قیمت : Rs. 90/-

ناشر

جامعہ دارالعلوم بیاور میواڑی گیٹ
اجمیر (راجستھان) پن-305901۔ موبائل : 09414981783

اسٹاکسٹ

مکتبہ ملت دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی
موبائل : 01336225268

ملنے کے پتے

- کتب خانہ رحیمیہ پالنپور، دارالکتاب دیوبند، نورانی کتب خانہ چھاپی، (یوپی)
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، مکتبہ ابن کثیر بمبئی، ادارہ اسلامیات بمبئی (مہاراشٹر)
- فرید بک ڈپو، دہلی، مکتبہ تھانوی دیوبند، مکتبہ علمیہ سہارنپور (یوپی)
- عظیم بک ڈپو دیوبند، (یوپی)
- فردوس کتاب گھر، بمبئی (مہاراشٹر)
- کتب خانہ عزیزیہ، جامع مسجد، دہلی

فہرست

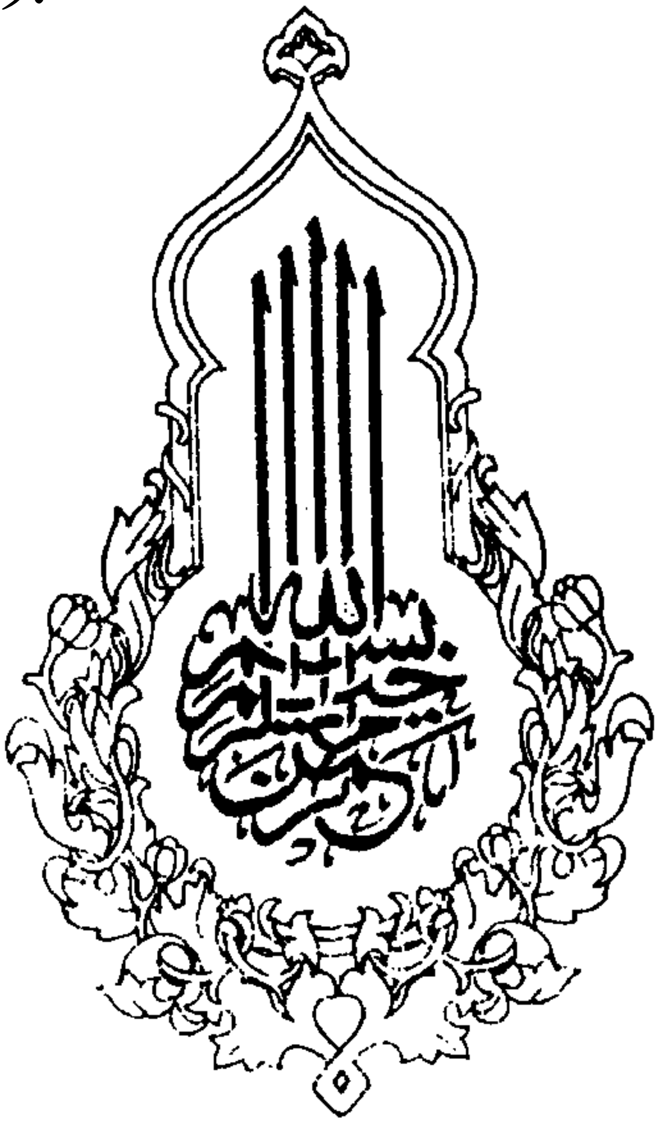

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰىٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰىٓ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰىٓ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰىٓ
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰىٓ
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰىٓ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

فہرست خطبات ایک نظر میں

مادی آواز اور روحانی آواز
(اجتماع بھوپال) صفحہ ۲۱/ سے صفحہ ۶۴/ تک

انسان کے اشرف و ارذل ہونے کا معیار
(اجتماع بھوپال) صفحہ ۶۵/ سے صفحہ ۱۱۸/ تک

نفع اور نقصان کی اصل بنیاد
(اجتماع عیدگاہ دہلی) صفحہ ۱۱۹/ سے صفحہ ۱۶۶/ تک

امت کے مسائل اور اس کا حل
(اجتماع عیدگاہ دہلی) صفحہ ۱۶۷/ سے صفحہ ۲۲۶/ تک

ماں کی گود پہلی درسگاہ
(لندن کی خواتین سے خطاب) صفحہ ۲۲۷/ سے صفحہ ۲۵۸/ تک

خطبات

☆ عرضِ حال ۱۶
☆ تعارفی کلمات ۱۸

بیان نمبر۱ : مادی آواز اور روحانی آواز

۱) دنیا میں جتنے انسان اتنی آوازیں ۲۳
۲) ہر انسان کا اپنی آواز پر دعوی ۲۴
۳) کیا انی اور کیا اعلی؟ ۲۵
۴) مادی آواز اور روحانی آواز کا فرق ۲۶
۵) سیدنا ابراہیمؑ کی آواز ۲۷
۶) ساری مخلوق اپنے وجود و بقا میں اللہ کی محتاج ہے ۲۸
۷) قیامت کے قریب دجال کی اپنی آواز ۲۹
۸) تمام نبیوں اور پیغمبروں کی مشترکہ آواز ۳۰
۹) انسان کا اپنی آواز پر دھوکہ ۳۱
۱۰) قرآن میں باغ والوں کا قصہ ۳۳
۱۱) اعلی اخلاق و کردار کا نمونہ ۳۴
۱۲) فرمانبردار و نافرمان اولاد کی سوچ ۳۶
۱۳) اللہ بڑی شان کا مالک ہے ۳۶

۱۴) ہماری اس پوری محنت کا خلاصہ ۳۷
۱۵) بنی اسرائیل پر مادی چیزوں اور شکلوں کا تاثر ۳۸
۱۶) اللہ کی عجیب وغریب قدرت ۳۸
۱۷) سوسونار کی ایک لوہار کی ۳۹
۱۸) یوسفؑ کے بھائیوں کی مکاریاں اور اللہ کی تدبیر ۴۰
۱۹) توبہ وندامت پر اچھا نعم البدل ۴۱
۲۰) تمام انسانوں کی مشترکہ ضرورت ۴۲
۲۱) ہمارے بڑوں کا تربیت کا نرالا انداز ۴۳
۲۲) قبر کی آواز اور اعلان ۴۵
۲۳) نمرود کی حکومت میں توحید کی آواز ۴۶
۲۴) اللہ جب خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو اسباب بھی بناتے ہیں ۴۷
۲۵) ایک شاہزادے کا عجیب وغریب واقعہ ۴۸
۲۶) آتش نمرود اور حضرت ابراہیمؑ کی سخت آزمائش ۴۹
۲۷) اللہ کے وعدے اور وعیدیں حق ہیں ۵۰
۲۸) دنیوی زندگی کا دھوکہ کیا ہے؟ ۵۱
۲۹) قارون پر دنیوی ثروت کا دھوکہ ۵۲
۳۰) سیدنا ابراہیمؑ پر دوسری کڑی آزمائش ۵۳
۳۱) سیدنا ابراہیمؑ پر تیسری کڑی آزمائش ۵۴
۳۲) صحیح محنت پر اثرات ظاہر ہوتے ہیں ۵۵

۳۳) اللہ کرے دعوت اس طرح رچ بس جائے ۵۶
۳۴) ماں کی عجیب وغریب تربیت ۵۷
۳۵) قربانیاں دینے سے قربانیاں کی ایک سطح بنتی ہے ۵۸
۳۶) مسئلہ صرف چلہ، چار مہینے کا نہیں بلکہ بڑی ذمہ داری نبھانے کا ہے ۵۹
۳۷) ایمان کی صورت اور ہے حقیقت اور ہے ۶۰
۳۸) ذمہ داری کے احساس پر عجیب مثال ۶۱
۳۹) علم وہدایت کے اعتبار سے تین طرح کے انسان ۶۲
۴۰) حقیقی ایمان کی علامت ۶۳

بیان نمبر۲ : انسان کے اشرف وارذل ہونے کا معیار

۱) انسان ساری مخلوق سے افضل واشرف ہے ۶۷
۲) انسان نہ مجبور ہے نہ مختار کل ۶۸
۳) انسان میں خیر وشر دونوں مادے ودیعت ہیں ۷۰
۴) انسان جوراہ اپناتا ہے اللہ آسان بنادیتے ہیں ۷۱
۵) دنیا اچھے برے اعمال کے بدلہ کی جگہ نہیں ہے ۷۲
۶) اچھے برے اعمال کے اثرات ۷۳
۷) پھولوں کی راہ میں خوشبوئیں ہیں ۷۴
۸) اللہ تعالیٰ کی سنت مستمرہ ۷۵
۹) حضرت آدم وحوا کے ساتھ شیطان کا مکروفریب ۷۶
۱۰) حضرت محمدؐ کا طریقہ عین خیر خواہی ہے ۷۷

۱۱) آدمی دھوکہ کہاں کھاتا ہے؟ ۷۸
۱۲) انسان پہلے نمبر کا جانور ۷۹
۱۳) انسان دوسرے نمبر کا جانور ۸۰
۱۴) انسان تیسرے نمبر کا جانور ۸۲
۱۵) انسان میں رکھی ہوئی زبردست استعداد ۸۳
۱۶) انسان اشرف بھی ہے اور ارذل بھی ۸۴
۱۷) گھوڑے کی عجیب صفات۔ پہلی صفت ۸۵
۱۸) گھوڑے کی دوسری اور تیسری صفت ۸۶
۱۹) گھوڑے کی صفات سے زبردست عبرت ۸۷
۲۰) اللہ کے راستے میں نکلنے کا مقصد ۸۸
۲۱) غلط زندگی کا انجام ۹۰
۲۲) جان و مال کے اختیارات کو صحیح اور غلط استعمال کرنے کے نتائج ۹۰
۲۳) آخری درجہ کا حرام ۹۲
۲۴) سود پر اللہ کا اعلان جنگ ۹۲
۲۵) قوم عاد کی ساری طاقتیں دھری رہ گئیں ۹۳
۲۶) شکر تین درجے ۹۵
۲۷) حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کا ارشاد کہ دعوت کا کام اس زمانے میں ایک ربانی لہر ہے ۹۶
۲۸) پوری امت بمنزلہ جسم کے اعضاء کے ہے ۹۷
۲۹) جان و مال کا سودا خدا کر چکا ہے ۹۸

۳۰) دنیا کی محبت نے اصلی مقصد سے غافل کر دیا ۱۰۰
۳۱) اعمال سے طبیعت کیوں گھبراتی ہے؟ ۱۰۱
۳۲) ابراہیم ابن مامون رشید کا واقعہ ۱۰۲
۳۳) اللہ والا مزدور مامون رشید کے دربار میں ۱۰۳
۳۴) مامون رشید کی طرف سے سوالات کی بھرمار ۱۰۴
۳۵) غریب مزدور کی زندگی نے شہزادے کے دل پر چوٹ ماری ۱۰۵
۳۶) ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ۱۰۷
۳۷) پورے اجتماع کا خلاصہ ۱۰۸
۳۸) آہ! امت کی بے حسی ۱۱۰
۳۹) امت کے ذمہ تین کام ۱۱۱
۴۰) فتح مکہ کا منظر دیکھ کر ہندہ ایمان پر مجبور ہوگئی ۱۱۲
۴۱) ہمارا احسان دعوت پر نہیں بلکہ دعوت کا احسان ہم پر ہے ۱۱۳
۴۲) امت کے پہلے دن کا سبق ۱۱۴
۴۳) دعوت کی محنت سے زندگیاں بدلتی ہیں ۱۱۵
۴۴) زندگی مثل برف کے پگھل رہی ہے ۱۱۶
۴۵) انسان کی سب سے پہلی نسبت ۱۱۷

بیان نمبر ۳ : نفع اور نقصان کی اصل بنیاد

۱) انسانی فطرت ۱۲۱
۲) انسان کی اپنی سوچ ۱۲۲

۳) نفع اور نقصان کی اصل بنیاد ۱۲۳
۴) انسان اللہ کا خلیفہ اور نبی کا نائب ہے ۱۲۳
۵) دعوت کی نقل وحرکت کا خلاصہ ۱۲۴
۶) نبی کی ذات بابرکات نمونہ ہیں ۱۲۶
۷) اللہ اپنی صفات میں بے مثال ہے ۱۲۷
۸) اللہ نے اپنا تعارف خود کروایا ۱۲۸
۹) حضورؐ بشیر ونذیر ہیں ۱۳۰
۱۰) اس امت کا مقصد وجود ۱۳۱
۱۱) جب دنیا کی عظمت دلوں میں اتر جائے گی ۱۳۲
۱۲) مقصد زندگی پیٹ بن جائے گا ۱۳۳
۱۳) دعوت کی محنت چھوٹنے سے بڑا بگاڑ آیا ہے ۱۳۴
۱۴) حضورؐ نے امت بنائی تھی، قوم نہیں بنائی تھی ۱۳۵
۱۵) امت کا ہر طبقہ دین کا داعی تھا ۱۳۶
۱۶) مسلمان کی زندگی میں نماز کا درجہ ۱۳۷
۱۷) کلمہ بنانے کا کیا مطلب؟ ۱۳۸
۱۸) حضرت عکرمہؓ حضورؐ کی مجلس میں ۱۳۹
۱۹) صحابہ پر جب ایمان کا نفع کھلا تو سب قربان کردیا ۱۴۰
۲۰) قرآن میں پچھلی قوموں کے واقعات ۱۴۲
۲۱) قوم نوح پر میجوریٹی کا غرور ۱۴۳

۲۲) خندق میں حضورؐ کی پیشن گوئی اور بے ایمانوں کا استہزا ۱۴۴

۲۳) راہ خدا میں صحابہ کے واقعات سامنے رکھو ۱۴۵

۲۴) بوڑھیا کے ہاتھوں کا کاتا ہوا سوت ۱۴۶

۲۵) مصر کے بازار میں ایک بڑی بی کا جذبہ ۱۴۷

۲۶) حضرت سفیان ثوری کی ایمانی کیفیت ۱۴۸

۲۷) ہمارا حال بنی اسرائیل جیسا ہے ۱۴۹

۲۸) آدمی ماحول سے کب متاثر نہیں ہوتا؟ ۱۵۰

۲۹) حضورؐ کی ایمان پر جامع دعائیں ۱۵۱

۳۰) دل کا ڈیکوریشن ۱۵۲

۳۱) دعوت کے کام میں نہ افراط ہے نہ تفریط ۱۵۳

۳۲) گھر والوں کی اور اولاد کی دینی فکر ۱۵۴

۳۳) مائیں کیا جہیز دیا کرتی تھیں؟ ۱۵۵

۳۴) بوڑھیا کی لڑکی سے امیر المومنین کے بیٹے عاصم کا نکاح ۱۵۷

۳۵) کیا ماؤں کی گودیں تھیں؟ ۱۵۷

۳۶) گنوا دی ہم نے وہ میراث ۱۵۸

۳۷) عفت مآب ماں کے پیٹ سے عمر ابن عبد العزیز ۱۵۹

۳۸) سارے بگاڑ کی بنیاد کیا ہے؟ ۱۶۰

۳۹) حضرت موسیٰؑ کا سمندری سفر ۱۶۰

۴۰) ہر طرف سے امت کی زبوں حالی کا شور ۱۶۲

۴۱) پریشانیوں کے دفعیہ کا علاج کیا؟ ۱۶۳
۴۲) امت اپنا مقصد بھول گئی ۱۶۴
۴۳) سچی پکی توبہ کرلیں ۱۶۵

بیان نمبر۴ : امت کے مسائل اور اس کا حل

۱) زندگی نہایت ہی قیمتی سرمایہ ۱۶۹
۲) عالمی سطح پر انسانوں کا سمجھا ہوا کامیابی کا معیار ۱۷۰
۳) زندگی دینے والا عجیب شان کا مالک ہے ۱۷۱
۴) کامیابی کا حقیقی نمونہ اور معیار ۱۷۳
۵) انسانی ہدایت اور فلاح و بہبود کے راز ۱۷۴
۶) انسانی زندگی کے پانچ اہم شعبے ۱۷۵
۷) شریعت میں معاشرت و معاملات کی حیثیت ۱۷۶
۸) اس امت کا مفلس کون؟ ۱۷۷
۹) شریعت مطہرہ کو حضورؐ نے چکی سے تشبیہ دی ۱۷۹
۱۰) شریعت مطہرہ کی تشبیہ سادہ پانی سے ۱۸۰
۱۱) پانی سے کسی جاندار کو استغناء نہیں ۱۸۱
۱۲) امت کے تمام مسائل کے حل کی راہ ۱۸۲
۱۳) چکی کا پورا دارومدار بیچ کی کھونٹی پر ہے ۱۸۳
۱۴) ایمان کا درجہ ۱۸۴
۱۵) ایمان کی پہلی بنیاد ۱۸۵

۱۶) عظمت وبڑائی کی عمدہ مثال ۱۸۷

۱۷) عمارت کا مدار اس کی بنیاد اور فاؤنڈیشن پر ہے ۱۸۸

۱۸) یقین بنتا ہے یقین کی محنت سے ۱۸۹

۱۹) انسان کا بھلا اور برا بننا اندر کے وجدان پر ہے ۱۹۰

۲۰) کلام نبوی کا اعجاز وجامعیت ۱۹۱

۲۱) انسانی زندگی کی گتھیوں کے سلجھنے کا راستہ ۱۹۲

۲۲) اوس وخزرج کے پرانی عداوتیں دوستیوں میں بدل گئیں ۱۹۳

۲۳) اللہ کتنے بڑے ہیں؟ ۱۹۴

۲۴) عزتوں کے خزانے اللہ کے پاس ہے ۱۹۶

۲۵) ایمان کے تقاضے اور فتنوں سے حفاظت ۱۹۷

۲۶) قرب قیامت میں ایک سنگین فتنہ ۱۹۸

۲۷) ایمان بنانے کی محنت کیا ہے؟ ۱۹۹

۲۸) اعتدال کی راہ نہ نفسانیت نہ رہبانیت ۲۰۱

۲۹) نبوت کی ذمہ داری، دعوت، تعلیم، تزکیہ ۲۰۲

۳۰) یقین دو طرح کا ہے ۲۰۴

۳۱) مغیبات کا یقین دعوت اور دعا سے بنتا ہے ۲۰۵

۳۲) منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی ۲۰۶

۳۳) حضورؐ نے تزکیہ کا حق بھی پورا پورا ادا کیا ۲۰۷

۳۴) غمی اور خوشی کی بنیادیں ۲۰۹

۳۵) بندہ اور امتی ہونے کے ناطے ذمہ داریاں ۲۱۰
۳۶) ذمہ داری پوری ہونے پر ہدایت کی لہر چلتی ہے ۲۱۲
۳۷) زمانہ جاہلیت کی عصبیتوں کو آپؐ نے مٹا دیا ۲۱۳
۳۸) تیئس سالہ عرصہ میں تیار شدہ قدسی صفات مجمع ۲۱۳
۳۹) دعوت کی محنت پر اخلاص کی لہریں ۲۱۴
۴۰) دعوت مخالف فضاؤں کو بدل دیتی ہے ۲۱۵
۴۱) ایمان کا سیکھنا اور بنانا کتنا ضروری ہے؟ ۲۱۶
۴۲) امت میں بگاڑ کے اسباب ۲۱۸
۴۳) امت کا پہلے دن کا پہلا سبق ۲۱۹
۴۴) اسلام کا پاکیزہ اور صاف ستھرا معاشرہ ۲۲۱
۴۵) ایمان کے الفاظ اور ہیں حقیقت اور ہیں ۲۲۱
۴۶) حضورؐ کی پاکیزہ تعلیمات ۲۲۳
۴۷) امت کے بگاڑ کے بنیادی سبب ۲۲۴
۴۸) توبہ اور آئندہ کے لئے عزم مصمم ۲۲۵

بیان نمبر ۵: ماں کی گود پہلی درسگاہ

۱) صفحات قرآن اور لمحات حیات ۲۲۹
۲) سراپا رحمت ذات ۲۳۰
۳) زندگی گذارنے کا سادہ اور آسان طریقہ ۲۳۱
۴) زندگی گذارنے کی دو حیثیت ۲۳۱

۵) بندے کا خدا کی ذات سے تعلق ۲۳۲

۶) زندگی گذارنے کی تین لائنیں ۲۳۳

۷) روح کے بننے کی جگہ دنیا ہے ۲۳۳

۸) علامات قیامت ۲۳۴

۹) عزت کا معیار تقوی ہے ۲۳۵

۱۰) شریعت میں چور کا ہاتھ کاٹنے کی علماء کے نزدیک توجیہہ ۲۳۶

۱۱) روح کے بننے کے اسباب ۲۳۶

۱۲) عورتوں میں ایک خاص بات ۲۳۷

۱۳) حضرت قطب الدین بختیار کا کی کا واقعہ ۲۳۸

۱۴) اس کے دینے کے راستے بہت ہیں ۲۳۹

۱۵) ماں کا تربیت کا نرالا انداز ۲۳۹

۱۶) عاشق سے ماں کا کلیجہ لانے کی شرط (واقعہ) ۲۴۰

۱۷) لالچ کا انجام۔ قارون کا واقعہ ۲۴۱

۱۸) کلیجہ کے اندر سے آواز آئی ۲۴۲

۱۹) بچہ کے ایمان کی حفاظت خدا نے کی ۲۴۳

۲۰) حضرت عبداللہ بن مبارک اور ایک سیب کا واقعہ ۲۴۴

۲۱) دو لقمے کھانے کی نورانیت مہینوں تک ۲۴۴

۲۲) حلال روزی کا کرشمہ۔ دو بچوں کی حیرت انگیز فراست ۲۴۵

۲۳) ماں کی گود پہلا مدرسہ ۲۴۶

(۲۴) نبی کی تسلی کا ذریعہ عورت بنتی ہے ۲۴۷

(۲۵) اندھی، لولی لنگڑی، بہری دلہن ۲۴۷

(۲۶) ایک چھینک پر ہزاروں دل حرکت میں آ گئے ۲۴۹

(۲۷) غیبت کی نحوست ۲۵۰

(۲۸) دنیا کی حقیقی آبادی ۲۵۱

(۲۹) ایک لڑکی نے پورے خاندان کی کایا پلٹ دی ۲۵۱

(۳۰) دل سے جو بات نکلتی ہے...... ۲۵۲

(۳۱) یورپ میں دین کی چہل پہل ۲۵۳

(۳۲) ہم اس ملک میں صرف مال کمانے نہیں آئے ہیں ۲۵۴

(۳۳) پرایوں کا غم بھی ضروری ۲۵۴

(۳۴) دنیا میں ہی انسان جنت الاٹ کرا سکتا ہے اور جہنم بھی ۲۵۵

(۳۵) گھروں میں چند بنیادی اعمال ۲۵۵

(۳۶) نور والی رات اور نورانی مہینہ سے کنکشن ۲۵۶

(۳۷) ہماری محنت لاکھوں لاکھوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گی ۲۵۷

عرض حال

بفحوائے حدیث ”**العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراولادرهما وانما ورثواا لعلم**“

کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے ، انبیاء وراثت میں علم چھوڑتے ہیں...... ہر دور میں اللہ تعالیٰ اپنے ایسے چنندہ افراد ’’علمائے کرام‘‘ کو میدانِ عمل میں لاتا رہا جو بحسن وخوبی نیابت نبوت کی ذمہ داری سنبھالتے رہے اور امت محمدیہ کی قیادت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

دعوت وتبلیغ ،تزکیہ وتصوف ،تدریس وتعلیم ، وعظ وارشاد، ہر شعبہ میں علمائے ربانیین مسلسل سرگرم عمل رہے اور باطل سے نبرد آزمائی کرتے ہوئے امت کے تحفظ کا سامان فراہم کرتے رہے۔

ماضی قریب میں اللہ تعالیٰ نے علمائے دیوبند کو کھڑا کیا جن کے ذریعہ سرزمین ہند کا پورا دھارا ہی بدل ڈالا اور ایسی خدمات ان سے لیں کہ ہر چہار دانگ عالم میں اس کا نفع ہوا۔

دارالعلوم کی ان معزز ہستیوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو کھڑا کیا جن کے اندر کے درد وکڑھن اور امت کے لیے بے چینی وبے قراری کے کھاد سے سینچے ہوئے شجرۂ مبارکہ کا سایہ دنیا کے ہر ملک اور ہر کونے میں پہنچا، ان کے اخلاص و للّٰہیت قربانی وآہِ نیم سحر گاہی کی بدولت وہ شجر خوب پھلا اور پھولا اور آج بھی الحمد للہ پھل اور پھول رہا ہے۔

آج بھی الحمد للہ حضرت نظام الدینؒ سے ہر چہار سمت عالم میں جماعتوں کی نقل و حرکت ہو رہی ہے اور اکابرین کے بیانات اور ان کی طرف سے رہبری ورہنمائی مل رہی ہے اور امت میں بڑی حد تک دینی شعور اور بیداری آ رہی ہے۔ **اللهم زد فزد .**

زیر نظر کتاب میں حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم کے مختلف موقعوں پر مختلف اجتماعات میں کیئے گئے بیانات کو حسن ترتیب سے یکجا کیا گیا ہے۔

حضرت موصوف نے اپنی پوری زندگی دعوت کے لیے وقف کردی ہے، شب و روز مستقل اسی کی محنت اور اسی فکروں میں گزرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف کو گوناگوں صفات وکمالات سے نوازا ہے۔

حضرت کے بیانات میں طلاقت لسانی، شعلہ بیانی اور اسی کے ساتھ ساتھ امت کا درد و کڑھن اور رقت اور امت کے لیے بے چینی و بے قراری بھی ٹپکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے سائے عاطفت کو تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین۔

بیانات کو کیسٹ سے اخذ کیا گیا ہے، اس لئے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس کا اسلوب تحریری نہیں ہے بلکہ خطابی ہے۔ لہٰذا اس کو اسی پس منظر میں پڑھنے کی کوشش کریں۔

بعض جگہوں پر جملوں کے ربط کے لیے کیسٹ میں کوئی لفظ سمجھ میں نہ آیا ہو یا مکررات کو کم کرنے کے لیے کچھ کچھ ترمیم ہوئی ہے، ورنہ بڑی حد تک اس کی رعایت ہے کہ حضرت ہی کے الفاظ بعینہٖ ہیں اور حضرت کا وہ اندازِ بیان! ...... جس کو ناظرین محسوس بھی کریں گے۔

قارئین کرام اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ دعوت کی محنت اور ہے بیانات اور ہیں، کہیں شیطان اس مغالطے میں نہ ڈالے کہ اسی پر اکتفا کر بیٹھیں، عملی میدان میں چل پھر کر اس طرح کی کتابوں کا جو نفع ہوگا وہ گھر بیٹھے پڑھنے میں نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی محنت کو شرف قبول عطا فرمائے اور امت کے لیے اس کا نفع عام اور تام فرمائے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

حفظ الرحمٰن پالنپوری (کاکوسی)
خادم مکاتب قرآنیہ۔ ممبئی

تعارفی کلمات

حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب پٹنی ثم ندوی دامت برکاتہم

استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اسلام ایک پیغام الٰہی اور اس پیغام کی حامل امت مسلمہ ہے، یہ وہ حقیقت جس کی طرف سے نہ صرف عام مسلمان بلکہ مسلمان علماء اور مشائخ تک نے اعراض اور تغافل برتا، اور اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے کو انہیں معنوں میں قوم سمجھنے لگے جن معنوں دنیا کی قومیں اپنے کو قوم سمجھتی ہے۔

ان میں سے کوئی قوم تو وطنیت کے سہارے اپنی قومیت کی دیوار کھڑی کرتا ہے، کسی نے نسل کو قومیت کا معیار سمجھا۔

اور ان میں سے جو سمجھ رکھتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوم قومیت اور نسل سے نہیں بلکہ مذہب کی بنیاد پر قوم ہے، حالانکہ حقیقت اس سے بھی آگے ہے اور وہ یہ کہ مسلمان وہ جماعت ہے جو اللہ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دنیا میں آئی ہے اس پیغام کو قائم رکھنا اور اس کو پھیلانا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کی زندگی کا تنہا فریضہ ہے، اس پیغام کو ماننے والوں کی ایک برادری ہے جس کے حقوق ہیں اور یہی ان کی قومیت ہے۔

جو لوگ حضرات سلف کے فیوض برکات کے حامل ہوئے اور ان کے ذریعہ دنیا کو جو فیض پہنچا اور ان سے دین اشاعت وتبلیغ اور قلوب ونفوس کے تزکیہ وتصفیہ کا جو کام انجام پایا وہ بھی ظاہر و باطن کی جامعیت کے آئینہ دار تھے، اور آئندہ بھی سنن الٰہیہ کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا وہ وہی ہونگے جن کے اندر مدرسیت اور خانقاہیت کی اور ایک چشمہ بن کر بہیں گی۔

مرج البحرین یلتقیان

آنکھوں کا نور شب بیداری سے بڑھتا ہے اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھیلتی ہے رات کے راہب یہی اسلام میں دن کے سپاہی ثابت ہوتے ہیں، سوانح وتراجم کا چہاردہ صد سالہ دفتر اس دعوی کا شاہد ہے۔

امت محمدیہ کے مزاج کے مطابق یہ ضروری ہے داعی، دعوت اور طریق دعوت تینوں چیزیں ٹھیک ٹھیک طریق نبوت اور اسوۂ نبوت کے مطابق ہوں، داعی خود بھی قلباً اور قالباً داعی اول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہو، جس حد تک یہ نسبت قوی ہوگی دعوت میں تاثیر اور کشش پیدا ہوگی۔

پھر ضروری ہے کہ دعوت وہی ہو یعنی خالص اسلام اور ایمان اور عمل صالح کی دعوت ہو، پھر دعوت کا طریق بھی وہی اختیار کیا جائے جو داعئ اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے اختیار فرمایا تھا جس حد تک ان تینوں اموریں عہد رسالت ونبوت کے ساتھ قرب ومناسبت ہوگی اتنی ہی زیادہ دعوت کی قوت میں تاثیر اور دعوت کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوگی اور راہ ضلالت سے حفاظت اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کی طاقت میں اضافہ ہوگا، گذشتہ صدیوں کے جن داعیانِ امت کے تجدیدی کارناموں کو امت نے تسلیم کیا ہے ان کی تاریخ سے بھی ان اصولوں کی سچائی ثابت ہوئی ہے۔

حکیمانہ دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ ہڈی ہے اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے، اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے اور غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان بنانا، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے۔

زیر نظر کتاب ''خطبات دعوت وتبلیغ جلد اول ترتیب وتزئین مولانا حفظ الرحمٰن پالنپوری

(کاکوسی) قاسمی'' حکیمانہ دعوت وتبلیغ کی تحریک کے ایک ایسے عالم ربانی کے بیانات کا مجموعہ ہے، جس کو ایک طرف دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو جیسی عالمی درسگاہ سے پورے طور پر فیضیاب ہونے اوراس کے بزرگوں کے نزدیک معتبر ومعتمد ہونے کا شرف حاصل ہے......تو دوسری طرف عنفوان شباب سے دعوت وتبلیغ کے قلبی تعلق اور عملی تجربہ اور حضرت جی مولانا یوسف کاندھلویؒ کے آخری دور سے لے کر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے کامل دور کو نہ صرف دیکھنے کا موقع ملا ہے بلکہ اسی دعوت میں شب وروز گذارنے کی سعادت حاصل رہی ہے، اوراب بھی دعوت ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مولانا محترم کے بیانات جس طرح سننے والوں میں ایمان کی لہر دوڑا دیتے ہیں اورعمل کا جوش وولولہ پیدا کرتے ہیں اسی طرح یہ بیانات پڑھنے والوں کے لئے بھی مفید ثابت ہوں گے انشاء اللہ۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز
عبدالقادر ندوی غفرلہ
خادم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بیان............(۱)

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی

مادی آواز
اور
روحانی آواز

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

●

اجتماع بھوپال

حاصل کلام

ہر زمانے میں انسانوں نے آواز لگائی ہے ......لیکن ہر زمانے میں انسانوں کی آوازوں کا تعلق مخلوقات سے رہا ہے......انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے راستہ سے جو آواز لگوائی وہ براہ راست خالق سے ہونے کی آواز ہے۔

لوگو! لا الہ الا اللہ کہلو............ کامیاب ہو جاؤ گے۔

زمینوں سے ہونے کو بولنا چھوڑ دو......زمینوں کے پیدا کرنے والے اللہ سے ہونے کو بولو

آسمانوں سے ہونے کو بولنا چھوڑ دو .... آسمانوں کے بنانے والے اللہ سے ہونے کو بولو

ان دونوں کے درمیان جتنی چھوٹی بڑی شکلیں اور جتنی قسمیں ہیں ...... سب مخلوق ہیں۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

الحمدللّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

فاعوذباللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمo

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

دنیا میں جتنے انسان اتنی آوازیں

میرے بھائیو دوستو عزیزو بزرگو!

اس وقت دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں...... ہر ایک کی اپنی اپنی آواز ہے...... جتنے انسان ہیں اتنی آوازیں اور ہر آواز لگانے والے کو یہ دعوی ہے کہ جو آواز میں لگا رہا ہوں وہی صحیح ہے......کوئی آسمانی دنیا کی چیزوں کی آوازیں لگا رہا ہے......

چاند سے یوں ہوتا ہے.................

سورج سے یوں ہوتا ہے.............

ستاروں سے یوں ہوتا ہے...........

آسمان سے یوں ہوتا ہے...........

کوئی زمین کی اور زمین کے اندر کی چیزوں کی آواز لگا رہا ہے،

زمین سے یوں ہوتا ہے......

اس کی پیداوار سے یوں ہوتا ہے......

اس کی معدنیات سے اس کی دھاتوں سے یوں ہوتا ہے......

اس کے اندر کے ہیرے جواہرات سے......

اس کے پٹرول سے......روپیوں سے پیسوں سے......

غلوں سے......اناج سے......سونے......چاندی سے یوں ہوتا ہے......

کوئی ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کی آواز لگا رہا ہے......

کوئی دولت کی کوئی حکومت کی......کوئی ہتھیاروں کی کوئی اکثریت و میجوریٹی کی......

جتنے منہ ہیں اتنی زبانیں ہیں جتنی زبانیں ہیں اتنی آوازیں ہیں اور جتنی آوازیں ہیں اتنے ہی دعوے ہیں۔

ہر انسان کا اپنی آواز پر دعوی

اور عجیب بات کہ ہر آواز لگانے والا اس کی پوری کوشش کر رہا ہے جتنی اس کے پاس طاقت......جتنی اس کے پاس فراوانی......جتنی اس کے پاس صلاحیت......جتنی اس کے پاس استعداد......وہ سب اس پر لگا رہا ہے کہ......جتنے ہیں......وہ سب میری آواز میں آواز ملا دیں......جو میں کہہ رہا ہوں......وہ سب کہنے لگے۔

اپنی تمام تر طاقتیں اس پر لگا رہا ہے کہ دنیا میں جتنے بسنے والے......جتنے کاشتکار

جتنے تاجر...............جتنے کارخانے دار

جتنے حاکم...............جتنے محکوم

جتنے جواں.............جتنے بوڑھے

جتنے مرد................جتنی عورتیں

جتنے عوام...............جتنے خواص

یوں کہ جتنے بس رہے ہیں

مشرق والے.........مغرب والے

شمال والے...........جنوب والے

سب.....کہ جو آواز میں لگا رہا ہوں وہ حق ہے.....اور سب کی آواز میری آواز میں مل جائے.....ہر ایک اپنی آواز کو میری آواز میں ملا دے.....عام اس وقت دنیا میں یہ ہے اور یہ بات کوئی نئی نہیں ہے.....جب سے آدمیت کی ابتدا ہوئی ہے اس وقت سے ہر ایک کی آواز اور ہر ایک اپنی آواز کے بارے میں کوشش کر رہا ہے.....کہ جو آواز میں لگا رہا ہوں وہی حق ہے۔

کیا ادنیٰ اور کیا اعلیٰ؟

یہاں تک کہ وہ جو کوڑا کباڑے کا کام کرتا ہے نا......کباڑی کا کام کیا ہے؟ راستہ میں جتنا کوڑا کباڑا جس جس شکل میں ہے......

کوئی لوہے کا کباڑی......................

کوئی پلاسٹک کے ٹکڑوں کا کباڑی.......

کوئی ٹوٹی ہوئی چپلوں کا.................

کوئی کانچ کے ٹکڑوں کا...................

کوئی ٹوٹی ہوئی بوتلوں کا.................

کوئی ٹوٹی ہوئی بالٹیوں کا.................

جو جس لائن کا کباڑی.....................

اس کی بھی آواز یہی ہے کہ جو میں کر رہا ہوں صحیح کر رہا ہوں......

لوگو! تم سب کباڑی ہو جاؤ......تم سب کباڑی ہو جاؤ............

یہاں تک کہ جو مٹی ڈھوتے ہیں......مٹی جمع کرتے ہیں اور مٹی بیچتے ہیں ان کی بھی صدا ہے کہ ہمارا مٹی بیچنا حق......مٹی سے ساری ضرورتیں پوری ہونگی......کرسیاں بنے گی مٹی کے

کاروبار سے......بچیوں کی شادیاں ہوگی مٹی کے کاروبار سے......جتنی ضروریات ہیں......جتنی تعلیم وتربیت......جتنے کپڑے......چھتڑے......لتھڑے اور جتنی چیزیں اور مسائل سب اس سے حل ہوں گے اور چاہتا یہ ہے کہ جتنے لوگ ہیں سب مٹی بیچنے والے بن جائیں......

عجیب بات! جتنے انسان اتنی زبانیں جتنی زبانیں......اتنی آوازیں اور ہر ایک کو اپنی آواز......پر دعویٰ۔

مادی آواز اور روحانی آواز کا فرق:

اور عجیب بات کہ جس نے اس کائنات کا وجود دیا، کوئی نہیں تھا اللہ تھے۔ کوئی نہیں رہے گا اللہ ہونگے......وہ ایک اکیلا تنِ تنہا بلا شرکت غیر جس نے تمام کائنات کو وجود دیا......اس نے انسانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جو انتظام کیا کہ......

ان کی زندگیاں بھی صحیح ہوں............

ان کی زبانوں کے بول بھی صحیح ہوں......

ان کی آوازیں بھی صحیح ہوں اور جو کچھ صحیح ہے......وہ اِن کی سمجھ میں آجائے اور اس کی یہ آواز لگانے والے بن جائیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے پاس سے نبیوں کو بھیجا، اپنے پاس سے پیغمبروں کو بھیجا اور اپنے پاس سے آسمان سے کتابیں اور صحیفے اتارے............حضرت آدم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے لے کر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی نبی آئے جتنے بھی پیغمبر آئے ان سے بھی اللہ نے آواز لگوائی......تمام انسانوں کی آواز ایک طرف ......اور تمام نبیوں اور پیغمبروں کی آواز ایک طرف......ہر زمانے میں انسانوں نے جتنی قومیں پہلے گذریں......اور جتنی صدیوں میں انسان گذرے ہیں......ہر زمانے میں انسانوں نے آواز لگائی ہیں لیکن ہر زمانے میں انسانوں کی آوازوں کا تعلق مخلوقات سے رہا ہے......انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کے راستہ سے جو آواز

لگائی وہ براہ راست خالق سے ہونے کی آواز ہے......

لوگو! ”لا الہ الا اللّٰہ“ کہلو کامیاب ہو جاؤ گے۔

زمینوں سے ہونے کو بولنا چھوڑ دو......زمینوں کے پیدا کرنے والے اللہ سے ہونے کو بولو

آسمانوں سے ہونے کو بولنا چھوڑ و......آسمانوں کے بنانے والے اللہ سے ہونے کو بولو

ان دونوں کے درمیان جتنی چھوٹی بڑی شکلیں اور جتنی قسمیں ہیں......سب مخلوق ہیں

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آواز:

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو پہلی آواز لگوائی......

”اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ“

لوگو! دیکھ لیا اتنا بڑا آسمان بھی اور آسمانی دنیا کی تمام مخلوقات بھی...... چاند دیکھا...... سورج دیکھا......ستارا دیکھا......سیارا دیکھا......آسمان دیکھے......آسمان کے اندر کی مخلوقات دیکھی...... زمین دیکھی ......زمین کے اوپر کی مخلوقات دیکھی...... زمین کے اوپر کا نمرود دیکھا...... آزر دیکھا......نمرود کا شاندار پھیلا ہوا نظام دیکھا......سمجھ میں یہ بات آئی کہ ......آسمان اور جو کچھ آسمانوں میں ہے......زمینیں اور جو کچھ زمینوں میں ہے......سب بنا ہوا ہے...... اور بنے ہوئے سے کچھ نہیں ہوتا .... دو اور دو چار کی طرح یہ بات واضح ہے......ان پڑھ سے ان پڑھ بھی سمجھ لے گا......کہ جو چیز اپنے وجود میں کسی کی محتاج ہو...... اور وجود میں آنے کے بعد اپنی بقا میں محتاج ہو......اور وجود میں آنے اور باقی رہنے کے ساتھ اپنے اندر کی تاثیر ظاہر کرنے ......میں بھی محتاج ہو...... جو قدم قدم پر محتاج ہو......وہ حاجت روا ہو کیسے سکتا ہے......؟

زمین محتاج ......آسمان محتاج......ان کے اندر کی ساری مخلوقات محتاج...... یہاں تک

کہ ان سے الگ ذرا الگ وہ مخلوق ...... وہ فرشتے ...... وہ سرافیل ...... وہ میکائیل ...... وہ ملک الموت ...... وہ روح الامین ...... وہ بھی اپنے وجود و بقا میں اللہ کے محتاج ...... جب تک اللہ چاہیں گے وہ باقی رہیں گے اور جس دن اللہ چاہیں گے سب ختم ہو جائیں گے۔

ساری مخلوق اپنے وجود و بقا میں اللہ کی محتاج ہے

اللہ تعالیٰ پوچھیں گے قیامت کے میدان میں، ملک الموت سے۔

اب کون باقی رہ گیا؟

ملک الموت کہیں گے آپ کی ذات عالی ...... اور جبرئیل ...... میکائیل ...... اسرافیل ...... اور میں ملک الموت ......!

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے انہیں بھی ختم ہو جانے کو کہہ دو ...... یکے بعد دیگرے جبریل ختم ...... اسرافیل ختم ...... میکائیل ختم ...... ملک الموت اکیلے رہ جائیں گے ......

اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اب کون رہ گیا ......؟ ملک الموت کہیں گے ...... آپ کی ذات عالی ...... اور میں ملک الموت ...... فرمائیں گے تم بھی ختم ہو جاؤ ...... سب ختم ہو جائیں گے۔

جبریل جس طرح اپنے پہلے دن وجود میں اللہ کے پابند ...... اپنی بقا میں بھی اللہ کے پابند ...... اور خدائی پیغام لے کر آنے میں بھی اللہ کے پابند ...... اللہ تعالیٰ نہ بھیجے تو جبریل خود نہیں آ سکتے ......

"وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ" جب حضرت رسول پاکؐ کے پاس آمد روک دی گئی تھی جبریل کی ...... اور کیوں روک دی تھی ......؟ جس کو قرآن نے ایک جگہ کہا ہے ......

"وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْئٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ"

پیارے نبی جی! یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ آپ کو کل بتلا دیں گے ...... وہ جو مکہ والوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کو نبی جب مانیگے جب آپ بتلا دیں کہ اصحاب کہف کون تھے؟

سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کل کو بتلاؤں گا...... غرض آپ کی یہی تھی کہ وحی آتی ہے بتلاتی ہے...... وحی آئے گی بتلائے گی...... بتلاؤں گا......

لیکن اللہ تعالیٰ کو اتنا بھی...... اتنا بھی...... کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں......

"**اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا**" میں کل کو بتلاؤں گا یہ کیسے کہہ دیا، آپؐ نے یوں کیوں نہیں کہا **اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللہ** کہ کل کو ضرور بتلاؤں گا۔ اگر میرے اللہ نے چاہا............ اگر میرے اللہ نے چاہا...... تو جبرئیل بھی نہیں آسکتے...... نہ میکائیل...... نہ اسرافیل...... اور نہ ملک الموت...... ایک چیونٹی کی روح پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے ملک الموت...... جب تک اللہ نہ چاہے......

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے دیکھا آسمان کو اور آسمانی مخلوقات کو...... زمینیں دیکھی اور زمینوں کا سارا انظام دیکھا...... نمرود ہر ایک کی آواز کو اپنی آواز میں ملوار ہا ہے...... کہ لوگو! مجھ کو خدا کہو...... میں اپنے آپ کو خدا کہہ رہا ہوں...... تمہاری آواز وہ ہو جائے جو میری آواز ہے...... جس ملک سے...... جس مال سے...... جس دولت سے...... جس حکومت سے...... اور جن چیزوں سے ہونے کو میں بول رہا ہوں...... اور جن کی میں کہلوا رہا ہوں...... تم بھی وہی بولو۔

قیامت کے قریب دجال کی اپنی آواز

یاد رکھنا! یاد رکھنا!

تمام پیغمبر...... تمام نبی...... تمام رسول علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کی پیش گوئی کی ہے...... **شَرُّ غَائِبٍ یُنْتَظَر** ...... وہ دجال جو بہت برا ہے...... چھپا ہوا ہے...... جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کی بھی صفت یہی بتلائی وہ بھی ہر ایک کی آواز کو اپنی آواز میں ملوائے گا...... خدائی دعویٰ کرے گا...... خدائی ڈینگیں مارے گا...... طرح طرح کی شعبدہ بازی کرے گا...... لوگوں سے کہے گا...... میں تمہارا خدا ہوں...... تم بھی میری آواز میں اپنی آواز ملا لو۔

اسی لئے تمام رسول...... تمام پیغمبر علیھم الصلوۃ والتسلیمات سے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات اور مادی چیزوں کے مقابلے میں متفقہ ایک ہی آواز لگوائی کہ

لوگو!......اسی ایک خدا کی خدائی کو تسلیم کرلو وہی تنہا پوری کائنات کا مالک ہے......اسی کی ذات سے ہوگا......آج تک جو ہوا اسی نے کیا ہے...... جو ہورہا ہے اسی سے ہورہا ہے ......جو ہوگا اسی سے ہوگا......اس کی آواز نبیوں اور پیغمبروں سے لگوائی کہ

اسی کا نام توحید ہے......اسی کا نام کلمہ ہے......اسی کا نام ایمان ہے......کہ

اس وقت بھی دنیا میں جتنے انسان ہیں ......اتنی آوازیں ہیں......اور پہلے بھی جتنے انسان تھے......اتنی آوازیں تھیں......اور پھر انسانوں کی جتنی قسمیں ہیں ......اوران کے کاروبار کی......اوران کی مصروفیتوں اور مشغولیتوں کی جتنی قسمیں ہیں......

کوئی تاجر ہے تو.................کوئی کاشتکار ہے
کوئی انجینئر ہے تو...............کوئی ڈاکٹر ہے
کوئی حاکم ہے تو.................کوئی عہدیدار ہے
کوئی مزدوری کرتا ہے تو.........کوئی کارخانہ دار ہے

جتنی قسمیں ہیں ہر ایک اپنی جگہ آواز لگا رہا ہے اور ہر ایک کو اپنی آواز کے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ جو آواز میں لگا رہا ہوں وہی حق ہے۔

تمام نبیوں اور پیغمبروں کی مشترکہ آواز:

اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں تمام نبیوں اور رسولوں کو ایک مشترکہ آواز دے کر بھیجا، اسی لئے تمام نبیوں اور تمام پیغمبروں کا کلمہ ایک......اور وہ کیا؟

”لا الہ الا اللّٰہ......، لا الہ الا اللّٰہ......، لا الہ الا اللّٰہ“

حضرت آدمؑ آئے تو......................ان کی آواز بھی یہی

ابراہیم وموسیٰؑ کی.........................آواز بھی یہی

داؤدوشیثؑ کی...........................آواز بھی یہی

تمام پیغمبروں کی اور حضرت عیسیٰ کی.........آواز بھی یہی

اورسب سے آخر میں محمد رسول اللہؐ نے بھی......سب سے پہلے اسی کی آواز لگائی

اور دھوکہ کہاں ہوتا ہے.........دھوکہ یہاں ہوتا ہے.........کہ جس اللہ کی طرف نبی دعوت دیتے ہیں.........وہ اللہ بہت بڑے ہیں.........وہ بڑی قدرت والے ہیں......... سارے نظام پر اس کے اکیلے کا کنٹرول ہے......... جب چاہے.........جو چاہے ....جہاں چاہے.........جس طرح چاہے.........وہ اپنی قدرت کاملہ سے کرتا ہے...... اورکرسکتا ہے.......کسی ضابطے کا وہ پابند نہیں.......ہر مخلوق ہر جاندار اس کی پابند ہے......

پیداوار کے لئے.........زمینوں کا وہ پابند نہیں

پیداوار کے لئے.........بارشوں کے لئے.........آسمان کا وہ پابند نہیں

وہ کہیں کسی سیکنڈ میں....کسی کا پابند نہیں

اپنے پیغمبر اور نبی کو پیغام پہنچانے کے لئے.........وہ زمین کا پابند نہیں

بغیر زمین کے خدا اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے.................

انسان کا اپنی آواز پر دھوکہ:

میرے دوستو! عزیز و بزرگو!

آدمی کو دھوکہ یہاں ہوتا ہے......کہ یہ جو آواز لگاتا ہے......اپنی نظر کے اعتبار سے...... کہ جس کو جہاں سے اپنا جو مسئلہ حل ہوتا نظر آتا ہے......وہ اس کی آواز لگاتا ہے......

کسی کو راستہ کے کوڑے کباڑے کو جمع کرنے سے اپنا مسئلہ کا حل ہوتا نظر آتا ہے...... مکان کی ضرورت تھی......راستہ کا کوڑا کباڑا جمع کرلیا......اس کو بیچ دیا پیسے......آئے مکان

بن گیا......

یوں کہنے لگا......کہ میرا کام کوڑے سے بنا...... یہ اس کی آواز لگانے لگا......انسانوں کی جتنی آوازیں ہیں......وہ آنکھوں دیکھی کے اعتبار سے ہے......اور نبی جس کی آواز لگاتے ہیں وہ بن دیکھی کے اعتبار سے ہے اسی کو کہتے ہیں مغیبات......بن دیکھے اللہ کو مانو............ اور ایسا مانو جیسا وہ ہے۔

اللہ کو مانو اور ایسا مانو جیسا وہ ہے..............
اللہ کو مانو رزاق............اس کی قدرت کے ساتھ
اللہ کو مانو حکیم.............اس کی قدرت کے ساتھ
اللہ کو مانو محی وممیت........اس کی قدرت کے ساتھ
اللہ کو مانو معز ومذل........اس کی قدرت کے ساتھ
اللہ کو مانو قادر مطلق........اس کی قدرت کے ساتھ

”آمنت باللّٰہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ“،

کہ اللہ کو ماننا اس کی ذات و صفات میں ایسا جیسا وہ ہے............ بغیر کسی سبب ....اور کسی شکل کی محتاجگی کے۔

اب انبیاء علیھم الصلوۃ والتسلیمات نے جو آواز لگائی وہ خالص اللہ سے ہونے کی اور انسانوں کی جتنی آوازیں ہیں وہ ساری مخلوقات سے ہونے کی آوازیں ہیں مخلوق کیا ہے؟ کہ ہر مخلوق اپنے وجود میں اللہ کی محتاج............بغیر اللہ کی مرضی کے وجود میں نہیں آسکتی اور پھر وجود میں آنے کے بعد اپنی بقا میں اللہ کی محتاج، اور بقا کے ساتھ اس کے اپنے اندر کی جو تاثیر اللہ نے رکھی ہے۔

آگ میں جلانے کی.............. پانی میں پیاس بجھانے کی

کھانے میں بھوک مٹانے کی........دواؤں میں شفا کی
چھری میں کاٹنے کی..................سمندر میں ڈبونے گی

یہ تاثیر بھی وہ مخلوق اپنی ذات سے ظاہر نہیں کرسکتی جب تک اللہ نہ چاہے، اور اللہ کیسے قادر کہ جتنی تاثیر جس مخلوق میں ہے رکھنے والے بھی اللہ......! ظاہر کرنے والے بھی اللہ......! اور جب چاہے اس کی تاثیر بدل دے اس کی قدرت بھی اللہ کو......! کہ دنیا کہتی ہے آگ جلاتی ہے......وہ چاہے تو آگ کو باغ بنادے...... بنایا...... بنایا! نہیں بنایا؟...... اللہ نے ......؟ اور باغ کو آگ بنادے! اللہ بڑی قدرت والے ہیں وہ باغ کو آگ بنا سکتے ہیں اور آگ کو باغ بنا سکتے ہیں۔

قرآن میں باغ والوں کا قصہ:

سورۂ نور میں ہے نا تین بھائیوں کا قصہ۔ تین بھائی تھے اور ان کا باپ تھا، اچھا نیک اور دیندار تھا......اس کا بڑا زمیندارہ تھا......اس نے یہ کیا تھا کہ اپنے ہر سال کی آمدنی میں...... ہر سال ایک حصہ ایسا رکھا تھا۔

کہ اتنا بیواؤں کے یہاں.........اتنا یتیموں کے یہاں
اتنا بھوکوں کے یہاں............اتنا حاجتمندوں، ضرورت مندوں کے یہاں

اپنی آمدنی سے ہر سال اتنا پہنچایا کرتا تھا...... اور اپنی ضرورتوں میں بھی لگایا کرتا تھا ......سالوں معمول چلتا رہا......اب آئے صاحبزادے، بلند اقبال اور ان کا کیا دعوی؟

جیسے آج کل کے لونڈے، آج کے جوان! کیا کہتے ہیں باپ باپ کیا سمجھے؟ باپ سمجھتا نہیں ...... ہر بیٹا باپ بننے کی فکر میں ہے۔ کہ بھئی باپ تو تیرا میں ہی ہوں......تو تو بیٹا ہی بیٹا رہے گا،......

ان تین بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہا؟ کہ بھئی! باپ تو یونہی تھے......ارے بھلا

یہ بھی کوئی بات ہے محنت ہم کریں......مزدوری ہم کریں...... پسینہ ہم بہائیں......کمائیں ہم ......اور کھائے کوئی؟ اس سال سے معمول بدل جائے گا کیا معمول بدلے گا......؟

اس سال کسی کے گھر کچھ نہیں بھیجنا......سارا اپنے پاس رکھنا......اور ایسا کرنا کہ گاؤں کے کسی آدمی کو پتہ نہ چلے کہ ہمارا باغ اتارا جا رہا ہے......ابا کے زمانے میں ایسا ہوتا تھا...... اسی لئے یاد رکھنا یاد رکھنا! اپنے بڑوں کی چال چلتے رہو......اپنے سلف صالحین کی راہ چلتے رہو......اور اسی لئے ہماری اس محنت میں ہمارے اس کام میں بھی یوں کہا کہ جو ہمارے بڑوں نے ہمیں نہج دیا ہے...... جو بڑوں نے بتلایا ہے ......جس طرح کام کرنے کو کہا ہے...... یوں کہ اگر کام کرتے رہیں گے......جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے عمومی بات فرمادی...... کہ اللہ کے لئے کرتے رہو گے...... آپس کے مشورہ سے کرتے رہو گے......اور یکسو ہو کر کرتے رہو گے......تو ہر بلا ہر آفت سے تم محفوظ تمہارا کام محفوظ...... خیر انہوں نے مشورہ کیا...... بیچ کا جو بھائی تھا وہ تھا باپ کے ذہن کا......تو اس نے کہا کہ بھائی یہ بات اچھی نہیں ہے......دیکھو اپنے بڑوں کی بات کو نبھایا کرتے ہیں۔

اعلیٰ اخلاق و کردار کا نمونہ:

سیرت میں بھی یہ ملتا ہے، وائل بن حجر حضرمی جب آئے ہیں مسجد نبوی میں...... شاہزادوں کی حیثیت رکھنے والے......اور اللہ اکبر! کیسے؟ لیکن ان کا کیا اکرام ہوا کہ جب ان کے لئے قیام کی جگہ طے ہوگئی اور سواری لے جانے لگے...... حضرت معاویہ کے گھر جا رہے ہیں...... حضرت معاویہ نے مہمان کو بٹھایا سواری پر اور خود............اور چلتے چلتے کہا بھائی وائل مجھے بھی بٹھا دو......تو مہمان ناراض ہوگئے میزبان پر......کہ تم عرب کے بدو اور شہزادوں کے ساتھ! اچھا تو پھر ایسا کرو ریت بہت گرم ہے پیروں میں میرے آبلے پڑ گئے ہیں، کم سے کم اتنا کرلو اپنے جوتے مجھے دے دو تمہیں تو جوتوں کی ضرورت نہیں تم تو سواری پر

سوار ہو...... کیا کہا؟ شہزادوں کی جوتی تمہارے بدوؤں کے پیروں میں...... انہیں کے گھر جارہے ہیں، یادرکھنا......! تبلیغ پتہ ماروں کام ہے...... کرنے والی جماعتوں سے بہت کچھ سننا پڑتا ہے...... طرح طرح کے اور قسم قسم کے لوگ آتے ہیں...... مسجد وار جماعت میں جو گھر گھر کی ملاقاتیں...... اور کہیں راستے کی گشتیں...... اور عمومی گشتیں...... اور کیسے کیسے لوگوں سے واسطہ...... لیکن جب نبوت کے کام کو نبوت کے نہج کے ساتھ نبوت والی قربانیوں اور مزاج کے ساتھ کیا جاتا ہے...... خدا پتھر کو موم بنا دیتا ہے...... خدا پتھر کو موم بنا دیتا ہے۔

حضرت وائل نے یوں کہا کہ اگر چلنا ہے تو یہ میری سواری ہے نا اس کی جو چھاؤں ہے اس میں چلے چلو، ٹھنڈک سے گھر پہنچ جاؤ گے...... انہیں کے گھر جارہے ہیں...... لیکن اللہ جزائے خیر دے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو...... کیا اخلاق کا ثبوت دیا ہے...... بہت اچھا بھائی...... بہت اچھا بھائی......! اسی طرح اکرام...... اکرام میں کوئی کمی نہیں آنے دی...... آئے چلے بھی گئے...... بات آئی گئی ہوگئی......

حضرت معاویہ جب حمص کے گورنر ہوئے...... اور حضرت وائل کے نام خط لکھا کہ بھائی بہت دن ہوگئے ملاقات کو جی چاہتا ہے، یہ جو آئے تو دیکھا کہ صاحب دربار سجا ہوا ہے...... تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں...... اور پبلک اور مجمع سارا سامنے بیٹھا ہوا ہے...... یہ شرمندہ ہوئے کہ اوہو ہم نے تو ان کے ساتھ بڑی بے احترامی کی ہے آج کیا ہوگا......؟ حضرت معاویہ نے دور سے دیکھا تو فرمایا بھائی وائل آگے آجاؤ...... وہ سہمتے ہوئے تھوڑے سے سرکے فرمایا اور آگے آؤ اور آگے آؤ...... بلاتے بلاتے اپنے برابر تخت پر بٹھا دیا کہ تم نے ہمارے ساتھ جو کیا کیا ہم تمہارے ساتھ وہ نہیں کریں گے۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ نبی میں جوش انتقام نہیں ہوتا.... بدلہ لینے کا جذبہ نہیں ہوتا.... معاف کرنا درگذر کرنا.... الغرض عرض میں یہ کررہا تھا میرے

بھائیو دوستو عزیزو! بزرگو! ہر ایک اس طرح کی آواز لگا رہا ہے اور ہر ایک کو اپنی آواز پر دعویٰ۔

فرمانبردار و نافرمان اولاد کی سوچ:

چنانچہ یہ بیچ والا جو بھائی تھا وہ اس ذہن کا تھا کہ بھائی اپنے بڑوں کی چال نہیں چھوڑنی چاہیے...... اپنے بڑے جس طرح چلتے تھے...... اور وہ جو کرتے تھے...... ان کی راہ پر چلتے رہو...... منزل تک پہنچ جاؤ گے...... سیرت میں یہی ملتا ہے۔ لیکن وہ بیچ والا بھائی بے چارہ چھوٹا پڑتا تھا کہنے لگے بس بس تم بھی اسی خیال کے معلوم ہوتے ہو...... اس سال تو بس وہی ہوگا جو ہم چاہتے ہیں اس سال کسی کے گھر کچھ نہیں جائے گا...... اچھا بھائی میں تو رائے ہی دے سکتا تھا...... مشورہ ہی سے دے سکتا تھا...... بتا ہی سکتا تھا...... بڑے تو تم ہی ہو تم جیسا کہو گے ویسا کریں گے۔ لیکن دیکھو عقلمندی کی بات یہ ہے جس راہ چلو اس راہ کا اینڈ دیکھ لیا کرو...... جس راہ چلو اس راہ کی منزل دیکھ لیا کرو...... کہ عقلمند وہ ہے جس کی نظر نتیجہ پر ہو...... بہت ناداں ہے بہت ناداں ہے وہ جو وقتی حالت سے متاثر ہو کر اور وقتی جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی فیصلہ کرے اور پھر سر کھجاتے نہ بنے،...... خیر بڑوں نے اس کی نہیں مانی...... اور یہ طے کیا کہ ہمیشہ تو جب باغ اتارنے جایا کرتے تھے...... تو سارے گاؤں کو پتہ چلتا تھا لوگ اپنے اپنے برتن...... تھیلے کپڑے لے کر باغ پر بھی آجاتے تھے کہ حاجی جی کا باغ اتر رہا ہے...... سیٹھ جی کا باغ اتر رہا ہے...... چودھری جی کا باغ اتر رہا ہے...... اور ہر سال کا معمول ہے...... ہمارے بچے بھی کھائیں گے............ لیکن اس سال اس طرح باغ اتارنا ہے کہ کسی کو ہوا نہ لگنے پائے۔

اللہ بڑی شان کا مالک ہے

یاد رکھنا! اس کے یہاں کسی کی نہیں چلتی، سب دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

عرض میں یہ کر رہا تھا میرے دوستو عزیزو بزرگو!

وہ بڑی قدرت والا ہے اسی لئے تمام نبیوں نے ہر زمانے میں سب سے پہلے اس کا تعارف کرایا، لوگو! اس اللہ کو پہنچانو، وہ بہت بڑا ہے۔

خزانے اس کے بھرپور ہیں
کرم ہے تو..........اس کی شایان شان
رحم ہے تو............اس کی شایان شان
عطا ہے تو............اس کی شایان شان

اور یاد رکھنا، گرفت و پکڑ اور عذاب وسزا ہے تو....اس کی شایان شان۔

دینے پر جب وہ آئے گا......تو اتنا دے گا......اتنا دے گا......کہ تم لیتے لیتے تھک جاؤ گے......اور اگر پکڑ کا ہاتھ ڈال دیا......تو جو کچھ بھی ہے......وہ سارا لے لے گا......اور آگے نسلوں تک کا قصہ ختم کردے گا......نسلیں بھوکی مریں گی ......اور نسلیں ٹکڑے ٹکڑوں کو ترسیگی ......تمام نبیوں نے اس کا تعارف کرایا۔

ہماری اس پوری محنت کا خلاصہ:

اسی لئے میرے دوستو! ہماری اس پوری محنت کا خلاصہ، ہماری اس پوری محنت کا خلاصہ یاد رکھنا............ چلہ گئے............تین چلے گئے

پیدل گئے............سواری پر گئے
چار مہینے گئے.........اندر ہوں
باہر ہوں............اپنے مقام پر ہوں پانچ کام کی ترتیب میں ہوں
اپنے گھر کی مستورات میں ہوں..........وہاں کی تعلیم میں ہوں
مسجد کی تعلیم میں ہوں....................روزمرہ کا مشورہ ہو

ان سب کے راستے سے، یہ ساری تدبیریں ہیں، ان کے ذریعہ

ہمارا تاجر.............................ہمارا کاشتکار

ہمارا مزدور..........................ہمارا غریب

ہمارا امیر.............................ہمارا کارخانہ دار

ہمارے گھر کی عورت...............ہمارے گھر کی کنواری

ہمارے گھر آنے والی بہو...........ہمارے بچے

ہر ایک کا رخ مخلوق سے خالق کی طرف ہو...... جیسے حضرت ابراہیم علی الصلوۃ والتسلیم نے زور میں آواز لگائی تھی......

”اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا۔ “

اسی لیے یوں کہتے ہیں اس محنت کا فائدہ ہر محنت کرنے والے کو اتنا.... جتنا اس کے دل کا رخ مخلوق سے خالق کی طرف ہوتا چلا جائے.... اسی کا نام ہے.... جس کا جتنا کلمہ بنتا چلا جائے....

بنی اسرائیل پر مادی چیزوں اور شکلوں کا تاثر:

نظر میں بہت کچھ آئے گا...... جیسے بنی اسرائیل کو...... بنی اسرائیل کو کیا کچھ نظر آرہا تھا......

فرعون یوں کر رہا ہے...........ملک اس کے پاس ہے

ہتھیار اس کے پاس ہے.......فوج اس کے پاس ہے

جس کے راشن کی چھیٹی پھاڑ دے اس کے گھر کا چولہا جلتا ہے...... اور جس کا راشن بند کردے...... اس کا چولہا بجھ جاتا ہے...... بنی اسرائیل اس سے بہت متاثر تھے...... اور حضرت موسیٰؑ کیا کہتے تھے......؟ یہ تو ساری تمہاری نظریں ہیں...... میں تو اس کے پاس سے بھیجا ہوا آیا ہوں...... میں تمہیں یہ خبر دے رہا ہوں۔

اللہ کی عجیب وغریب قدرت:

اللہ بڑی قدرت والے ہیں...... اللہ بڑی قدرت والے ہیں...... یہ تو ایک فرعون ہے

......اللہ اتنی بڑی قدرت والے ہیں...... کہ ساری دنیا کے انسان فرعون جیسے بن جائیں۔

سب کے پاس اتنا بڑا ملک............ سب کے پاس اتنی بڑی طاقت
سب کے پاس اتنی بڑی فوج.......... سب کے پاس اتنے بڑے ہتھیار
سب کے پاس اتنی دولت............ جتنی فرعون کے پاس ہے

تو اللہ اتنی بڑی قدرت والے ہیں...... سب کو فرعون بنا سکتے ہیں...... سب کو قارون کا خزانہ دے سکتے ہیں ...... سب کو شداد و ہامان بنا سکتے ہیں...... سب کو کسریٰ بنا سکتے ہیں ......سب کو قیصر بنا سکتے ہیں ......اور......اور قدرت والے کیسے؟...... اس ایک فرعون کو جس طاقت وقدرت سے ڈبویا سارے عالم کے............

تمام فراعنہ کو............. تمام قارونوں کو
تمام ہامانوں کو........... تمام شدادوں کو
اور تمام قیصر وکسری کی حیثیت رکھنے والوں کو.............

ایک اکیلا تن تنہا بلا شرکت غیر اپنی قدرت سے ہلاکت کے گھاٹ اتار دے اللہ ایسا قادر ہے۔

سوسونار کی ایک لوہار کی:

رات رات میں کیا ہوا......؟ وہ ان کی سوچی سمجھی ساری اسکیم تھی...... ہم یوں کریں گے تو یوں ہوگا...... بعض دفعہ ساری بنی بنائی دھری رہ جاتی ہے...... ہاں! جتنی اسکمیں آدمی بناتا رہے......اور جتنی پلاننگ کرتا رہا ہے، سوسونار کی اور...... اور ارے تمہارے مدھیہ پردیش میں بولتے ہیں ......سوسونار کی...... اور ایک لوہار کی ...... بڑی سوچی سمجھی تدبیر...... ہم نے اکیلے یہ نظام بنایا ہے...... کسی کو پتہ نہیں لگے گا...... ہم نے اب کی دفعہ ترتیب بنائی ہے کسی کے گھر کچھ نہیں جائے گا...... ہم یوں کریں گے ہم یوں کریں گے...... چنانچہ وہ چلے رات

رات میں ......اللہ کا نظام......

”وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُالْمَاکِرِیْن“، جتنا چاہے کوئی مکر کر لے، اللہ کی تدبیر سب مکاریوں پر غالب، اس سے بڑھ کر تدبیر کرنے والا ہو کون سکتا ہے؟

یوسفؑ کے بھائیوں کی مکاریاں اور اللہ کی تدبیر:

کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ بھائیوں نے کیا کہا تھا؟ سارے بھائیوں نے مل کر کنویں میں ڈالا اور سوچا کیا تھا؟ یوسف باپ کی نظر سے اوجھل ہو جائے گا اور ہم محبوب ہو جائیں گے ابا کو، اور ابا کے پاس جو کچھ ہے وہ ہمیں ملے گا ابھی تو ابا کی نظریں یوسف پر جمی ہوئی ہے...... نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، یوسف کو بیچ میں سے ہٹا دو، اب کیا کیا......؟ قتل کر دو...... ایک نے کہا نہیں بھائی جیسا بھی ہے بھائی تو اپنا ہے...... قتل کرنا تو سمجھ میں آتا نہیں...... ایسا کرو ...... ایسے بنجر کنویں میں ڈال دو...... کہ باپ سے دور بھی ہو جائے اور کوئی راستہ چلتا قافلہ اس کو پانی کی ضرورت ہو...... اور وہ پانی کے لئے ڈول کنویں میں ڈالے...... یوسف ڈول میں آجائے اور وہ یوسف کو لے کر چلا جائے اور بازار میں جا کر بیچ کھائے...... یوسف زندہ بھی رہے باپ سے دور بھی رہے...... ہماری ساری اسکیمیں کامیاب ہو جائے...اور جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ کتنی منزلیں...... کتنی مرحلے...... کتنی وادیاں...... کتنی گھاٹیاں......اور کتنے قصوں سے......گذار کر مصر کے تخت شاہی پر لا کر بٹھا دیا......اور جنھوں نے یہ سب کچھ کیا تھا نا......ان کو سامنے ہاتھ جڑوا کر کھڑا کر دیا...... کہ اے یوسف! چولہے ہمارے بجھ گئے...... بچے ہمارے تلملا رہے ہیں......کھانے کو ٹکڑا نہیں...... تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ......اگر تیرے پاس صدقہ کا مد ہو تو ہماری جھولی میں ڈال دے کہ چولہے ہمارے جل جائیں......اللہ بڑی قدرت والا ہے۔

انہوں نے اپنی ساری تدبیریں کیں ......رات رات میں اللہ نے کیا کیا...... باغ ہی سارا صاف! جل کر خاک! اور یہ جو گئے رات کے اندھیرے میں ......کبھی آگے چلے جا رہے ہیں......کبھی پیچھے آ رہے ہیں......ارے بھئی یہی تو تھا اپنا باغ بھٹک گئے......
''فَلَمَّا رَاَوْھَا قَالُوْا اِنَّا لَضَالُّوْنَ'' ہم تو راستہ ہی بھٹک گئے...... پورا باغ چٹیل میدان بن کر رہ گیا تھا کہ پہچان ہی نہ سکے۔

بیچ والے بھائی نے اپنی بات یاد دلائی کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ اس اللہ کو نہ بھولو...... کَذٰلِکَ الْعَذَابُ ہماری پکڑیوں آتی ہے......اللہ بڑی قدرت والے ہیں......اپنے خلیل کیلئے آگ کو ٹھنڈا بنا دیا اور نافرمانوں کے لئے باغ کو آگ بنا دیا۔

توبہ وندامت پر اچھا نعم البدل

پہلے پہل تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے......اس کا قصور ہر ایک دوسرے پر تھوپنے لگا فَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَتَلَاوَمُوْنَ، لیکن پھر اپنے قصور کا اپنی غلطی کا اپنے گناہ کا سب نے ملکر اعتراف کر لیا قَالُوْا یَاوَیْلَنَا اِنَّا کُنَّا طٰغِیْنَ، کہنے لگے ہائے بربادی! ہم ہی حدوں کو پھلانگنے والے تھے...... ہم ہی قصوروار تھے...... دنیا کی حرص و لالچ میں آ گئے ......اور فقیروں اور محتاجوں کا حق مارنا چاہا...... اور سب نے مل کر اللہ سے توبہ کی ......اور امیدیں وابستہ کیں عَسٰی رَبُّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْراً مِنْھَا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ، ہم اپنے رب سے امید رکھتے ہیں......کہ وہ اس سے بہتر باغ ہم کو عطا کریں۔

(روایتوں میں ہے کہ جب ان میں ندامت آئی ......رجوع اللہ کی طرف ہوا......اور اللہ کی طرف رخ کر کے پچھلی زندگی کو بدلنے کا عزم و ارادہ کر لیا......تو اللہ نے ان کو اس سے بہتر باغ عطا فرمایا۔)

تو عرض میں یہ کر رہا تھا میرے دوستو عزیزو! بزرگو! حضرت ابراہیمؑ نے آواز لگائی......

''اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا''، اور یہ آواز اس ماحول میں لگائی ہے جہاں نمرود کی حکومت تھی...... نمرود دنیا کے ان چار بادشاہوں میں سے تھا......جس کی وقت واحد میں پوری دنیا پر حکومت اکیلے کی تھی......اور اس وقت دنیا میں جو کچھ تھا......جس جس لائن کی جو طاقتیں تھیں......سب اس کے ماتحت تھیں...... پہلے تو اسی میں ناکام ہوگیا تھا...... جب ایک نجومی نے اسے بتادیا تھا......نجومی بتاتے ہیں نا......؟ ہاتھ دیکھ کر...... یہ ستارہ یوں آوے گا تو یوں ہوگا...... یوں گردش کرے گا ......تو ایسا ہوجائے گا......اور پتہ نہیں کیا کیا؟

تمام انسانوں کی مشترکہ ضرورت:

اسی لئے یاد رکھنا!

ایمان بناؤ..........اور ٹھوس بناؤ۔

عقیدہ بناؤ.........اور ٹھوس بناؤ،

آسمان سے اور نہ آسمان کی مخلوق سے............زمین سے اور زمین کی مخلوق سے چیزوں سے اور نہ پھیلی ہوئی شکلوں سے.........سونے چاندی سے اور نہ ٹھیکروں سے کسی سے کچھ نہیں ہوتا، کرنے والی ذات ایک اکیلے اللہ کی ہے......

اسی لئے......سب سے پہلی ضرورت............سب سے بڑی ضرورت

سب سے اہم ضرورت............اور سب کی مشترکہ ضرورت

وہ اپنے ایمان و یقین کی پختگی ہے......عقیدے کی پختگی ہے......

اس لئے یاد رکھنا!

وہ گھریلو زندگیوں میں ہو.............وہ کاروباری زندگیوں میں ہو

وہ معاشرتی زندگیوں میں ہو.........انفراد و اجتماع کی زندگیوں میں ہو

کھانے کمانے اور مارکیٹ ومنڈیوں کی زندگیوں میں ہو

دفتر وآفس کی راہ میں..................بزنس وملازمت کی راہ میں ہو

جو جس لائن میں ہو ہر ایک کے ساتھ ایمان کی طاقت ہو......

اسی لئے قرآن کہتا ہے...........

’’اَلَّذِیْنَ آمَنُوْ وَلَمْ یَلْبِسُوْ اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ، اُوْلٰئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ‘‘

امن ایمان پر...............ہدایت ایمان پر

برکت ایمان پر............عزت ایمان پر

کامیابی ایمان پر...........دنیا کا جنت نشان بننا ایمان پر

آخرت کی تمام نعمتیں.......اور جنت الفردوس ایمان پر

باہمی بھائی چارہ...........باہمی مودت ومحبت

سب ایمان پر.............ایمان ہے تو سب کچھ

ہمارے بڑوں کا تربیت کا نرالا انداز:

میرے دوستو! وہ سب بھائی ہاتھ ملتے رہ گئے بھئی کیا ہوا...... باغ تو یہی تھا...... بیچ والے بھائی نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ زیادہ ہوشیاری نہیں مارا کرتے...... زیادہ چالاکی نہیں کیا کرتے......تم کہہ رہے تھے......کہ ابا تو یونہی تھے......ہم ہیں ہوشیار،......ہم یوں کرینگے تو یوں ہو جائے گا......ابا کہتے تھے بیٹا! اپنی سیدھی سادی حلال کی کھاتے رہو...... اللہ اسی میں برکت دے......اور اللہ صحت ایسی دے......کہ کوئی بیماری کی لائن کا کوئی بڑے آپریشن کا خرچہ نہ ہو...... اللہ عافیت ایسی دے کہ کوئی کورٹ کچہری کی لائن کا قصہ ہی نہ ہو......سب بھائی ہیں مل جل کر رہیں ابا تھے تو سب کو لے کر بیٹھتے تھے......

پہلے بڑی بوڑھیاں انبیاء علیھم الصلوۃ والتسلیم کے واقعات سنایا کرتی تھیں...... جنت کی باتیں جہنم کی باتیں...... قبر حشر کی باتیں...... بنایا کرتی تھیں جس سے بچپن ہی میں بچوں کی تربیت ہوا کرتی تھی...... جیسے ہمارے بزرگوں کے واقعات میں ہے...... کہ بچے ہیں مکتب جارہے ہیں...... آرہے ہیں...... گھر پر آکر ماں سے پیسے مانگ رہے ہیں...... کھانا مانگ رہے ہیں...... اب ماں ان کی تربیت کررہی ہے...... بیٹا ماں کون ہوتی ہے، دینے والی ذات تو اللہ کی ہے...... اللہ سے مانگو...... کیسے اللہ سے مانگیں؟...... وضو کرو نماز پڑھو...... اور اللہ سے مانگو...... اب وہ وضو کررہے ہیں...... نماز پڑھ رہے ہیں...... اپنا سا وضو اپنی سی نماز اور اللہ سے مانگ رہے ہیں...... اماں کچھ نہیں ملا...... ماں کہتی ہے بیٹا...... اللہ ہی دیتے ہیں اس نے تو وعدہ کیا ہے...... **اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ**، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتے، دیتے وہی ہیں، اس کے دینے کے راستے الگ الگ ہیں۔

کاروبار کے راستے سے ملتا ہے......... تو اللہ ہی کے دینے سے،
زمینوں کے راستے سے ملتا ہے.......... تو اللہ ہی کے دینے سے،
بھائی بہن کے راستے سے ملتا ہے....... تو اللہ ہی کے دینے سے،
ملازمت کے راستے سے ملتا ہے........ تو اللہ ہی کے دینے سے،
دیتے وہی ہیں دینے کے راستے اس کے بہت ہیں..............

ایسی تربیت بچپن ہی میں ہوئی تھی اور اب تو اللہ ہم کو معاف فرمائے ہر جگہ پر اللہ کے غیر کو بولتے ہیں...... سنتے ہیں...... اور سوچتے ہیں...... کہ اس سے یوں ہو جائے گا...... اور اللہ معاف فرمائے...... اللہ معاف فرمائے...... ہماری غفلت کی حد یہ ہے...... قبرستان میں ہیں...... جنازے کے ساتھ گئے...... جنازہ رکھا ہوا ہے...... قبر تیار کرنے میں تھوڑی سی دیر ہے...... اب پانچ وہاں کھڑے ہیں...... کچھ یہاں کھڑے ہیں...... اگر کوئی آدمی ان میں

گشت کرے......اور جو کھڑے ہیں ان کی بات سنے......

تو کپڑے والے کپڑوں کی................

جوتے والے جوتوں کی....................

رسی والے رسی کی.........................

تانبے والے تانبے کی.....................

سونے چاندی والے سونے چاندی کی...

تعمیر والے تعمیرات کی....................

یہ باتیں قبرستان میں ہو رہی ہیں۔

قبر کی آواز اور اعلان:

جبکہ قبر آواز دے رہی ہے............

میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں......میں تنہائی کا گھر ہوں

میں وحشت کا گھر ہوں.............میں دارا و سکندر کو کھا چکی ہوں

میں یزدجرد و مقوقس کی پسلیاں ملا چکی ہوں........................

میں کسریٰ و قیصر کے تاج اتروا چکی ہوں.........................

میں ابوجہل و ابولہب کی پسلیوں کو پسلیوں میں گھسا چکی ہوں.....

زمین کھا گئیں آسمان کیسے کیسے!!!!...............................

قارون کو کھا چکی......نمرود کو کھا چکی......شداد کو کھا چکی......فرعون کو کھا چکی......

میں بڑے بڑوں کو کھا چکی......اور ہر ایک کو میرے پاس آنا ہے

لیکن ہماری غفلت کی حد یہ ہے کہ قبرستان میں کھڑے ہو کر بجائے اللہ کی بڑائی کے بجائے آخرت کو سوچنے کے۔

بجائے جنت وجہنم کے..................بجائے قبر حشر کے
بجائے پل صراط ومیزان عمل کے.......بجائے ان چیزوں کے تذکروں کے
قبرستان میں میت کے برابر میں قبر کے گڑھے کے پاس کھڑے رہ کر بھی...........
چاول کا یہ بھاؤ ہو گیا.............. باجرے کا یہ بھاؤ ہو گیا
گیہوں کا یہ بھاؤ ہو گیا............تیل کا اور گھی کا یہ بھاؤ ہو گیا
کپڑا مہنگا ہو گیا ہے...............اور چینی مہنگی ہو گئی ہے
پٹرول کا اتنا بڑھ گیا...............اور ڈیزل مہنگا ہو گیا
اللہ ہمیں معاف فرمائے۔

میرے دوستو! چلے چار مہینوں سے؟ ہمارا کیا کام بنے؟...... زندگیاں اس پر کھپانی پڑے گی، خدا ہمارے اندر کی سوچ بدل دے...... ہماری زبانوں کے بول بدل دے ...... ہمارے اندر کا یقین بدل دے...... کہ جس کو جہاں سے جو کچھ ہوتا ہوا نظر آتا ہے...... اس کی آواز بدل جائے اور یوں کہے کہ نہیں۔

ملک سے ہوتا ہے نہ مال سے...............آسمان سے ہوتا ہے نہ زمین سے
چاندی سے ہوتا ہے نہ سونے سے............روپئے سے ہوتا ہے نہ پیسوں سے
عہدوں سے ہوتا ہے نہ شکلوں سے...........کوڑی سے ہوتا ہے نہ کروڑ سے

نمرود کی حکومت میں توحید کی آواز

جو کچھ ہوتا ہے......وہ ایک اکیلے اللہ سے ہوتا ہے...... یہ اندر کا وجدان بن جائے...... اندر کی آواز بن جائے۔

میرے دوستو! یہ ساری دنیا سے الگ آواز ہے اب اس پر آزمائش آئے گی اب جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آواز لگائی اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ...... کہ بھئی میری تو سمجھ

میں یہ بات آئی……

کہ چاند سے نہ سورج سے………ستارے سے نہ سیارے سے
آسمان سے نہ زمین سے…………نمرود سے نہ آذر سے
اماں سے نہ ابا سے………………کسی سے کچھ نہیں ہوتا۔

یہ سب بنے ہوئے ہیں …… بنانے والی ذات صرف اللہ کی ہے……میں اپنے دل کا رخ اس اللہ کی طرف کرتا ہوں……نمرود کو پتہ چل گیا……گھر ہی میں یہ بچہ پیدا ہو گیا…… کیونکہ آذر تو وزیر تھا نا؟ آذر وزیر تھا نمبرود کا……اور نمرود بادشاہ تھا پوری دنیا کا…… ہر ایک سے اپنی خدائی کہلوا رہا تھا……اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو خدا ماننے کو تیار نہیں……کہ تو تو بنا ہوا ہے…… باپ میرا بنا ہوا…… ماں میری بنی ہوئی……تو بنا ہوا……چاند بنا ہوا…… سورج بنا ہوا……سب بنے ہوئے ہیں……اور بنے ہوئے بنا نہیں سکتے……

اب نمرود کو غصہ بھی آ رہا ہے……جیسے سورۂ بروج میں شاہزادے کا واقعہ ہے کہ بادشاہ چاہ رہا تھا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی سب کہے……اللہ نے اس بچے کو کھڑا کر دیا۔

اللہ جب خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو اسباب بھی بناتے ہیں

یاد رکھنا! یاد رکھنا! اللہ پاک جب کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اور جس کسی کو صحیح راہ پر ڈالنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے اسباب بھی مہیا کر دیتے ہیں، حدیث پاک میں تو یوں آتا ہے

مَنْ یُرِدِاللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ اور دوسری روایت میں ہے مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا اِبْتَلَاہُ اللّٰہُ اِنِ اسْتَقَامَ اِصْطَفَاہُ اللّٰہُ، اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ دیتے ہیں۔

آدمی کے دل میں جذبہ پیدا ہو کہ مجھے ایمان بنانا ہے…… مجھے آخرت بنانی ہے……

مجھے اعمال کی پونجی تیار کرنی ہے...... مجھے ہر حق والے کا حق ادا کرنا ہے...... مجھے زمین و آسمان کے......اور اپنے پیدا کرنے والے کو راضی کرنا ہے......اس جذبہ کا اندر میں پیدا ہونا ......کہ خود اس بندے کے ساتھ......اللہ کی طرف سے خیر کے ارادے کا اعلان ہے...... جب یہ جذبہ بنے گا تو یہ دین سیکھے گا...... دین جس ماحول سے ملتا ہے......وہ ماحول اختیار کرے گا......دین کے لئے جان و مال کی قربانی دے گا...... جب یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے......تو اللہ ہی توفیق دیتے ہیں ...... چلے چار مہینہ لگانے کی ......تعلیم کے حلقوں میں جمنے کی اور ایمان کی دعوت کو لے کر دور اور دیر کے لئے چلنے کی......حدیث پاک میں یوں آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ، خدا دنیا تو دوست و دشمن دونوں کو دیتا ہے......

دنیا، اس کے سامان..............دنیا، اس کی زمینیں
دنیا، اس کے عہدے............دنیا، اس کی معدنیات

دنیا اس کی ساری چیزیں یوں کہ اللہ دوست و دشمن دونوں کو دیتے ہیں اللہ کے نبی فرماتے ہیں، لیکن دین اللہ اپنے چہیتوں ہی کو دیتا ہے......اور جب دین آتا ہے......تو بڑی بڑی سوغاتوں کے دروازے کھلواتا ہے۔

ایک شاہزادے کا عجیب وغریب واقعہ

تو عرض میں کر رہا تھا اسی بچہ کا واقعہ شہزادے کا واقعہ روز جاتا آتا...... آتا جاتا ......
بادشاہ یہ چاہ رہا تھا کہ میری والی آواز میں یہ بھی آواز ملائے......لیکن اللہ تعالیٰ کو اس بچے سے کام لینا تھا اس کی بھی اللہ نے ایسی رہبری کی کہ ابا تو بھیج رہا تھا بچہ کو کہیں ......اور بچہ کی ملاقات ہو رہی تھی کسی عالم ربانی سے ...... یہ بچہ ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگا......اور ان کی صحبت سے اس کے دل کی کایا ہی پلٹ گئی......اور بات اس کی سمجھ میں آ گئی......صحیح کیا ہے غلط کیا ہے......؟ حق کیا ہے باطل کیا ہے......؟ پھر اس کا پورا واقعہ ہے......اور بہت لمبا واقعہ

ہے......بس پھر اس کی زندگی پر......اس کی موت پر......لاکھوں لاکھوں کی ہدایت......۔

میرے دوستو! زندگی اس کا نام نہیں ہے......کہ راتیں گذاردی......دن گذاردیئے ......مہینے اور ہفتے گذاردیئے ......سال گذاردیئے ......اور زندگی پوری کرلی......ارے زندگی! وہ زندگی ......کہ ایک کی زندگی ......لاکھوں لاکھوں کی زندگی سنوارنے کا سامان بن رہی ہو......اور ایسی زندگی جینے والا جس دن اس کی موت آئے ......اس کا جنازہ اُٹھ رہا ہو اور لاکھوں لاکھوں کو اپنی غلط زندگی پر اور زندگی کی برائیوں پر ندامت پیدا ہو رہی ہو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو محنت مرحمت فرمائی ہے اور ہمیں حضرت رسول پاک کا جو امتی بنایا ہے اتنی نعمتوں کے درمیان ہمیں ڈھانپ دیا ہے...... یہ تو ہمیں معلوم نہیں ہے اللہ پاک نے ہمیں یہ کام کیسا دیا ہے اور اس کی کیا تاثیر ہے؟

آتش نمرود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سخت آزمائش

عرض میں یہ کررہا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب آواز لگائی تو نمرود کو آیا غصہ نمرود اور اس کا پورا نظام خراب ہوگیا، حرکت میں آگیا، ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ جلوائی اور کیسی آگ؟ اوہو! دنیا میں آج تک اتنی آگ نہیں جلی کہ ابراہیم علیہ السلام اسی آگ میں جل جاتے مرجاتے اور قصہ ہی ختم! آگ اتنی زور کی تھی کہ کوئی قریب میں جاکر ڈال نہیں سکتا تھا، گوپھن میں رکھ کر اُٹھایا، اب جب اٹھایا اور گرنے والے ہیں......تو ایک آزمائش آگئی ......صاف نظر آرہی ہے آگ......اب گرے تب گرے......وہ آگ کا سمندر......آنکھیں یہ دکھا رہی ہیں......اللہ اپنی قدرت کے مظاہرے کررہے ہیں ......آزمائش کیا آئی؟ بڑی عجیب آزمائش آئی......فرشتے کے راستے سے......فرشتے تو پاک مخلوق ہیں......فرشتہ آکر کہہ رہا ہے کہ اگر آپ کہیں تو میں آپ کی مدد کردوں آگ بجھادوں ......آپ جلنے سے اور مرنے سے بچ جائیں گے......اب یہ اتنا سخت امتحان تھا......اس لئے یاد رکھنا! آدمی پر مختلف قسم کے

حالات آتے ہیں......

بیماری کے......تندرستی کے...... مالداری کے......غربت کے

کبھی کاروبار بہت اچھے چل رہے تھے اور...... بالکل ٹھپ ہو گئے

کبھی کوڑی نہیں تھی اور لکھ پتی ہو رہے ہیں

اللہ کے وعدے اور وعیدیں حق ہیں

اسی لئے بیچ میں ایک بات کہہ دوں قرآن یہ کہتا ہے

”یٰـا اَیُّھَا الـنَّـاسُ اِنَّ وَعْدَاللّٰہِ حَقٌّ وَّلَاتَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ.“

لوگو! لوگو! اللہ کا وعدہ حق ہے..... جتنے وعدے ہیں وہ بھی حق ہیں.....اور جتنی وعیدیں ہیں وہ بھی حق ہیں.....اسی لئے فضائل کی تعلیم میں کیا ہیں؟ وعدے بھی ہیں اور وعیدیں بھی ہیں ..... نماز پڑھنے پر کیا ملے گا......؟ اور نماز چھوڑنے پر کیا وعیدیں ہیں......ایک آدمی صدقہ کرتا ہے......صدقہ پر کیا وعدے ہیں......حدیث میں ہے اَلصَّـدَقَۃُ ، تَقِی مِیْتَۃَ السُّوْءِ اَوْ کَمَا قَالَ، صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اَلـصَّـدَقَۃُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ، صدقہ اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے، اسی لئے میں کہہ رہا تھا۔

یٰـا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَاللّٰہِ حَقٌّ. لوگو! اللہ کا وعدہ سچ ہے......حق ہے...... کسی کا مال دبایا......کسی کی زمین پر قبضہ کیا...... کسی کا لیا نہ دیا......اور مونچھوں پر تاؤ دیتے ہو...... ہاں ہاں ہم نے کیا جو چاہو کر لو...... یہاں سے لے کر وہاں تک ہماری پہنچ ہے کچھ نہیں کر سکتے۔

اسی لئے یہ جو فرعون تھا نا یہ بنی اسرائیل کو مارتا تھا...... پیٹتا تھا......اور طرح طرح کی سزائیں دیتا تھا......حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو یہ سمجھاتے تھے کہ ان تمام مصائب کا حل وَاَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ، لمبی لمبی نمازیں پڑھو......اور اللہ سے کہو......لمبی لمبی نمازیں پڑھو اور

اللہ سے کہو...... جتنا تمہارا تعلق اللہ سے بڑھتا چلا جائے گا...... دنیا والوں کو انسانوں سے تعلقات پر گھمنڈ......انسانی تعلقات پر اعتماد......اسی لئے بعض دفعہ انسان کیا کہتا ہے...... وسواس گھات......وسواس گھات......کہ تم پر تو بڑا اعتماد تھا آپ نے تو عین موقع پر دھوکہ دیدیا ......انسان تو دھوکہ دے سکتا ہے......لیکن اللہ کا وعدہ......اللہ کا تعلق......اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، یٰٓا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَاللّٰہِ حَقٌّ، آگے کیا فرمایا وَلَاتَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا ، تمہاری دنیا کی زندگی ان کے حالات تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے، ...... کچھ نہیں تھا اب کھاتے پیتے ہو گئے۔

بہت کچھ تھا اب حالات بدل گئے، بگڑ گئے

نہ یہ حالات دھوکے میں ڈالے......نہ وہ حالات دھوکے میں ڈالے...... دنیا میں تمہاری زندگی کا جونسا حال ہو

امیر ہو تو امیر کو......................غریب ہو تو غریب کو
مزدور ہو تو مزدور کو................کارخانہ دار ہو تو کارخانہ دار کو
عہدیدار ہو تو عہدیدار کو...........اور ماتحت ہو تو ماتحت کو
مرد ہو تو مرد کو...................عورت ہو تو عورت کو
جوان ہو تو جوان کو.................بوڑھا ہو تو بوڑھے کو
زمیندار ہو تو زمیندار کو............میل مالک ہو تو میل مالک کو

جو جس حالت میں ہو زندگی کی......اس کو وہ حالت دھوکے میں نہ ڈالے۔

دنیوی زندگی کا دھوکہ کیا ہے

حالات کا دھوکہ کیا ہے، خوب اچھی طرح سمجھ لینا، جو جس حال میں ہو اس حال سے متاثر ہو کر شریعت کا حکم توڑ دے اللہ کو ناراض کر دے، سمجھو اس کو اس کے حال نے دھوکہ دے دیا۔

اسی لئے قارون نے یہی تو کہا تھا جب اس سے کہا گیا،

وَابْتَغِ فِيْمَا آتَاکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْکَ.

کچھ نہیں تھا ماں کے پیٹ سے بالکل ننگے تن آیا تھا، کیوں بھئی ماں کے پیٹ سے سوٹ پہن کر آتا ہے؟ یوں کہ تیرے پاس کچھ نہیں تھا یہ جو کچھ ہے اللہ کا دیا ہوا ہے اور قارون سے یہ کہا کہ ہم تجھے یہ نہیں کہتے کہ تو ساری دولت لٹا دے اور تبلیغ ہی کرتا پھر، نہ گھر کا نہ کاروبار کا نہ بیوی کا نہ بچوں کا کسی کا خیال مت کر، ہم تو یہ کہتے ہیں جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں ہر وقت اپنی آخرت سامنے رکھ، تیرے مال خرچ کرنے میں...... تیری صلاحیت کے استعمال ہونے میں...... تیری آخرت بن رہی ہے کہ بگڑ رہی ہے...... کھاتے ہوئے...... کماتے ہوئے...... شادی میں...... غمی میں خوشی میں...... گھر بنانے میں...... تعمیر کرنے میں...... سفر میں حضر میں...... رات میں دن میں...... سارا جان و مال ساری صلاحیتیں آخرت کے بننے میں لگ رہی ہیں یا بگڑنے میں؟

اسی دنیا کی ضرورتیں...... کھانا پینا...... رہنا سہنا...... اوڑھنا بچھونا اس سے کسی شریعت نے منع نہیں کیا، حلال وحرام اور کچھ پابندیاں رکھ کر ضروریات کی اجازت دی ہے، وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا، دنیا کی اپنی ضرورتوں کو بھی مت بھول وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْکَ جیسے اللہ نے تجھ پر فضل کیا تو بھی اللہ کی مخلوق پر احسان کر۔

قارون پر دنیوی ثروت کا دھوکہ

کیا کہنے لگا، کون اللہ میاں؟ کیسے اللہ؟ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ، یہ تو میری اپنی ذہانت...... میری اپنی ہوشیاری...... میری اپنی چالاکی...... میری اپنی سوچ...... میری اپنی تھنکنگ...... اسی کا نتیجہ ہے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھاتے رہے اس کی سمجھ میں نہیں

آیا......اس کو اس کے ثروت کے حال نے دھوکہ دیا اور تباہی کے گھاٹ اترا۔

آگے فرمایا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرَ ...... وہ بڑا دھوکہ باز تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے......وہ شیطان تمہارے بول نہ بدلوائے انہوں نے یوں کیا اور وہ یوں کر رہے ہیں...... وہ تھے تو یوں ہوا وہ نہیں تھے تو کچھ نہ ہوسکا......یوں کہ یہ تو سارے شیطانی بول ہیں اللہ نے کیا......اللہ ہی کرتے ہیں......اللہ ہی سے ہوتا ہے......

رات کے اندھیریوں میں بولو تو اس کو......دن کے اجالوں میں بولو تو اس کو
مارکٹوں منڈیوں میں بولو تو اس کو............گھروں میں اور بیٹھکوں میں بولو تو اس کو
مال و جائداد کے نقشے میں بولو تو اس کو......عہدوں اور کرسیوں پر بولو تو اس کو
صحت و تندرستی میں بولو تو اس کو............ بیماریوں کی انتہا میں بولو تو اس کو
ثروت و فراخی میں بولو تو اس کو............تنگ دستی اور فقر و فاقہ میں بولو تو اس کو

اگر شیطان کے چکر میں آ گئے تو؟ جو شیطان کے چکر میں آ گیا دنیا اس کے نام پر تعوذ پڑھے گی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر دوسری کڑی آزمائش

عرض میں یہ کر رہا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک آواز لگائی۔

’’اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ان ابراھیم کان امۃ قانتا للّٰہ وحنیفا ولم یک من المشرکین شاکر لانعمہ اجتباہ وھداہُ الی صراط مستقیم . دینا قیما ملۃ ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین‘‘۔

آئے جنگل بیابان میں پہلے حالات کیسے تھے جہاں عراق میں رہتے تھے باغات...... چشمے......نہریں...... پانی......زبان خاندان سب حالات بہت اچھے،

حکم آیا بیوی بچوں کو ...... لے جا کر...... جنگل بیابان میں...... ڈال دو ...... اب یہاں ...... کے حالات کیسے ہیں؟ وہاں پانی کے چشمے ہیں یہاں پانی کی ایک بوند نہیں ...... کوئی ایک گھونٹ نہیں ......وہاں پھلوں سے لدے ہوئے باغات ہیں یہاں کھانے اور چکھنے کے لئے کوئی لقمہ نہیں ...... پھر حکم پر حکم...... کہ جی یہ حکم تو پورا کر دیا لا کر ڈال دیا اب تو رہنے دو ...... کہ نہیں اب......نہیں چھوڑ کر چلے جاؤ......کہا ٹھیک ہے......یہ تو طے ہے کہ آپ کو ماننا ہے ......آپ کو ماننا ہے۔ آپ ہی کی ماننی ہے......حضرت ابراہیم علیہ السلام تو چلے گئے

گھر والے پوچھ رہے ہیں حضرت ہاجرہ پوچھ رہی ہے! جی ایسے حالات میں! ایسے حالات میں! آپ چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں کوئی بات ہے، آخر ایسا کیوں کر رہے ہیں۔

جب کچھ جواب نہیں ملا تو خود ہی پوچھا **آللّٰہ امرک بھذا** ، کیا یہ اللہ کا حکم ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تصدیق فرمائی کہ اللہ کا حکم ہے......اللہ کی ماننا......اللہ کو ماننا ...... ہر حال میں ماننا......کسی حال سے متاثر ہوئے بغیر ماننا ......جس حال کا جو حکم ہو اس وقت اس کو ماننا...... یہ تعلیم ، یہ تربیت اور یہ کلمہ اس طرح اندر اتارا تھا کہ عورت ذات باوجود اپنی تمام کمزوریوں کے کہ جس کو صنف نازک کہتے ہیں لیکن یہ کلمہ کی دعوت ، اللہ کے حکم پر مرمٹنا، اللہ کے حکم کو پورا کرنا اسی میں کامیابی ...... یہ اس طرح اندر اتارا تھا کہ حضرت ہاجرہ بول اٹھی **اذا لا یضیعنا اللّٰہ**، اوہو اللہ کے حکم ہی سے جا رہے ہونا، اللہ کا حکم تو آبادی کے لئے ہے بربادی کا کوئی خدشہ ہی نہیں......ایمان بن رہا ہے دین بن رہا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تیسری کڑی آزمائش

اب آیا ایک حکم اور آپ کی پیاری اولاد، بڑی امیدوں کے بعد بڑی تمناؤں کے بعد ملی تھی ......ساٹھ سال کی عمر میں حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تھے ......اس بچہ کو پیار کرنے ......اس کو کھلانے اور اس کو گود میں لینے کا تو کیا موقع حکم یہ آتا ہے کہ اس ننھے بچہ کے گلے پر

اپنے ہاتھ سے چھری چلاؤیا **بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ماتومر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین،** حضرت ہاجرہ سے کہا کہ بچہ کو اچھے کپڑے پہنا دو...... دوست سے ملانے لے جائیں ......حضرت ہاجرہ نے تیار کر دیا...... بہت اچھا دوست سے ملانے جارہے ہیں ......اور دوست وہی اللہ میاں ...... حضرت ہاجرہ یوں سمجھی کوئی دوست ہوں گے، شیطان کہا موقع چکتا ہے......وہ گھر پہنچ گیا۔ ہاجرہ! ہاجرہ! ابراہیم، اسماعیل کو کہاں لے گئے؟

وہ تو بہت دنوں کے بعد آئے یوں کہا ذرا بچہ کو نہلا دھلا دو کپڑے پہنا دو دوست سے ملانے لیجارہا ہوں......تم بھی بہت بھولی ہو......تمہیں پتہ ہی نہیں......وہ کاٹنے لے گئے...... ہٹ! کوئی باپ اپنے بچے کو کاٹتا ہوگا......ارے بہن میری بات مان لے مجھے کیا لینا ترے سے......اور تیرے میاں اور بچے سے، میں تو بھلی بات کہنے آیا ہوں تو جانے تیرا کام...... ابراہیم کا پیچھا کر......اسماعیل کو بچالے......ساری عمر روتی رہے گی۔

صحیح محنت پر اثرات ظاہر ہوتے ہیں

حضرت ہاجرہ کو شیطان ایک دفعہ......دو دفعہ......تین دفعہ بار بار......عورت کو...... یہاں تو مردوں میں بھی یہ بات نہیں ہے جب آدمی ایمان کی محنت کرتا ہے نا! سچ مچ ایمان کی محنت......ایک تو ہے لیبل لگا لینا......صاحب یہ ہمارا بھوپال کا کون سا اجتماع ہے......کون سا اجتماع ہے؟ پچپن واں......پچپن واں! اللہ کا شکر ہے مولوی صاحب! پوری دنیا میں کہیں نہیں ہوتا۔ اللہ کا شکر ہے! ایک تو ہے نام ہو جانا اور ایک ہے سچ مچ اس محنت کو اس طرح اپنانا کہ جیسے آدمی دودھ پیئے تو اس کے اثرات ظاہر ہوں......پھل کھائے تو اس کا اثر ظاہر ہو...... وٹامن کی چاکلیٹ کھائے تو......اس کا اثر ظاہر ہو کہ پہلے تو ٹانگے بھی ہل رہی تھی بدن میں بھی کمزوری تھی، آنکھوں میں رعشہ تھا، ماشاءاللہ جب سے علاج شروع کیا ہے کھانا بھی ہضم

ہورہا ہے، چہرے پر بھی کچھ سرخی آرہی ہے، وہ رعشہ بھی اب نہیں رہا، یوں کہ سچ مچ اگر ایمان کی محنت ہے دعوت کی محنت ہے……

تو اس کے اثرات گھروں میں……اس کے اثرات محلوں میں
اس کے اثرات شادیوں میں……اس کے اثرات غمیوں میں
اس کے اثرات معاملات میں……اس کے اثرات کاروبار میں
اس کے اثرات معاشرت میں……اس کے اثرات اجتماع وانفراد میں

ضرور ظاہر ہونے چاہئیں۔

اچھے صفات بن رہے ہوں………اخلاق میں بلندی آرہی ہو
ایک دوسرے کا لحاظ آرہا ہو………غمخواری و ہمدردی آرہی ہو
اعمال کی پونجی بن رہی ہو…………ہر ایک میں اعمال کا شوق بڑھ رہا ہو
اللہ کے وعدوں پر یقین بڑھ رہا ہو……زندگیاں سنور رہی ہو

اللہ کرے دعوت اس طرح رچ بس جائے

اعمال کی طرف رغبت بڑھ رہی ہو……جس طرح ابھی رمضان گیا……کسی کو پان کی عادت……کسی کو چائے کی عادت…… ماشاءاللہ پراٹھے بھی کھائے……ملائی بھی کھائی…… مال پوئے بھی کھائے…… پتہ نہیں کیا کیا کھایا……لیکن ساری سحری کھانے کے بعد اگر چائی کی پیالی کا وقت نہ رہا……سحری کا وقت ختم ہو گیا کہ صاحب اب چائے نہیں پی سکتے……تو سارے دن اس کو کہتا رہتا ہے کہ صاحب آج چائے نہیں پی……آج چائے کا وقت نہ رہا……ارے پروٹھے نہیں کھائے تھے…… مال پوے نہیں چبائے تھے……ان میں کی کسی کو نہیں کہتا……ایک چائے کی پیالی چھوٹ گئی اس کو کہتا ہے ……میں یوں کہتا ہوں کہ اس بھوپال میں اس بھوپال میں……اس کے ہر گھر میں……اس کے ہر گھر کے ہر بچے میں دعوت

کے اعمال اس طرح رچ بس جائے کہ آج میری تعلیم چھوٹ گئی ...... آج میرا گشت چھوٹ گیا...... آج میرے گھر میں تعلیم نہیں ہوئی...... آج میرا دوسرا گشت چھوٹ گیا...... میں تو یوں چاہتا ہوں واللہ اللہ کرے اللہ کرے .... بھوپال۔ دعوت اور دعوت کے اعمال...... دعوت کے تقاضے...... ان تقاضوں پر جان و مال کی قربیاں اس کے لئے ہر گھر ہر گھر کا ہر فرد اس طرح نمونہ بن رہا ہو کہ دنیا کی چار سمتوں سے کوئی آجائے ...... تو دعوت کتنی اونچی ہے دعوت زندگیوں کو کیا دیتی ہے...... دعوت کے نتائج کیا بنتے ہیں دعوت کتنا اونچا اٹھاتی ہے ...... اس کا یہ شہر، یہ علاقہ اس کا ہر گھر...... اس کا ہر فرد نمونہ بن رہا ہو۔

ماں کی عجیب وغریب تربیت:

اسی لئے میرے دوستو اللہ کے وعدے جتنے ہیں، اللہ کے وعدے وہ حقائق کے ساتھ ہیں صورتوں کے ساتھ اور نام ونمود کے ساتھ نہیں ...... اللہ اکبر...... تربیت ہوئی تو کیسی حضرت ابراہیم تو اللہ کے خلیل ہیں...... جس وقت جو حکم ملا فوراً کیا...... لیکن گھر والوں کو کس طرح ساتھ لے کر چل رہے ہیں کہ حضرت ہاجرہ کا بھی سو فیصد یہی یقین بنا ہوا ہے کہ کامیابی اللہ کے حکموں کو پورا کرنے میں ہے...... اب ابا تو رہے نہیں...... ابا آج یہاں ہے تو کل وہاں ہے ...... ماں بیٹے ہیں...... کیسی تربیت ہے کہ بچے کو باپ کی نیابت میں ماں نے یہ کلمہ اتنا سکھایا ہے کہ باپ جب آتے ہیں تو چلے کی تشکیل نہیں ہے کہ بیٹے میں تو بہت چلے لگا چکا اب کی دفعہ تو چلہ لگا دے، اتنی بات نہیں تھی، سیدھی جان پر چھری چلانے کی بات کر رہے ہیں۔

ابا جی جب ساری زندگی کا یہی خلاصہ ہے اور ساری محنت کا، عراق چھوڑا تو ...... ماں کے پاس رہے تو...... زمزم نکلا تو، بیابان میں رہے تو...... کھجور ختم ہوئی تو کھجور رہی تو...... جب سب کا...... خلاصہ یہی ہے اللہ ہی...... سب کچھ کرنے...... والے ہیں اس کو ماننا ہے ...... اس کی ماننا ہے...... ہر حال میں ماننا ہے...... اگر یہ حکم ہے تو آپ کر گذرئے...... مجھ کو

کوئی شکوہ نہیں مجھے کوئی گلہ نہیں ستجدنی انشاء اللّٰہ من الصابرین۔

ایک مرد، ایک عورت ایک بچہ تینوں کی زندگی کی پہلے دن سے جو تربیت ہے وہ اسی بنیاد پر ہے۔

اللہ پاک قربانیوں کا ضائع نہیں ہونے دیتے، ہمیں چاہے کچھ نظر آتا ہو اب یہ اتنا بڑا مجمع (بھوپال کے اجتماع کا مجمع) اتنی گرمی اور پسینے میں لت پت اور اب سردی شروع ہو رہی ہے کیسے بوڑھے، کیسے سفید ڈاڑھی والے اور کہاں کہاں سے چل کے آئے ہیں اور کس طرح جم کر اللہ رسول کی بات سن رہے ہیں، کیا اللہ نہیں دیکھ رہا ہے اور ان سب کو معلوم ہے یہ بوڑھے یہ جوان یہ پڑھے لکھے یہ پورا مجمع سب کو معلوم ہے کہ بیان کے بعد کوئی لڈو تقسیم ہونے والے نہیں ہیں، اتنے تو تھکے ہیں...... پھر یہ مولوی یوں کہے گا کہ جیسے بیٹھے ہو ویسے وہی بیٹھے رہو اور صرف چار مہینے لکھوانے والے ہی کھڑے ہوں، سب کو معلوم ہے کیا یہ قربانی اللہ نہیں دیکھ رہے ہیں............

قربانیاں دینے سے قربانیوں کی ایک سطح بنتی ہے

یاد رکھنا...... یاد رکھنا...... جب قربانیاں دی جاتی ہے تو قربانیوں کی سطح بنتی ہے جیسے آنسوؤں کی سطح بنتی ہے آہوں کی سطح بنتی ہے...... بھوکوں کی بھوک برداشت کرنے...... تعلیم والوں کی تعلیم کے حلقوں میں بیٹھے دعا مانگنے والوں کی دعائیں...... نماز والوں کی نمازیں...... اللہ کے راستے میں چلنے پھرنے والوں کی...... ان کے گھر والوں کی تکلیف ان کے گھر والوں کے حالات جھیلنا...... ان سب کی ایک سطح بنتی رہتی ہے جس دن یہ سطح اپنی مطلوبہ سطح تک پہنچ جائے گی پھر خدا اپنی قدرت کا مظاہرہ کرے گا...... خدا ہمیں تمہیں اپنے وعدوں پر یقین کی دولت نصیب فرما کر حالات سے تاثر لئے بغیر...... شیطان کے دھوکے سے بچا کر...... شریعت کی روشنی میں...... اپنے وعدوں کے یقین کی بنیاد پر زندگی کے ہر شعبے میں چلنے والا

بنائے، اصل تو یہ سیکھنا ہے۔

تو میں نے عرض کیا تھا **ان ابراھیم کان امة قانتا لله لم یک من المشرکین، شاکرا لانعمه،** کہ ابراہیم کیسے تھے۔

قانتالله، فرمانبردار، اللہ کی اطاعت کرنے والے، اللہ کی حمد وثنا کرنے والے۔

شاکر الانعمه اللہ کے انعامات کی شکر گزاری کرنے والے......

اے اللہ ہم کون تھے، میں تھا میری بیوی تھی میرا بچہ تھا ہم تو وہاں تھے تو ہی تو لایا ہمیں یہاں، تو نے ہی تو اپنا گھر ہم سے بنوایا، تو نے ہی اپنے گھر کے لئے ہمیں استعمال کیا تو نے ہی خلت کا جوڑا پہنایا، اور تو نے ہی دعا کا انعام دیا اور کہا مانگو کیا مانگتے ہو، اور ہم نے جو مانگا تو تو نے ہی محمد دئے۔ اور ترے کس کس انعام کا شکر ادا کریں۔

میرے دوستو! ہم تم کیا تھے، کہاں تھے، یہ جتنا جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ کے انعامات ہیں اور اللہ کی سنت مستمرہ یہ ہے کہ جب اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی شکر گذاری ہوتی ہے تو اللہ نعمتوں کے دہانے کھول دیتے ہیں، جب اللہ کی نعمتوں کی ناقدری ہوتی ہے۔ اللہ نعمتوں کو چھین لیتے ہیں۔

مسئلہ صرف چلہ چار ماہ کا نہیں ہے بلکہ بڑی ذمہ داری نبھانے کا ہے:

شاکر الانعمه ......اللہ کے انعامات پر شکر گذاری کرنے والے......اس شکر گذاری پر اللہ نے کیا انعام دیا...... **اجتبه وھداہ الی صراط مستقیم** ۔ کہ اللہ نے ابراہیم کو چھانٹ لیا اور بالکل سیدھا راستہ دکھا دیا کہ جب آدمی اللہ کے دین کا کام اللہ کے وعدوں پر یقین کرتا ہوا اللہ کی وعیدوں سے ڈرتا ہوا......اس لئے کہ مسئلہ صرف اتنا نہیں ہے کہ چلہ دے دیا تو اسلام کا حق ادا کر دیا، جس طرح میں نے بیچ میں کہا تھا نا کہ بیوی بچوں کی یہ ذمہ داری......کھانے کی...... کپڑے کی...... دوا کی...... راشن کی ایسے ہی ان کو دین سکھانے کی......ایسے ہی یاد رکھنا! ہر ہر امتی کی...... جہاں کہیں ہو...... ہر ہر امتی کی ذمہ داری ہے اپنے

......نبی کے پیغام کو سمجھنا۔ اپنے ...... نبی کے پیغام پر براہ راست خود عمل کرنا......اور اپنے نبی کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہچانا، ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی ذمہ داری کو اپنی سطح سے پوری کرے گا، اس لئے کہ حضورؐ ہر ایک کے نبی ہیں اور آپؐ نے فرمادیا اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، ایک ایک کی ذمہ داری ہے اس لئے مسئلہ صرف چلہ چار مہینے کا نہیں ہے بلکہ مسئلہ ساری عمر کا ہے۔

اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ قربانیاں اللہ ضائع نہیں ہونے دیتے، نتیجہ اللہ کب لائیں گے، اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ آمَنُوا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ، ہم ضرور مدد کریں گے...... اپنے پیغمبروں کی...... ایمان والوں کی...... اس دنیا میں بھی ......اور آخرت میں بھی......کس شکل میں کریں گے......آگ کو باغ بنا کر کریں گے......یا باغ کو آگ بنا کر کریں گے......سمندر میں راستے دے کر کریں گے......شیر کو رہبر بنا کر کریں گے......تھوڑے سے کھانے میں ایک بڑی تعداد کے لئے کھانا کافی ہوجائے ......اس طرح کریں گے......تھوڑے سے پانی میں سب کی ضرورتیں پوری ہوجائے......اس طرح کریں گے...... یہ ہمارا وعدہ ہے ہم مدد کریں گے......پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی ....کس کی؟ ایمان والوں کی!

ایمان کی صورت اور ہے حقیقت اور ہے:

ہم تو ابھی ایمان کے نام پر ہیں نا!......اسی لئے جب وہ دیہاتی آئے تھے۔ گاؤں والے آئے تھے حضور اکرمؐ کے یہاں، آتے ہی کہنے لگے قالت الاعراب آمنا، کہ ہم تو ایمان لے آئے، جبریل علیہ السلام نے آکر کہا قل لم تومنوا، پیارے نبی جی! ان گاؤں والوں کو سنادو، یہ جو ایمان کی ڈینگیں مار رہے ہیں، ابھی ایمان نہیں بنا، ولکن قولوا اسلمنا ہاں مسلمان ہیں ولما یدخل الایمان فی قلوبکم...... ابھی ایمان اپنی صداقت کے

ساتھ……ایمان اپنی حقانیت کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا……اس لئے کہ اس کی علامتیں……جیسے بخار کی علامت ہے بدن میں درد ہونا……زکام کی علامت ہے……ناک کا بہنا……اسی طرح کھانسی……یوں کہ جیسے سب کی علامت ایسے ہی ایمان اپنی حقیقت کے ساتھ دلوں میں اترا اس کی علامت؟……

ایک مرتبہ حضور اکرمؐ مسجد نبوی میں تشریف لائے حضرت حارثہ سو رہے تھے، حضورؐ نے ٹھوکر مار کر جگایا……آنکھ کھلی……حضورؐ نے اسی وقت ایک سوال کیا کیف اصبحت یا حارثہ؟

اے حارثہ صبح کس حال میں کی؟ اللہ اکبر! ایمان اپنی حقیقت کے ساتھ اس طرح رگ و ریشہ میں اتر چکا تھا کہ بغیر آنکھیں ملے……بغیر انگڑائی لئے۔ کیا کہا؟

اصبحت مومنا حقا یارسول اللّٰہ

اللہ کے رسول میں نے صبح کی ہے ایمان کی حقیقت کے ساتھ۔ آدمی جب نیند سے اٹھتا ہے تو آنکھیں ملتا ہے، حواس ٹھکانے لاتا ہے ارے بھائی چابی کہاں رکھی ہے؟ بڑی دیر کے بعد ہاں! ہاں! تکیہ کے نیچے رکھی ہے کہتا ہے نا؟ یہاں اتنا زبردست سوال……نہ آنکھیں ملنے کی ضرورت……اور نہ اوسان ٹھکانے لانے کی ضرورت……نہ انگڑائی لینے کی ضرورت ہے ایمان اپنی پوری حقیقت کے ساتھ اترا ہوا تھا۔

ذمہ داری کے احساس پر عجیب مثال

لیکن سرکار کے کیا کہنے……آپ معلم بھی مربی بھی، کتنے پیارے انداز سے آپؐ نے تعلیم بھی دی اور تربیت بھی کی اور کس طرح مثالیں دے دے کر امت کو سنایا اور سمجھایا ہے کہ جیسے کشتی ہے کشتی دو منزلہ ہے کچھ لوگ نیچے میں ہیں اور کچھ لوگ اوپر میں ہیں، نیچے والوں کو پانی کی ضرورت پڑتی ہے اوپر جانا پڑتا ہے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہے خطرہ رہتا ہے کہیں پیر سرک نہ جائے……ارے کون یہ سارے مجاہدہ کرے……اتنی تکلیف اٹھائے……کہ چار

مہینہ کا بستر باندھو...... یہاں ڈالو......سردی میں چلو، پیدل چلو......اور گیلی لکڑیاں جلاؤ...... آنکھوں میں دھواں جائے، ارے چھوڑو ان جھگڑوں کو...... بناؤ سوراخ اپنے حصہ میں...... کس میں؟ نیچے کے حصے میں، بار بار اوپر جانا، اتنا بڑا سمندر ہے سوراخ بناؤ یہیں سے لے لیں گے پانی......اوپر والے دیکھ رہے ہیں اچھا صاحب ہمارے یہاں آئے بغیر ہی تمہارا کام بن جائے گا......صاحب بڑے ہوشیار لوگ ہو،......صاحب کیا کریں یہ تو آتے ہی نہیں ان میں تو پیاس ہی نہیں ان میں تو طلب ہی نہیں، یہ جانیں ان کا کام مرنے دو،......اپنی تو شاندار دوسری منزل ہے عمدہ بنی ہوئی ہے، بیٹھے منظر دیکھ رہے ہیں...... وہ موج اٹھی یہ موج اٹھی مزے لے رہے ہیں......اور نیچے سوراخ کررہے ہیں......ارے مرنے دو انہیں یہ جاہل جھپٹ سمجھتے نہیں...... سمجھاتے ہیں تو سمجھنے کو تیار نہیں......مرنے دو،......جی! مریں گے تو بعد میں پہلے مار کے جائیں گے، جی یہ بعد میں مریں گے اس لئے کہ انہیں تو سمندر میں کچھ ہاتھ پیر مارنا بھی آتا ہوگا، یہ تو گاؤں والے ہیں، آپ تو اوپر بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے کبھی پیر بھی پانی میں نہیں رکھا ہوگا......قرباں جاؤ کالی کملی والے کے......قربان جاؤ کالی کملی والے کے ......ایک درد......ایک فکر......ایک غم ایک کڑھن......ایک سوغات میری امت فلاح پالے، تیر کر کنارے لگ جائے۔ ڈوبنے سے بچ جائے، خدا کی پکڑ سے بچ جائے اس کے لئے جو کچھ ہوسکتا تھا سرکار نے وہ سارا کچھ کیا، کبھی کشتیوں کی مثال دے رہے ہیں۔

علم وہدایت کے اعتبار سے تین طرح کے انسان:

کبھی فرمارہے ہیں کہ تم بھی جانتے ہو میں کون ہوں، میرے ساتھ جو کچھ آیا، جانتے ہو کیا ہے؟ **مثل ما بعثنی اللّٰہ من العلم و الھدی کمثل عیث او کما قال** میں اور میرے دین کی مثال ایسی جیسے بارش کا مسلہ دھار پانی۔

کہ جب بارش کا پانی پڑتا ہے تو زمین کا ایک حصہ تو وہ ہے جو بارش کا پانی لیتا بھی ہے

اور اپنے اندر کی سوغاتیں دیتا بھی ہے......

ایک حصہ زمین کا وہ ہے جو پانی لیتا تو ہے لیکن خود اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا ہے دوسرے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس میں سے بھر بھر کے لے جاتے ہیں۔

اور تیسرا حصہ وہ ہے جو چکنا اور چٹیل ہے نہ وہ پانی لیتا ہے نہ خود اس کو کوئی فائدہ نہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں آیا پانی بہہ گیا۔ نہ خود نے کچھ کیا نہ اپنی زندگی عملی بنائی، نہ ان کی نہ ان کے علم ہدایت سے دوسروں کو نفع ہوا، خود تو بہت شاندار تقریریں کرتے ہیں خوب نکات اسرار و رموز بیان کر لئے دوسروں نے خوب فائدہ اٹھایا لیکن اپنی زندگی عملی نہ بنائی خود کوئی نفع نہ اٹھایا۔

جیسے مثال دی ترنج کی کہ خوشبو بھی ہے مزہ بھی...... ریحان کی خوشبو تو ہے مزہ نہیں ......خود کی زندگی کڑوی، خود ہر وقت غیر خدا کو بولتے ہیں ......غیر خدا کو سوچتے ہیں پیسے نہیں ہوں گے تو کیا ہوگا، گذارہ کیسے ہوگا کپڑے کیسے بنیں گے......کہ اپنا نہیں بنا دوسروں کا بنا رہے ہیں قربان جایئے سرکار کے کہ سادہ عام فہم مثالوں سے سمجھایا کہ ہر ایک کو یہی بولنا ہے کہ اللہ کرتے ہیں اپنی قدرت سے کرتے ہیں، اعمال محمدؐ پر کرتے ہیں اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتے ......اسی لئے پوری محنت کا خلاصہ ہر ایک کا رخ مخلوق سے خالق کی طرف، چیزوں سے اعمال رسول خدا کی طرف اور دنیا......اس کے رنگ و روپ، اس کی زیب و زینت اس کے سامان و متاع سے......آخرت، اس کی جنت، وہاں کی نعمتیں وہاں کے عیش و عشرت کی طرف ہو کہ جب یہ ہو جائے گا ایمان آنا شروع ہو جائے گا۔

حقیقی ایمان کی علامت:

حضرت حارثہ نے کہہ تو دیا کہ جی ایمان کی حقیقت کے ساتھ میں نے صبح کی کہ یہ تو تمہارا اپنا ایک دعوی ہے۔

ارے حارثہ آدمی جب کسی چیز کا دعوی کرتا ہے تو لوگ اس سے دلیل مانگا کرتے ہیں...... ایک آدمی راستہ چلتے یہ کہہ دے کہ صاحب یہ مکان میرا ہے تو لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ کے پاس اس کا دستاویز و کاغذات ہیں ایک آدمی گاڑی پر کھڑا ہو کر کہہ دے کہ یہ گاڑی میری ہے تو دعوی سے گاڑی اس کی ہو جائے گی؟ حارثہ تم نے تو بہت بڑا دعوی کیا کہ ایمان کی حقیقت کے ساتھ جی رہا ہوں تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ کہا جی اللہ کے رسول دلیل ہے کہ کیا دلیل ہے؟ چوبیس گھنٹے کھانا...... کمانا...... باغ منڈی...... گھر...... مسجد...... مسجد سے باہر چوبیس گھنٹے اس دھیان کے ساتھ گذرتے ہیں کہ ادھر جنت ادھر دوزخ...... ادھر جنت...... ادھر دوزخ...... وہ عرش الٰہی وہ اللہ کے سامنے کی پیشی...... ہر بول کا...... ہر نظر کا ہر فکر کا...... ہر قدم کا...... ہر لقمہ کا اللہ کو جواب دینا ہے اے اللہ! اے اللہ!

فرمایا حضرت رسول پاکؐ نے حارثہ! اگر تیری یہ کیفیت ہے تو...... **عرفت فالزم**، واہ واہ واہ واہ، تو نے ایمان کی حقیقت کو پالیا، لیکن یاد رکھنا یاد رکھنا! اس سے چمٹے رہنا اس کو پکڑے رہنا، جتنے اللہ غیور ہیں اس کی ذات وصفات غیور ہیں۔

اسی ایمان کو بنانا ہے اسی لئے در در کی ٹھوکریں کھانا ہیں اسی لئے چلہ چار ماہ سواری و پیدل چلنا ہے اسی لئے مجاہدے برداشت کرنے ہیں اب ہمت کر کے چار چار ماہ کے لئے ارادے فرماؤ۔

(بیان ختم ہوا)

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

بیان...........(۲)

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

انسان کے اشرف و ارذل ہونے کا معیار

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

●

اجتماع بھوپال

اقتباس

جب دنیا کی عظمت، دنیا کی وقعت، دلوں میں گھر کر جائے گی تو ہیبت اسلام وایمان تمہارے دلوں سے نکل جائے گی۔

جب تم اپنا اصلی کام......جس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہو

قرآن ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

تم نے ماؤں کے پیٹ سے جنم ہی اس لئے لیا ہے

جتنے تمہارے نبی اونچے ہیں......تمام نبیوں میں

اتنی یہ امت بھی اونچی ہے........تمام امتوں میں

لیکن......تمہاری اونچائی کی بنیاد............

تمہارے بڑے بڑے مکانات نہیں ہیں

تمہارے لمبے چوڑے زمیندارے نہیں ہیں

تمہارے بینکوں کی بینک بیلنس نہیں ہے

تمہارے دنیوی نقشے اور شکلیں نہیں ہیں

تمہاری خیریت......تمہاری اونچائی......دعوت کے کام کی وجہ سے ہے خدا کی مخلوق کو بھلی باتوں کا حکم کروگے...... برائی سے بچاؤ گے۔

اگر دیکھا بھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

انسان ساری مخلوق سے افضل واشرف ہے

میرے بھائیو، دوستو، عزیزو، بزرگو!

شاید ہی کوئی نہ جانتا ہو، تقریباً تقریباً دنیا میں جتنے انسان ہیں اور انسانوں کے جتنے طبقات ہیں...... جتنے ملکوں میں...... جتنے قوموں میں...... جتنے برادریوں میں...... جتنے خاندانوں میں...... جتنے پیشوں میں...... جتنے دھندوں میں...... جتنے مشغلوں میں...... جتنے بھی تقسیم ہیں اتنی بات...... سب جانتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے...... سب سے اونچا، سب سے قیمتی انسان ہے اسے سب جانتے ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں...... کسی رنگ والے کو...... کسی زبان والے کو...... کسی برادری والے کو کسی خاندان والے کو...... کسی براعظم کے بسنے والوں کو...... کسی کو نہیں،

سب جانتے ہیں کہ انسان اشرف ہے۔

اختلاف جو شروع ہوتا ہے وہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ انسان کی اونچائی کا ہے کو ہے؟...... یہ قیمتی کس وجہ ہے؟...... یہ اونچا کس لئے ہے؟......

یہ اپنے کپڑوں کی وجہ سے......اپنے مکانوں کی وجہ سے

اپنے پیسوں کی وجہ سے.........اپنی فوجوں اور ہتھیاروں کی وجہ سے

اپنے پاس کے پٹرول کے کنویں کی وجہ سے......

اپنے پاس کی زمین وآسمان کے قلابے ملانے والی سواریوں کی وجہ سے......

یا یہ اونچا ہے......

اپنے ایمان کے راستے سے......اخلاق کے راستے سے......

خدا کی مخلوق کے راستے میں پھول بن کر جینے کے راستے سے......

پریشان حالوں کی اور دکھیاروں کے دکھ میں ہاتھ بٹانے کے راستے سے......

بھوکوں کو کھلانے، ننگوں کو پہنانے......

بے مکان کو مکان بنا کر دینے......

ضرورت مند کی ضرورت میں کام آنے......

پیاسوں کو پلانے کے راستے سے......

یہ اس راستے سے اونچا ہے یا اُس راستے سے؟

انسان نہ مجبور محض ہے نہ مختار کل

یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں پیدا کیا، اور اسی کے ساتھ اسے مختار کل بھی نہیں بنایا کہ جو چاہے کرتا چلا جائے......اور ایسا مجبور بھی نہیں کہ کچھ کرنا چاہے تو کر نہ سکے......بولنا چاہے تو بول نہ سکے......اٹھنا چاہے تو اٹھ نہ سکے......نکلنا چاہے تو نکل نہ سکے......

نہ ایسا مجبور نہ ایسا مختار کل......ان دونوں کے بیچ میں رکھا اور یہ ہر ایک پاس اس کے

جان و مال پر جو اختیار ہے وہ موت تک ہے……

ہم نے تمہیں زبان دی ہے…….. بولو
ہم نے تمہیں آنکھ دی ہے……….دیکھو
ہم نے تمہیں کان دیئے ہیں…….سنو
ہم نے تمہیں پیر دیئے ہیں……….چلو
ہم نے تمہیں ہاتھ دئے ہیں………پکڑ ولو، اور دو

ہم نے تمہیں سر سے لے کر پیر تک اعضاء دئے ہیں اور ان میں کے ہر عضو کے استعمال پر ہم نے تمہیں اختیار دیا ہے ہم نے تمہاری روزی اس وقت لکھ دی تھی جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے…… یہ تو طے ہے کہ کسی کو تھوڑا کسی کو زیادہ…… یہ تقسیم صرف اللہ کی ہے۔

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَّعِیۡشَتَهُمۡ،

قرآن کہتا ہے انسانوں کے درمیان کی روٹی روزی ہم نے تقسیم کی ہے لیکن ہم نے جو تمہیں یہ جان و مال دیا ہے اس پر ہماری طرف سے تمہیں اختیار موت تک ہے بلکہ……موت نام ہے اختیارات کے سلب ہو جانے کا، جب موت آئے گی تو آن واحد میں آدمی کا بدن مٹی کا ڈھیر نہیں ہو جاتا……آنکھیں بھی کھلی رہتی ہیں…… ہاتھ پیر سارے موجود رہتے ہیں…… لیکن موت آکر………………

زبان سے…………بولنے کے اختیار کو سلب کر دیتی ہے
آنکھوں سے………دیکھنے کے اختیار کو سلب کر یتی ہے
دل و دماغ سے…….سوچنے سمجھنے کے اختیار کو سلب کر دیتی ہے
موت نام ہے…….ان تمام اختیارات کے سلب ہو جانے کا

انسان میں خیر وشر دونوں مادے ودیعت ہیں

موت سے پہلے پہلے ہر انسان کے پاس جان و مال پر اس کا دیا ہوا اختیار ہے، یہ اختیار دونوں طرح کا ہے اپنی جان و مال کو خیر وشر دونوں راہ میں استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

ان تمام اختیارات کو......نیکی میں......بھلائی میں......اچھائیوں میں......

ایمان پر......عبادت پر......اخلاق پر......

خدا کی مخلوق کو راحت پہنچانے پر

اپنی قبر بنانے پر......اپنی آخرت کی تیاری پر

خدا کی مخلوق کو بھولے اور بھٹکے راستے سے صحیح راستے پر ڈالنے پر

خدا رسول کا تعارف کرانے پر

سچائی پر......امانت پر عفت پر......پاکدامنی پر......خوف خدا پر

اس پر استعمال کرویا......اس کے برعکس جان و مال کے اختیارات ہر ایک کو اس پر بھی ہیں

بے دینی پر......بد دینی پر......بے عملی......بد عملی پر......

بے ایمانی پر......مردم آزاری پر

خدا ناپرستی پر......آخرت سے آنکھیں بند کر کے جینے پر......

اور خدا کی مخلوق کو ورغلانے......بہکانے......ریشہ دوائیاں کرنے

اور خدا کی مخلوق کو خدا......رسول سے دور کرنے پر

ہر مرد و عورت کے پاس اللہ کی دی ہوئی یہ دو طاقتیں ہیں ایک جان کی اور ایک مال کی۔

جتنے انسانی طبقات ہیں تاجروں کے بھی ہیں..........کاشتکاروں کے بھی ہین

مزدوروں کے بھی ہیں.........کارخانہ داروں کے بھی ہیں

زمین داروں کے بھی ہیں......حاکموں کے بھی ہیں

محکوموں کے بھی ہیں...... چھوٹی بڑی پوشٹوں ......اور عہدیداروں کے بھی ہیں ہر ایک کے پاس یہ دو طاقتیں ہیں اور ہر ایک کو ان دونوں طاقتوں پر موت تک کے لئے اختیار دیا ہے۔

انسان جو راہ اپناتا ہے اللہ آسان بنا دیتے ہیں

اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ تم اپنے لئے اپنے اختیارات کے استعمال کا جونسا میدان چھاٹو گے...... جونسی راہ اپناؤ گے......ہم اس راہ کو آسان بھی کردیں گے۔

واللَّیلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ، وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالاُنْثٰی اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ......فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ......

اگر کوئی نیکی کی راہ چلنا چاہے گا............کوئی ایمان داری کی راہ چلنا چاہے گا

کوئی غرباء پروری کی راہ چلنا چاہے گا.....کوئی خدا کے احکامات کی راہ چلنا چاہے گا

کوئی نبی کے روپ کو اپنے میں بھرنے کی راہ چلنا چاہے گا۔

کوئی نبی والے اخلاق سے اپنے کو سنوارنے کی راہ چلنا چاہے گا۔

فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ......ہم اس کے لئے اس کو آسان کردیں گے۔

پھر اس میں قوم کا...... ذات کا...... پات کا......رنگ کا...... برادری کا...... پیشے کا...... پیسے کا......کوئی ضابطہ نہیں ہے اس لائن کی کوئی شرط نہیں،............

کالا کرے......گورا کرے......چھوٹا کرے...... بڑا کرے۔

مرد کرے......عورت کرے......دیہاتی کرے......شہری کرے......کوئی کرے حبشہ کا بلال اگر اس راہ کو اختیار کرنا چاہے گا تو اس کے لئے آسان کردیں گے......رہبری کریں گے......مدد کریں گے...... چلائیں گے......اور اتنا اونچا اٹھائیں گے ......کہ دنیا جنت میں دیکھ کر رشک کرے گی۔

اور اگر کوئی جان و مال کے اختیارات کو استعمال کرنے کے لئے...... بے ایمانی کی راہ۔

بد دینی و بے دینی..... بد عملی و بے عملی کی راہ...... ظلم کی...... ستم کی
تعدی کی............. خدا کے حقوق کو پامال کرنے کی...... انسان کی زمینوں
پر قبضہ کرنے کی...... انسان کی لوٹ کھسوٹ کی........... انسانوں کے خون کے
دریا بہانے کی........ خدا کی زمین کو جہنم کدہ بنانے کی......

اگر کوئی اس راہ کو اختیار کرے گا تو...... فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى...... ہم اس راہ کو بھی آسان کر دیں گے۔

دنیا اچھے برے اعمال کے بدلہ کی جگہ نہیں ہے:

اس لئے کہ اچھے اور برے...... نیکی اور بدی...... ان دونوں عملوں کے بدلہ کی جگہ یہ دنیا ہے ہی نہیں ...... دنیا بہت چھوٹی، بہت تھوڑی اور بہت تھوڑے وقت کے لئے ہے...... ایک وقت آئے گا آسمان ٹوٹیں گے...... زمینیں پھٹے گی ...... پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے...... ستارے جھڑ جائیں گے...... چاند و سورج بے نور ہو جائیں گے عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

اس لئے قرآن یاد دلاتا ہے۔

”یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْئٌ عَظِیْمٌ“۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو قیامت کا دھماکہ بہت زور کا ہونے والا ہے۔

یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ، وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ،......

جس دن سورج دھونکا جائے گا...... اور قیامت کا دھماکہ ہوگا...... حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے...... اور مائیں جو اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں گی...... وہ اپنے بچوں

سے غافل ہوجائیں گی...... انسانیت پوری مدہوش و بے ہوش وہ مدہوشی و بے ہوشی نہیں ہوگی...... خدا کا عذاب شدید ہوگا۔

تو عرض میں نے یہ کیا کہ اچھے اور برے عملوں کے بدلہ کی اصل جگہ آخرت ہے،......

اسی لئے اگر غلط راہ کو اختیار کرے تو فوری طور پر خدا کی طرف سے پکڑ نہیں آتی،......

اور اگر کوئی نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے تو بھی ایسا نہیں ہوتا کہ آسمان سے کوئی فرشتہ آجائے اور جنت کا دستر خوان بچھا دے...... دونوں کو موقع ہے مرنے کے بعد کی زندگی تک کے لئے، فوری طور پر جزا و سزا نہیں ہوتی۔ اور پھر موقع موقع سے ان اختیارات کے صحیح اور غلط استعمال کا نتیجہ کیا ہوگا؟

اچھے برے اعمال کے اثرات

اس کے اثرات تمہاری دنیا پر............ اس کے اثرات تمہاری روزی روٹی پر

اس کے اثرات تمہاری زندگیوں پر........ اس کے اثرات تمہارے آپس کے تعلقات پر

اس کے اثرات تمہارے خاندان......... اور رشتہ داروں اور برادریوں پر

اس کے اثرات موت پر.................. اس کے اثرات برزخ پر

اس کے اثرات قبر کے سوالوں کے جواب پر .... اس کے اثرات حشر کے میدان میں خدا کے سامنے کی پیشی پر۔

اور اس کے اثرات جنت و جہنم کے فیصلہ پر کیا ہوں گے؟ ...... اور اخیر میں ان اختیارات کو صحیح اور غلط استعمال کیا ہے اس کی بدلی ہوئی شکلیں کیا کیا ہوں گی؟ وہ جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کی شکلوں میں بیان کر دیا۔

لیکن اسی کے ساتھ دنیا میں بھی اس کے اثرات؟...... جیسے حدیث میں ہے مشکوۃ شریف کی حدیث ہے، جب کوئی بندہ دنیا میں کہیں ظلم کرتا ہے، اُس کے ظلم کا اثر...... گھونسلے کی چڑیا

پر......بھی پڑتا ہے وہ اس کے ظلم سے متاثر ہو کر دبلی ہو جاتی ہے حدیث پاک کا مضمون ہے۔

اختیار تھا کہ ہاتھ دیئے ہیں ہم نے تمہیں......اسے یتیم کے سر پر شفقت سے پھیرو یا یتیم کے تھپڑ مار کر اس کے ہاتھ کی روٹی چھین لو......اختیار ہے دونوں طرح کا جس وقت اختیار کو استعمال کرے گا...... نہ فرشتہ ڈنڈا مارے گا...... نہ نوٹوں کا بنڈل جیب میں ڈالے گا۔

اگر اس نے یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا............حضرت رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے تو جتنے بالوں پر سے ہاتھ گذرتا ہے، ہر بال کے برابر ایک نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا ''اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ'' میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے۔ (آپؐ نے شہادت کی اور بیچ کی انگلی ملا کر بتایا)

اب اختیار ہے......یتیموں کی خیر خبر............بیواؤں کی خیر خبر،

بھوکوں کو کھلانا...............ننگوں کو پہنانا

اور یا اختیار ہے............یتیموں کی روٹی چھیننا.........ان کی زمینوں پر قبضہ کرنا

ان سے زبردستی دستخط کروانا.....بیواؤں کو ستانا

ان کے گھروں کو لوٹنا............ان کی آہیں لینا

پھولوں کی راہ میں خوشبوئیں ہیں

دونوں طرح کا اختیار ہے لیکن اتنی بات طے ہے......پھولوں کی راہ میں خوشبوئیں ہیں

کانٹوں کی راہ میں چبھن ہے

اور یہ کہیں آج تک تجربہ کسی نے نہیں بتایا کہ کہیں چنے بوئے گئے ہوں اور اس پر گیہوں آئے ہو......قدرت تو اللہ کو ہے......لیکن ایک ہے اللہ کی سنت......اور ایک ہے اللہ

کی قدرت،

قدرت اللہ کی...... جب چاہے جو چاہے...... جہاں چاہے......جس طرح چاہے۔

وہ کسی قانون کا اور کسی سبب کا پابند نہیں

’’قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ‘‘،

کہہ دیجئے پیارے پیغمبرؐ! اللہ ایک ہے...... اکیلا ہے......نرادھار ہے...... بے نیاز ہے......اسے کسی کی ضرورت نہیں ہر ایک اس کا محتاج ہے......قدرت اس کی ایسی ہے چاہے زمین کو آسمان پر لے جائے یا آسمانوں کو زمین پر لے آئے ......قدرت اس کی ہر چیز پر ہے ......لیکن ایک اس کی سنت ہے..........عورت آدمی ہی کا بچہ دے گی۔

مرغی انڈے دے گی

چنے کے پودے پر چنے ہی آئیں گے
انگور کی بیلوں پر انگور کے خوشہ لگیں گے
سیب کے درخت پر سیب کے پھل آئیں گے
آم کے درخت پر آم لگے گا

اللہ تعالیٰ کی سنت مستمرہ

یہ اللہ کی سنت ہے

’’وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ....وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا‘‘

جو سنتیں ہیں اللہ کی اس میں کوئی تبدیلی نہیں جیسے ......پھولوں میں خوشبو...... کانٹوں میں چبھن

اب جس نے اپنے اختیارات کو جہاں استعمال کیا ہے ...... یہ ہو نہیں سکتا ...... ہو نہیں سکتا......ہو نہیں سکتا......کہ آدمی گیہوں بوئے چاول کاٹے۔

جیسے یہ نہیں ہوسکتا......نیکی کی راہ اختیار کرنے والا........اس کے لئے کوئی برا انجام ہو اور بدی کی راہ اختیار کرنے والا....اس کے لئے کوئی اچھا انجام ہو۔

اسی لئے جدامجد جس کی سب اولاد ہیں اور دنیا میں جتنے اچھے برے انسان ہیں سب ایک باپ کی اولاد ہیں حضرت آدمؑ کی اور سب ایک ماں کی اولاد ہیں حضرت حوّاؑ کی۔

اور جدامجد کے واقعہ کو ذکر کرکے پوری ان کی ذریت کو......اور پوری اولاد آدم کو...... اور پوری آدمیت وانسانیت کو..........اور پوری مانو ذاتی......کو یہ ضابطہ بتادیا کہ تم تو ہو ہی کیا؟......تمہاری حیثیت کیا ہے؟......ہم نے تو تمہارے جدامجد کے ساتھ یہ کیا ہے۔

جنتوں میں تھے......باغات میں تھے......خوب کھاپی رہے تھے......ایک چیز سے منع کیا تھا، اس درخت کے قریب مت جانا۔

لیکن شیطان ایسا بھیس بدل کر آتا ہے......اسی لئے رسول اکرمؐ نے فرمایا

اِنَّمَا خُلِقَ اِبْلِیْسُ مُزَیِّنًا وَلَیْسَ اِلَیْہِ مِنَ الضَّلَالَۃِ شَیْئٌ، شیطان ہر برائی کو حسین ترین بنا کر پیش کرنے والا پیدا کیا گیا ہے۔

پرلے درجہ کی بداخلاقی......آخری درجہ کی بے حیائی......آخری درجہ کی برائی......اس کو نگاہ میں اتنا حسین......اور اتنا خوبصورت......بنا کر پیش کرتا ہے کہ آدمی للچا جاتا ہے؟

یہ سماج میں جتنا بگاڑ ہے......معاشرہ میں جتنا بگاڑ ہے......اخلاق میں جتنی گراوٹ ہے۔

حضرت آدم وحواؑ کے ساتھ شیطان کا مکروفریب

گھروں میں جتنے جھگڑے ہیں......خاندانوں میں جتنی لڑائیاں ہیں......وہی شیطان ایک نکتہ چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت آدم وحوا جنت میں تھے آکر کیا کہتا ہے؟ یہ اس درخت کے پاس جانے اور اس کے دانے کو کھانے سے جو منع کیا ہے وہ اس لئے کہ تم ہمیشہ ہمیش جنت میں نہ رہ جاؤ......کھالو

گے ہمیشہ ہمیش رہو گے۔

اس لئے یاد رکھنا یاد رکھنا......سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے خیر خواہ......اور بدخواہ کو پہچانے......میرا خیر خواہ کون......؟ میرا بدخواہ کون......؟

مجھے کون بھلی راہ لے چل رہا ہے......؟ میرے کون کان بھر رہا ہے......؟ مجھے کون بری راہ لے چل رہا ہے۔

کون میرے بھائی سے لڑا رہا ہے.........کون میرے خاندان سے لڑا رہا ہے۔

کون میرے ہاں جھگڑے قائم کر رہا ہے؟...کون مجھے رشوت وسود کی راہ لے چل رہا ہے۔

کون مجھے ظلم وستم کی راہ لے جا رہا ہے؟.........کون مجھے کیا سکھا رہا ہے۔

اس لئے یوں کہ انسانوں کے سب سے بہی خواہ نبیوں کی ذات ہے ماں باپ سے بھی زیادہ خیر خواہ نبی ہیں اور یوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالمی نبی ہیں آپ ﷺ کی بعثت پر اعلان کرایا گیا۔

قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا............

کہہ دیجئے پیارے پیغمبرؐ اے لوگو! میں تم سب کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، آپؐ کی بعثت کے پہلے دن سے لے کر قیامت کے دن کے صور پھونکے جانے تک جو آدم کا بچہ اور جو حوا کی بیٹی ہے وہ محمدؐ کی امت میں ہے اور آپ ان کے لئے سراپا نور......سراپا نور......سراپا رحمت ہیں۔

حضرت محمدؐ کا طریقہ عین خیر خواہی ہے

اور جو طریقہ آپؐ لے کر آئے وہ عین خیر خواہی ہے ہر مرد وعورت کے لئے......اسی لئے کہا......جب نبی کی راہ چکو گے......جب نبی کی راہ چھوڑو گے۔

جب دائیں بائیں بھٹکو گے......ادھر ادھر دیکھو گے......وہی مار کھاؤ گے۔

اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ، کہ محمدؐ انسانوں کے لئے زندگی گذارنے کا اور انسانی جان و مال کے اختیارات کے استعمال کا جو طریقہ لے کر آئے ہیں …… بہت سیدھا صاف …… کیسا؟ سَمْحَاءَ بَیْضَاءَ لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا …… انتہائی روشن صاف سادہ آسان …… اور ایسا نورانی اور ایسا روحانی …… کہ خود راستہ نورانی اور جو اس پر چلے سر سے پیر تک نور میں ڈوب جائے۔

کہ خود راستہ پاک راستہ چلنے والوں کو ہزار گندگیوں سے نکال کر اور ہزار ناپاکیوں سے نکال کر پاکی پر لا کر کھڑا کر دے۔

آدمی دھوکہ کہاں کھاتا ہے؟

لیکن آدمی دھوکہ جو کھاتا ہے …… وہ یہاں کھاتا ہے ………… کہ یہ جتنی چمک دمک …… دنیا کی اوج موج ……

یہ رنگ و روپ ………… یہ رنگ رلیاں
یہ زمینیں یہ عہدیں ……… یہ کرسیاں یہ سونا چاندی
یہ روپیہ پیسہ ……………… یہ پٹرول و پلاٹینیم
یہ ایٹم بم و ہائیڈروجن بم …… یہ جاگیریں یہ زمین دارہ

یہ جتنا جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے …… اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آخرت کی خبر دی ہے۔

کہ انسانو! ایک دن مرنا ہے …… مرنے کے بعد خدا کے حضور جانا ہے۔ اور خدا کے سامنے اپنے کیے کرائے کا حساب دینا ہے۔

لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ، کسی آدمی کے اور کسی عورت کے پیر اس وقت تک سرک نہیں سکتے جب تک پانچ باتوں کا جواب نہ دے دے۔

عَنۡ عُمُرِہٖ فِیۡمَا اَفۡنَاہُ ....بتاؤ زندگی کہاں گذاری؟

عَنۡ شَبَابِہٖ فِیۡمَا اَبۡلَاہُ ....جوانی کہاں بتائی؟

عَنۡ مَالِہٖ مِنۡ اَیۡنَ اِکۡتَسَبَہٗ ....مال کہاں سے کمایا؟ کمائیوں کی لائن بتاؤ؟

وَفِیۡمَا اَنۡفَقَہٗ ....خرچ کہاں کیا، خرچ کی لائن بتاؤ؟

مَا ذَا عَمِلَ بِمَا عَلِمَ ....جو جانتے تھے اس پر کیا عمل کیا؟

وہ جتنی آخرت بیان کی ہے ان میں کوئی چیز اس وقت نظر نہیں آتی ....

انسان پہلے نمبر کا جانور

اسی لئے آدمی دنیا کے سامانوں کو......دنیا کی چیزوں کو......

دنیا کے عہدوں کو......دنیا کی زمینوں کو......

دنیا کی جاگیر و جائدادوں کو......سامنے رکھ کر جب اپنا عمل بگاڑتا ہے......اور خواہشات کی رو میں بہہ کر اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے......وہ اپنے آپ کو جانوروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتا ہے......ایسا جانور کہ جسے خودغرضی میں۔

برابر کی بندھی ہوئی بکری کی بھوک......برابر کی بندھی ہوئی بھینس کی پیاس......اس کے بچے کی بیماری......

اس سے کوئی پرواہ نہیں بس مجھے میرا چارہ مل جائے......میرا دانہ مل جائے......میں جگالی لیتا رہوں......کوئی مرے مرے......جئے جئے......ملے ملے......نہ ملے نہ ملے......یہ تو جانوروں کی بات ہے۔

جب انسان صرف دنیا کی چیزوں کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو چلاتا ہے......گھر میں......معاشرہ میں......کاروبار میں......اجتماع میں......انفراد میں......اور اس کے سامنے صرف دنیا ہی ہوتی ہے۔

وہ؟…… کہنے کو انسان…… بولی انسانوں کی بولتا ہے…… کپڑے انسانوں کے پہنتا ہے۔

رجسٹروں میں نام انسانوں کے لکھا جاتا ہے…… دفتروں میں نام انسانوں کے لکھا جاتا ہے۔

یہاں تک کہ محلوں میں انسانوں کے رہتا ہے۔

لیکن…… اگر صرف خود غرضی کی بنیاد پر…… میری بنے…… چاہے کسی کی بنے نہ بنے……

مری روٹی…… میرا کپڑا…… میرا مکان…… میرا بیٹا

میری بیٹی…… صرف ایرا میرا جہاں ہے۔

اور صرف اس بنیاد پر جی رہا ہے…… تو جانوروں کی اس قسم میں ہے جن کے سامنے صرف اپنا پیٹ بھرنا ہے۔

اپنی جگالی لینا…… اپنا دانہ چگنا…… اپنی چونچ مار دینا ہے

بولی چاہے انسانوں کی بولتا ہو…… لیکن یہ گھر میں جانور ہے پہلے نمبر کا انسانی بھیس میں

یہ جانور ہے محلّہ میں پہلے نمبر کا…… انسانی بھیس میں

یہ جانور ہے شہر میں قصبہ دیہات اور گاؤں میں پہلے نمبر کا……

انسانی بھیس میں

یہ جانور ہے ملک میں یہ جانور ہے عالم میں پہلے نمبر کا…… انسانی بھیس میں

انسان دوسرے نمبر کا جانور

اور اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے…… اگر یہ اپنی اس لائن کی محنت میں اور بڑھتا ہے کہ

میری اپنی بنانی ہے……… چاہے کسی کی بگاڑنی پڑے

میری عزت بن جائے….. چاہے کسی کی عزت سے کھیلنا پڑے

چاہے کسی کی ٹانگ کھینچنی پڑے

چاہے کسی کی غیبت کرنی پڑے

چاہے کسی پر بہتان تراشی کرنی پڑے
چاہے کسی کے پیچھے کسی کو لگانا پڑے

میری اپنی بنے .... چاہے جو کچھ ہو .... اس کے لئے دوسرے کی بگاڑنی پڑے تو کوئی دریغ نہیں۔

اگر اس بنیاد پر جی رہا ہے...... تو جتنے چاہے سفید پوشاک پہنتا ہو...... جتنی چاہے اچھی سے اچھی غذا کھاتا ہو۔

جتنی چاہے اچھی سے اچھی زبان بولتا ہو...... جتنی چاہے لوگ اس کو سلامی بھرتے ہو......

لیکن؟ یہ بھیڑیا ہے،...... اس لئے کہ بھیڑئے کا کام یہ ہوتا ہے...... جب وہ بھوکا ہوتا ہے...... اور کسی بکری پر حملہ کرتا ہے۔

وہ اس کو نہیں دیکھتا...... کہ کسی بیوہ کی ہے.... یا یتیم کی،
پردیسی کی ہے......... یا دیسی کی
اپنوں کی ہے.......... یا پرائے کی...... ہم نہیں جانتے کس کی ہے
ہم بھوکے ہیں ہمیں پیٹ بھرنا ہے۔

جب انسان اس بنیاد پر آجاتا ہے...... ہمارے مسائل حل ہو جائیں...... ہماری خواہشات پوری ہو جائیں۔

ہماری چاہتیں پوری ہو جائیں......... ہمارے سارے کام بن جائیں۔
چاہے کسی کی عزت سے کھیلنا پڑے.... کسی کی لڑکی کو بھگانا پڑے
کسی کے گھر میں آگ لگانا پڑے........... چاہے کسی کو دن دھاڑے لوٹنا پڑے......

ہم اسے نہیں جانتے جب انسان اس بنیاد پہ آجاتا ہے تو کہنے کو تو وہ انسان ہے...... لیکن وہ

بھیڑیا ہے انسانی بھیس میں۔

وہ بھیڑیا ہے انسانی لباس میں۔

انسان تیسرے نمبر کا جانور

اور اگر اس سے بھی آگے وہ بڑھتا ہے...... ارے میاں!

اپنا کام بنے نہ بنے........ اپنی کرسی ملے نہ ملے
اپنا عہدہ بنے نہ بنے....... اپنی لڑکی کو ٹھکانہ ملے نہ ملے
اپنا خارخانہ چلے نہ چلے.... اپنا زمیندارہ رہے نہ رہے

لیکن...... کسی کی بننے نہیں دینا...... کسی کو چین سے محلّہ میں رہنے نہیں دینا......

کسی کو امن سے گاؤں میں رہنے نہیں دینا...... کسی کو عافیت کے ساتھ اور سکون کے ساتھ ملک میں رہنے نہیں دینا۔

اگر اس بنیاد پہ آجاتا ہے تو وہ سانپ ہے اور بچھو ہے۔

سانپ؟...... اس کے اندر کی آواز یہ ہے کہ ہمیں تو ماں نے جنا ہی اس لئے ہے، ہم تو ساپن کے ہیں ہم نہ جانیں راستہ سے کون گذر رہا ہے......

حاجی ہے...... نمازی ہے.... کہ قاضی ہے
اچھا ہے........ کہ برا ہے.... جوان ہے
کہ بوڑھا ہے... مرد ہے...... کہ عورت ہے

ہم نے تو ماں کے پیٹ سے جنم ہی اس لئے لیا ہے کہ کسی کو راستہ سے امن سے گذرنے نہیں دینا۔

اور یہ طے ہے کہ جب سانپ کسی کو ڈستا ہے تو اس سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور جس کے وہ کاٹتا ہے وہ تلملا اٹھتا ہے۔

جب بچھو کسی کے ڈنک مارتا ہے تو اس کا پیٹ نہیں بھرتا لیکن جسے ڈنک مارتا ہے اس کے سر سے لے کر پیر تک آگ بھر جاتی ہے۔

کہ جب انسانوں کے سامنے صرف دنیا اور دنیا کی چمک دمک ہوتی ہے، تو پھر یہ انسان اپنے کو جانوروں کی صف میں لا کھڑا کر دیتا ہے۔

انسان میں رکھی ہوئی زبردست استعداد

اسی انسان کو راہِ راست پر لانے کے لئے ......اس کی آنکھیں کھولنے کے لئے اس کو نیند سے جگانے کے لئے ......اس کی غفلت کے پردوں کو چاک کرنے کے لئے ......

اللہ تعالیٰ نے کتنا پیارا انداز اختیار کیا ہے......کہ

او آدم کے بچے!......اور میرے خلیفہ! او نبی کی نمائندگی کی استعداد اپنے میں رکھنے والے! اور جنتوں کے دنیا ہی میں رہ کر سودے کرنے والے! اتنی زبردست استعداد ہم نے تیرے میں رکھی ہے کہ زمین پر بیٹھے بیٹھے...... تجھے جو ہم نے جان و مال کے اختیارات دیئے ہیں اگر ان اختیارات کو نبی کے بتلائے ہوئے طریقے پر استعمال کرے......تو تو اپنے گاؤں میں ......اور اپنے گاؤں میں بھی ایسے محلّہ میں جو گاؤں کے کنارے پر ہے...... جہاں لوگ عام طور پر گذرا نہیں کرتے ......وہاں بیٹھے بیٹھے جنت کے سودے تیرے ہو سکتے ہیں......تو ایسے گاؤں میں رہتا ہے......لیکن تیرا یہ بھلا بول جنتیں الاٹ کرا رہا ہے

تجھے ہم نے کتنی زبردست استعداد دی ہے......کہ تو زمین پر بیٹھا ہے اور تو یوں کہتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ......کوئی کچھ نہیں ...... قابل پرستش ...... قابل عبادت ...... مسجود......مقصود......معبود صرف اللہ کی ذات ہے حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اگر اس کے الفاظ بھی اپنی زبان پر جاری کرتا ہے تو یہ کلمہ سیدھا اُٹھ کر آسمان کی بلندیوں میں جاتا ہے عرش الٰہی کے سامنے کے نورانی ستون میں جنبش و حرکت پیدا کر دیتا ہے......اللہ

تعالیٰ خود کہتا ہے تھم جا! وہ کہتا ہے کیسے تھموں! ابھی زمین پر بیٹھ کر کلمہ پڑھنے والے کی بخشش نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اس کو بخش دیا۔

تیرے اندر اتنی زبردست استعداد ہے کہ اگر تو اپنے خدا کے دیئے ہوئے جان و مال کو صحیح استعمال کرنا سیکھ لے...... نبی کی راہ میں لگا دے......اور اسی کے راستے کی مشق کرتا رہے اور اسی کے ساتھ تو دنیا سے جائے......تو تو کلمہ پڑھ رہا ہو، اور آسمانی نظام تیری موافقت میں حرکت میں آ رہا ہو

انسان اشرف بھی ہے اور ارذل بھی

لیکن یاد رکھنا! اگر تو نے اپنی استعدادوں کو ضائع کیا، تو نے اپنے کو برباد کیا......تو پھر؟ وہ جو ہم نے تیرے لئے قسمیں کھائی ہیں وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ، وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ......

تین کی قسم کھا کر کہتے ہیں ...... زیتون کی قسم کھا کر کہتے ہیں ......طور سینا کی قسم کھا کے کہتے ہیں ...... بلد امین مکہ مکرمہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں البتہ تحقیق انسان کو ہم نے بہت اچھے ڈھانچہ میں پیدا کیا، اللہ قسمیں کھا کر کہتا ہے۔

لیکن یاد رکھنا! اگر راہ تو نے بدل دی...... جان و مال کے اختیار کو......ظلم پر......تعدی پر ...... بدعملی پر......خدا کے حقوق کو پامال کرنے پر......خدا کی مخلوق کے ستانے پر...... اگر لگایا ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سَافِلِیۡنَ، پھر جہنم کا سب سے آخری اور نچلا طبقہ بھی تیرے ہی لئے ہے پھر تو اتنا نیچا.....اتنا ذلیل.....اتنا ذلیل.....کہ تجھ سے زیادہ کوئی ذلیل مخلوق نہیں۔

جیسے اس وقت تجھ سے زیادہ کوئی اونچی مخلوق نہیں اور تجھ سے کوئی زیادہ باوقار......اور تجھ سے کوئی زیادہ باعزت مخلوق نہیں وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ ......ہم نے بنی آدم کو اشرف و اکرم بنایا ہے۔

اسی لئے جب یہ کوئی اپنی غلطی کرتا ہے، جب یہ کوئی چوک کرتا ہے ......تو اللہ پاک چونکہ رب العالمین ہیں ......ارحم الراحمین ہیں، اکرم الاکرمین ہیں ......کیا ماں باپ کو اپنی اولاد سے پیار ہوگا جو خدا کو اپنی مخلوق سے پیار ہے۔

گھوڑے کی عجیب صفات، پہلی صفت

اسی لئے بہت پیار بھرے انداز میں اس آدم کے بچے کو سمجھا رہے ہیں اور کیسی شاندار قسمیں کھائی ......اور کیسی مثال دی ہے ......ایک ان پڑھ سے ان پڑھ ......ناسمجھ سے ناسمجھ اگر سمجھنا چاہے......اور اپنی راہ سیدھی کرنا چاہے بآسانی کرسکتا ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحاً، فَالْمُغِیْراتِ صُبْحًا، فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا، فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ۔

پوری سورت میں کہنا تو اتنا ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کا......اپنے پالنہار و پرودگار کا بڑا ہی ناقدرا ہے، کہنا تو اتنا ہی ہے۔

قسمیں کس کی کھائی؟

گھوڑے کی، اس کی ٹاپ......اس کی ٹاپوں سے نکلنے والی چنگاریوں کی۔

اس کے صفوں کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھ جانے کی ......اپنے مالک کی طاعت میں جان کی پرواہ کیے بغیر اپنے کو جھونک دینے کی ......

اس لئے کہتے ہیں کہ گھوڑے میں بڑی صفات ہیں، گھوڑے کی ایک صفت یہ ہے کہ میلوں کا سفر کر کے آیا ہو بڑی بڑی مسافتیں قطع کر کے آیا ہو، تھک کر چور ہوا اصطبل میں اور اپنی گھوڑال میں ٹانگیں پھیلا کر سو رہا ہو، رات اندھیری ہو لیکن اگر چلنے کی چاپ سن لے، آدمی کے پیروں کی آواز سن لے ایک دم سے کھڑا ہو جاتا ہے......اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والا میرا مالک ہو......میرا چارہ دینے والا ......میرے دانہ پانی کا خیال

کرنے والا

مجھے باندھنے والا......آنے والا میرا مالک ہو،

اسے میری ضرورت ہو......اور میری کیسی بے غیرتی کی بات ہے کہ وہ آئے اور مجھے ٹانگیں پھیلایا پڑا پائے آدمی کی چاپ سن کے گھوڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔

گھوڑے کی دوسری اور تیسری صفت

پھر اس کا مالک کبھی لگام لے کے آگے بڑھتا ہے ......کبھی لگام دینے سے انکار نہیں...... جب اس کی پشت پر سوار ہو جاتا ہے اور باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے لیکن اشارے کا منتظر رہتا ہے......کبھی سوار سوار ہو گیا اتنے میں کسی نے آواز دی صاحب! ذرا سا سنتے جائیو! اب وہ نیچے والا نیچے کھڑا باتیں کر رہا ہے یہ سن رہا ہے آدھا گھنٹہ پونا گھنٹہ گذر گیا گھوڑا اپنی جولانی میں......اپنے نشاط میں......اپنے شباب میں......ایسا کہ ہواؤں سے باتیں کرنا چاہ رہا ہے لیکن اشارے کا منتظر ہے......گھنٹوں گذر جائے جب تک مالک کی طرف سے باگ ڈور کھینچی نہیں جاتی چلنے کے اشارے کی اس وقت تک قدم نہیں بڑھاتا ہے۔

اور پھر جتنی چاہے رفتار سے جا رہا ہو...... ہواؤں سے باتیں کر رہا ہو......لیکن جب مالک اس کی لگام کھینچتا ہے رکنے کی بریک لگاتا ہے، تو تیز رفتار ہوتے وہ ایک دم سے اپنے اوپر کنٹرول کرتا ہے ایسا کہ بعض دفعہ زور اس کے اوپر پڑنے کی وجہ سے اس کے آگے کے پیر چوڑے ہو جاتے ہیں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں پھٹ نہ جائے۔

یوں کہ جان پہ جھیل لونگا لیکن اپنے سوار اور مالک کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ ......او آدم کے بچے! ذرا گھوڑے سے عبرت حاصل کر......جس کی غیرت یہ کہتی ہے جس کا اپنے اوپر کنٹرول اتنا ہے کہ جب کبھی لگام لگانے کو کہتا ہے مالک ......اور جب لگام لگانے کے لئے بڑھتا ہے تو کبھی انکار نہیں......لیکن تو؟......

نہ زبان پہ کنٹرول.........نہ آنکھوں پر لگام.......نہ کانوں پر لگام

نہ کمائیوں پر لگام..........نہ شادیوں پر لگام......نہ لڑکیوں پر لگام

نہ لڑکوں پر لگام............نہ عوام پہ لگام...........نہ خواص پر لگام

نہ تاجروں پر لگام..........نہ حاکموں پر لگام......نہ کاشت کاروں پر لگام

نہ زمین داروں پر لگام....نہ مزدوروں پر لگام....نہ محکوموں پر لگام

گھوڑے کی صفات سے زبردست عبرت

ارے آدمیو! انسانو! آدم کی اولاد! گھوڑے سے عبرت لو جو ہر وقت لگام کے لئے تیار، شریعت کیا ہے؟ دین کیا ہے؟ خدائی پابندیوں کا نام دین ہے۔

کہ ہر انسان کو ہر قدم پر ......اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ چوبیس گھنٹے کی زندگی میں ہر بندے اور بندی کی طرف اللہ کے احکامات اس طرح متوجہ ہوتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے......ایک کے بعد ایک......ایک کے بعد ایک......کہ یہ بولو......یہ مت بولو......

یہ سنو...............یہ مت سنو

ادھر دیکھو.........ادھر مت دیکھو

ادھر قدم اٹھاؤ....ادھر مت اٹھاؤ

یہ لو...............یہ مت لو

یہ سوچو...........یہ مت سوچو

ایک ایک چیز پر پابندی ہے......ان ہی خدائی پابندیوں کا نام دین ہے۔

اور پابندی کتنی؟......بہت تھوڑی......

حضرت رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اَعْمَارُ اُمَّتِی مَا بَیْنَ سِتِّیْنَ وَسَبْعِیْنَ۔

میری امت کی عمومی عمریں ساٹھ اور ستّر کے درمیان ہیں۔

اگر کسی کی عمر ستّر سال کی ہے تو آدھی راتیں نکال دو، کتنی رہ گئی؟ پینتیس ۳۵، پینتیس میں سے پندرہ سال بالغ ہونے سے پہلے کے نکال دو، بیس رہ گئی، اس میں بھی بیماری سیماری...... کل بیس سال......اور آخرت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر......اس آخرت کے ایک دن کے مقابلہ میں دنیا کی چند روزہ زندگی......سکنڈوں کا حساب بھی نہیں بیٹھتا......لیکن اگر اس کو پابندیوں کے ساتھ گزار لیا......اپنے پہ قابو پالیا......اپنے پر کنٹرول کرلیا...... ہر موڑ پر یہ معلوم کیا کہ اللہ کا حکم کیا ہے...... نبی کا طریقہ کیا ہے؟

اللہ کے راستہ میں نکلنے کا مقصد

اسی لئے اس راستہ میں جو جماعتوں میں نکلنا ہوتا ہے......چار چار مہینہ...... چھ چھ مہینہ ...... چلہ...... پیدل سواری......اندر......باہر کیا کرنا ہے؟ کیوں نکلنا ہوتا ہے؟......کہ......جو جہاں ہوتا ہے......

امیر امارت میں........غریب غربت میں
تاجر تجارت میں.......کاشتکار کاشتکاری میں
مالدار مالداری میں....حاکم حکومت میں

جو جہاں ہے ہر ایک اپنے اپنے خانے میں اللہ کی مان کر چلنے والا بن جائے...... نبی کے طریقہ کے مطابق چلنے والا بن جائے......اس کی مشق کے لئے جماعتوں میں نکلنا ہے......اس کے لئے اپنی جان و مال کا کھپانا ہے۔

یوں کہ اگر یہ چندروزہ اپنے پر پابندی کر لیتا ہے، تو خدا اس کے اختیارات میں وسعت کیسی دے گا؟ یوں کہ یہاں اگر اپنے اختیارات پر کنٹرول کر لیا، ہاں زبان تو دی ہے بولنے کے لئے۔

جہاں کی یہاں بھی لگا سکتے ہیں.......اور وہاں کی یہاں بھی لگا سکتے ہیں

آگ بھی بھڑکا سکتے ہیں.............گاؤں کو پورے لپیٹ میں لے سکتے ہیں

خاندانوں میں لٹھ چلوا سکتے ہیں.......اختیار تو اس کا بھی ہے

لیکن اس اختیار کو غلط استعمال کرنے کے بجائے....

ان میں دوستی قائم کرانا...............ان میں بھائی چارگی قائم کرانا

ان کے ٹوٹے دلوں کو جوڑنا.......ان میں پیار محبت پیدا کرنا

انہیں نماز پہ جوڑنا................انہیں تعلیم کے حلقوں پہ جوڑنا

انہیں فضائل کی باتیں بتانا........انہیں آخرت کی باتیں بتانا۔

اور اس پر؟ اگر زبان کو استعمال کرنا چاہو تو اختیار اس پر بھی ہے

اگر چار مہینہ اللہ کے راستے میں نکل کر ان اعمال کی مشق کی ......اپنے اختیارات کو صحیح استعمال کرلیا......اور اختیارات کو صحیح استعمال کرنے کی مشق کرتے کرتے استعداد بن گئی تو چندروزہ اپنی جان و مال کے اختیارات کو اللہ کی مرضی پر استعمال کرنے پر......اور یہ تو لگے گا بہت تھوڑا......لیکن پھر خدا جو مرنے کے بعد کی زندگی میں اختیارات میں وسعت دیں گے؟

......گویا چھوٹی موٹی خدائی دے دیں گے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ......

کہ اب تمہیں اختیار ہے

اب جس کی جنت میں جا کے چاہو ملاقات کرلو...... جو چاہو کھالو...... جو چاہو پی لو...... جو چاہو پہن لو...... جہاں چاہو گھومو...... کہ چھوٹی موٹی خدائی ہے؟ اب تم جو چاہ رہے ہو...... کہ تم نے دنیا میں چندروزہ اپنی چاہتوں پر کنٹرول کیا......اپنے اختیارات پر قابو پایا......اب لو تمہاری چاہتوں کا اختیار بہت وسیع ہے۔

غلط زندگی کا انجام

اور اگر اللہ نہ کرے سب ......اسی چمک دمک پر......اسی دنیا کے رنگ وروپ پر...... اسی کی جاگیرو جائدادوں پر......زندگی کے یہ چند روز جیئے اور اپنے اعمال خراب کر لئے...... تو کیا ہوگا؟ قرآن بتا رہا ہے......اللہ کی کتاب ہے...... جتنے ضابطے...... جتنے قانون...... اللہ کے ہیں سب قرآن میں ذکر کر دیے......اور بتا دیا کہ

ہماری کسی سے رشتہ داری نہیں.......ہمارا کسی سے رشتہ ناطہ نہیں

ہمارے سب بندے اور بندیاں ہیں......ہمارے سب کے لئے ضابطے ایک ہیں

اسی لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے اعاذ ھا اللہ منہ......اور آپ ہی نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا تھا کہ اِعۡمَلِیۡ یَا فَاطِمَۃُ ...... فاطمہ! عمل کرتی رہنا......اس خیال میں مت رہنا کہ نبی کی بیٹی ہو......اس لئے کہ خدا کے یہاں سب کے لیے ضابطہ ایک ہے...... وہاں فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ اور وَ اَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَھُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ،

جس کی نیکی کا پلڑا بھاری......اس کے لئے جنت......جس کی برائی کا پلڑا بھاری...... اس کے لئے جہنم...... یہ ہمارا اٹل فیصلہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔

جان و مال کے اختیارات کو صحیح اور غلط استعمال کرنے کے نتائج

اسی لئے حضرت رسول پاک ؐ نے اپنے زمانے کے تمام مردوں اور عورتوں کو خدا کی دی ہوئی جان و مال کے اختیار کو استعمال کرنے کے نتائج بھی بتلائے، مثالوں سے سمجھایا اور آخرت میں خدا کیا دیں گے وہ بتلایا۔

معراج سے واپسی پر انسانی جان و مال کے اختیارات کو صحیح غلط استعمال کرنے پر جو کچھ اللہ نے آپ کو دکھایا وہ آپ ﷺ نے آ کر بتلایا، آپ نے خبر دی معراج سے واپسی پر۔

میرے لئے ایک سواری لائی گئی، میں چلا، ایک جگہ سے گذرا تو مجھ سے کہا گیا سواری سے اتر کر دوگانہ ادا کیجئے میں نے ادا کی ...... میں نے پوچھا یہ کیا جگہ ہے۔ جبریل امین نے بتلایا یہ آپ کی ہجرت کی جگہ ہے۔

آگے سواری چلی ایک بہت صاف روشن!

نورانی جگہ سے گذر ہوا، جبریل نے کہا سواری سے اتر کر دوگانہ ادا کیجئے، میں نے ادا کی۔ میں نے پوچھا یہ کیا جگہ ہے، کہا یہ شہر مدین شعیبؑ کی بستیاں ہیں،

آگے سواری چلی ...... ایک بہت صاف روشن نورانی جگہ سے گذر ہوا ...... پوچھا تو بتایا کہ حضرت موسیٰؑ کی وہ جگہ ہے جہاں اللہ سے انہوں نے ہم کلامی کی۔

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آسمان سے گذرا ...... دیکھا انسانوں کی بہت بڑی بھیڑ ...... بہت بڑا مجمع اور ان کے سامنے لگن بڑے بڑے رکھے ہوئے ...... ایک لگن میں پکا ہوا خوشبودار انتہائی لذیذ گوشت ...... اور دوسرے میں سڑا ہوا کچا بدبودار کیڑے اس میں چل رہے ...... لیکن کہ ......

حضرت رسول پاکؐ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اس اچھے خوشبودار کو چھوڑ کر اس سڑے پر گرے جا رہے ہیں ...... میں نے جبریل امین سے پوچھا ارے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ یہ کیا ماجرا ہے؟

جبریل امین نے بتایا اے اللہ کے پیارے پیغمبرؐ! یہ لوگ آپؐ کی امت کے مرد و عورت ہیں، یہ کیا کر رہے ہیں؟ اے اللہ کے رسول! ہر آدمی کے اچھے اور برے عمل کی جزا و سزا آخرت میں ہے، یہ اس بدعملی کی جزا و سزا ہے کہ انہوں نے حلال کی کمائیاں چھوڑ کر حرام کمایا ہوگا، حرام کے لقموں سے پیٹ بھرا ہوگا۔ حرام کے لقموں سے اپنے بچوں کی پرورش کی ہوگی، ان کو خدا اس حرام کی کمائی اور حرام کے کھانے کے نتیجہ میں یہ سزا دے گا۔

آخری درجہ کا حرام

جس کو دنیا آج بڑی لذتوں سے کھا رہی ہے......اور پھر ظلم پر ظلم یہ ہے۔

برائی پرلے درجہ کی......حرام آخری درجہ کا......سگی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنے سے زیادہ بدتر جس ''سود'' کو کہا ہو حدیث میں چھتیس مرتبہ کی بدکاری سے بدتر ہے سود کا پیسہ۔

کتنی لذتوں کے ساتھ کھایا جارہا ہے...... یہاں بھی ہیں......وہاں بھی ہیں۔

ان کی برانچ یہاں بھی ہیں.........ان کی برانچ وہاں بھی ہیں

ان کے کاروبار یہاں بھی ہیں......وہاں بھی ہیں،

یہاں بھی گاڑیاں چل رہی ہیں....وہاں بھی ٹیکٹر چل رہے ہیں،

یہاں بھی کنویں کھودرہے ہیں.....وہاں بھی کھودرہے ہیں،

ارے کنویں نہیں کھودرہے ہو......اپنی موت کے کنویں جیتے جی کھودرہے ہیں

میں نہیں کہتا ہوں، قرآن ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے۔

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَروا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰو اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْن،

ایمان والو! اللہ سے ڈرو، سود و بیاج کو چھوڑو، اگر تم اللہ کو مانتے ہو۔

سود پر اللہ کا اعلان جنگ

آگے قرآن کیا کہتا ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ، اگر تم نے ایسا نہ کیا، سودی کاروبار نہ چھوڑے (اور بیچ میں عرض کردوں سود؟ لینا دینا لکھنا پڑھنا، یہ علماء بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لو سب برابر کے گنہگار ہیں) لوگ آتے ہیں پوچھنے کے لئے مولوی صاحب! ہم لیتے تو نہیں ہیں کیا کریں؟ لیتے نہیں تو پوچھنے کی کیا ضرورت؟ لیکن چوری سے جائے ہے پھری سے نہ جاتے۔ کیا کہتے ہیں ڈائرکٹ نہیں...... ان ڈائرکٹ، وساطت سے۔

یاد رکھو! گو...... گو ہے...... پاخانہ...... پاخانہ ہے......کھلا رکھو یا پلاسٹک کی تھیلیوں میں پیک کر کے ڈالو......وہ مٹھائی نہیں بن سکتا......گاجر کا حلوہ نہیں بن سکتا۔

خدائے پاک کی قسم کیا پاخانہ میں بدبو اور سڑاھن ہوگی، اور کیا اس میں گندگی ہوگی...... جو سود کے راستے میں گندگی ہے، کون کہتا ہے؟

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ۔

اگر تم اللہ سے نہ ڈرے......تم نے بیاج وسود نہ چھوڑا تو تمہارا اعلان جنگ ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے......قرآن کہہ رہا ہے؟ جو اس راستے میں قدم رکھ رہا ہے وہ آستین چڑھا رہا ہے خدا کے مقابلہ میں......وہ آستین اور پائچے چڑھا رہا ہے رسول پاک ؐ کے مقابلہ میں۔

یاد رکھنا! سو سونار کی ایک لوہار کی۔

خدا بدعملیوں پر، خدا کے حکموں کے توڑنے پر ایک دم سے پکڑ نہیں کرتا......لیکن جس دن پکڑ کرتا ہے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتا ہے، یہ قرآن کے واقعات الف لیلیٰ کی داستان نہیں ہیں، یہ لیلیٰ مجنون کے قصے نہیں ہیں۔

قوم عاد کی ساری طاقتیں دھری رہ گئیں

یہ قوم عاد...... جسے اپنی قومی طاقتوں پر ناز تھا...... جسے اپنی اکثریت پر گھمنڈ تھا،...... مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ہم سے بڑھ کر طاقت والا ہے کون؟ ساٹھ ہاتھ لامبے قد، بیس ہاتھ چوڑے سینے......پتھر پر مکا مارے تو ریت بنا دے...... نبی نے آکر پیار کے ساتھ سمجھایا مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ، ایک اکیلے اللہ کی عبادت کرو............ جو راستہ میں تمہارے لئے لے کر آیا ہوں اسے اپنا لو۔

کیوں مانیں خدا کو...... کیوں مانیں خدا کی...... کیوں مانیں نبی کو...... کیوں مانیں نبی کی، ہم تو من مانی کریں گے، جی چاہی گذاریں گے، کیا ہوا؟

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَّةٍ۔

سات راتوں کی اور آٹھ دنوں کی مسلسل آندھی چلائی ہے خدا نے اس قوم پر۔ ساٹھ ہاتھ لانبے قد انسانوں کو تیز وتند ہواؤں نے ایسا پچھاڑا ہے زمین پر جیسے کھجور کے خشک تنے زمین پر کھڑے پڑے ہوں۔

دوسری جگہ قرآن کہتا ہے كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ، گویا پہلے وہاں آبادی تھی ہی نہیں۔

قوم سبا کو اپنے باغات پر اپنے زمیندارہ پر غرور تھا گھمنڈ تھا...... انہیں بھی سمجھا رہے ہیں۔ خدا کہہ رہا ہے:

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ، بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ،

اللہ کی دی ہوئی ہیں ...... ننگے آئے تھے ماں کے پیٹ سے تو کچھ بھی نہیں لائے تھے...... یہ زمیندارہ خدا نے تمہیں دیا ہے...... یہ باغات تمہارے پھلوں سے لدے ہوئے۔

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ،

تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟

تم نے تو بھلے ٹنگے بیج کو بھی کھاد میں گوبر اور پائخانہ میں ملا کر اسے رائگاں اور برباد کردیا تھا...... ہم نے زمینوں کے سینے چیرے ہیں ...... ہم نے زمینوں کے جگر پھاڑے ہیں...... ہم نے اس بیج کو کونپل کی شکل میں لاکر درخت...... اور درخت کو پھل دار بنایا ہے...... ہمیں پہچانو۔

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کھاؤ اور اس کی قدر کرو، قدر کیا ہے، شکر کیا ہے، بیچ میں کہہ دوں۔

شکر کے تین درجے

علماء کرام نے شکر کے تین درجے لکھے ہیں۔

سب سے پہلا درجہ......نعمت پر دل سے اس کی عظمت، اے اللہ میں تو گھونٹ پانی کا مستحق نہیں...... میں ایک دانہ کا حقدار نہیں......صرف تیرا کرم ہے......تو نے کھانے کو دیا ...... پینے کو دیا......آنکھیں دیں،......ہاتھ دئے۔

پیر دئے......زبان دی، دل ودماغ دیا......

اللہ تیرا شکر ہے......دل میں عظمت ہو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی۔

زبان سے شکر دوسرا درجہ ہے کہ اللہ تیسرا شکر ہے......اللہ تیرا شکر ہے۔

تیسرا جو اصلی اور حقیقی درجہ ہے شکر کا...... وہ یہ ہے کہ ہر نعمت کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس نعمت سے متعلق اللہ کا حکم کیا ہے اور حضرت محمدؐ کا اس نعمت کے استعمال کا طریقہ کیا ہے، ان دونوں کی رعایت کے ساتھ نعمت کا استعمال یہ صحیح شکر یہ ہے اسی شکر پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نعمتوں کے دہانے کھلتے ہیں۔

اور جہاں قرآن نے شکر پر نعمتوں کے اضافے کو بتایا وہیں ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ وَلَئِن كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ کہ ہم ناقدریوں پر نعمتوں کو چھین لیا کرتے ہیں اور ہمارا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کا ارشاد ہے کسی نعمت کے زوال کے لئے اس کی ناقدری سے بڑا کوئی سبب نہیں ہے۔ نعمتیں کتنی ہیں؟ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا، اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

اپنا وجود اللہ کا انعام ہے...... زمینیں...... آسمان...... چاند......سورج......ستارے ......ماں باپ کا سایہ......اچھے پڑوسی......اچھا ماحول......اور کوئی اپنے کو بھلی راہ چلاتا ہے اس کے لئے اس محنت کا وجود......علماء ہمارے پاس......مدارس ہمارے پاس۔

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کا ارشاد کہ کا دعوت کام اس زمانے میں ایک ربانی لہر ہے

دعوت کی محنت ہمارے پاس...... چاروں طرف ماحول ساز گار

اسی لئے مجھے خوب یاد ہے ایک بڑا وفد آیا تھا ایک ملک سے ......اس میں بڑے علماء تھے۔ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانیؒ کی خدمت میں اس وفد کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا تھا، اور تعارف کرایا کہ حضرت فلاں جگہ کے ہیں ......اور بڑے بڑے علماء ہیں ......پہلی ہی ملاقات پر پہلی جو حدیث پڑھی ہے اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِی اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ فَتَعَرَّضُوْلَھَا اَوْ کَمَا قَالَ رُسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کبھی کبھی زمانے میں ربانی لہریں چلا کرتی ہیں، جب ربانی لہر کوئی چلا کرے تو اپنے آپ کو جھونک دو اپنے آپ کو پیش کر دو، ......پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی صحبت اور ان کے زمانے کی اونچ نیچ جو دیکھی ہوئی تھی ......کام کی ابتداء کہاں سے ہوئی ...... کیسے ہوئی ...... کیسے لوگ متوجہ ہوئے ......کہاں کہاں رکاوٹیں آئی پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی کیسی بے چینی و بے قراری تھی ......پھر اللہ نے کام میں کیسی ترقی اور اس دنیا میں جو ساری شکلیں بن رہی ہیں۔

فرمایا کہ میں اپنے ساٹھ ستر سال تک اپنی آنکھوں کے دیکھے

اپنے مشاہدے کے نتیجے اور خوب اپنی سمجھ بوجھ کے نتیجے میں کہتا ہوں کہ اس وقت پورے روئے زمین پر دعوت کا کام سادہ آسان جسے ہر طبقہ کا ہر فرد بآسانی کر سکتا ہے بسہولت کر سکتا ہے اور ثمرات اس کے کہ زندگیوں میں تبدیلی آتی ہے، کارگزاریاں سناویں مہینوں کا اجتماع کافی نہیں ہو سکتا، تم ایک ہی رات میں ساری سن لو،

فرمایا اللہ کا کرم ہے حدیث پر خوب گہری نظر ہے ...... اللہ نے توفیق دی ہے قرآن خوب سمجھا ہے۔

علماء کی اکابر کی اور مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں ...... حضرت مولانا الیاسؒ کے شب و روز کو دیکھا ہے

کام کی ابتدا سے لے کر اب تک کا زمانہ ...... اور اس پر آئے ہوئے سارے دور میرے سامنے ہیں ان سب کی روشنی میں کہتا ہوں ...... اس وفد سے خطاب کر کے فرمایا

اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِی اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ ۔ کہ اس زمانے میں اس صدی میں

یہ سادہ اور آسان کام پوری امت کے لئے اللہ کی طرف سے ایک ربانی لہر ہے،

خدا ہمیں کام کی سمجھ نصیب فرمائے کہ صرف اتنا نہیں ہے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لی، صرف اتنا نہیں کہ چلہ دے دیا ...... تھوڑی دیر تعلیم میں بیٹھ گئے ...... گشت کر لیا۔

ارے یہ کام ہے ...... امت کی ذمہ داری ہے وَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، حضورؐ کا ارشاد ہے تم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہے، اور ہر ایک کے ذمہ پوری امت کی ذمہ داری ہے۔

پوری امت بمنزلہ جسم کے اعضاء کے ہے

اُمت کو اٹھایا ہی اس بنیاد پر تھا۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَاَعْضَاءِ جَسَدٍ وَاحِدٍ ۔

تمام ایمان والے پوری دنیا کے ایک جسم کے اعضاء و جوارح کی طرح ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخن تک کسی ایک عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے، پورا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔

راستہ چلتے ٹھوکر لگ گئی ناخن اکھڑ گیا اب اتنا سارا لمبا چوڑا موٹا تگڑا بدن ہے ایک ناخن اکھڑ گیا، رہا تو کیا؟ اکھڑ گیا تو کیا؟ ...... ارے! آدمی کی چیخ نکل جاتی ہے۔ کھانے کو جی چاہتا ہے۔ نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے ...... یہ تمہیں مذاق سوجھ رہی ہے

میری اس وقت جان جا رہی ہے

ارے میاں ناخن ہی تو ہے،...... ہاں! ناخن ہی تو ہے لگا ہوتا تو پتہ چلتا،

بتیس دانتوں میں سے ایک دانت کا درد تندرست وتوانا، لحیم وشحیم آدمی کو ڈھیر کر دیتا ہے

حضرت محمدؐ نے ایک ایک کلمہ گو مرد وعورت کو اس بنیاد پر اٹھایا تھا کہ

جان تمہاری اپنی نہیں ہے............... مال تمہارا اپنا نہیں ہے

تم اپنے لئے بہت تھوڑے ہو........... تمہاری جانیں تمہارے لئے بہت تھوڑی ہیں

تمہارا مال تمہارے لئے بہت تھوڑا ہے...... اصل تو تم اللہ کی مخلوق کے لئے ہو

جس طرح آنکھ اپنے لئے تو کبھی کبھار دیکھتی ہے...... کوئی کچرا پڑ گیا...... سرخی آ گئی......

درد ہو گیا...... تو آنکھ بے چاری کہتی ہے...... ذرا صاحب! مجھے بھی لے چلو ڈاکٹر کے پاس۔

ورنہ...... ناخن کی تکلیف ہو تو آنکھ...... کھجلی کی تکلیف ہو تو آنکھ

کمر کی ہو تو آنکھ...... پیٹ کی ہو تو آنکھ

پورے جسم کے لئے ہر وقت دیکھنا...... اپنے لئے تو کبھی کبھار دیکھنا

امت کو اسی بنیاد پر اٹھایا تھا...... کہ تمہاری جان و مال تمہارے لئے تو بہت تھوڑی ہے ......جتنی مقدار شریعت نے بتائی ہے۔

حقوق شریعت بتائے گی........... ہم تو بہت دور ہے، بہت دور ہیں

شریعت نے ایک ایک چیز کا حق بتایا ہے۔

جان و مال کا سودا خدا کر چکا ہے

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔

خبردار! جان و مال کا سودا تمہارا خدا کر چکا ہے اب تم کہیں بک نہیں سکتے...... کوئی طاقت دینا میں ایسی نہیں جو تمہیں خرید سکے۔

کوئی خزانہ ایسا نہیں ہے...... جو تمہاری قیمت چکا سکے،

تمہارا خریدار......صرف اور صرف اللہ ہے

لیکن جب آدمی اللہ کی خریداری پر راضی نہیں ہوتا......تو پھر جس بھاؤ چاہتا ہے ......زبان بیچ دیتا ہے۔

جس بھاؤ چاہتا ہے........آنکھیں بیچ دیتا ہے،

جس بھاؤ چاہتا ہے........جذبات بیچ دیتا ہے

جس بھاؤ چاہتا ہے........ٹانگیں اور ہاتھ بیچ دیتا ہے

جیسے دیکھا ہوگا......منڈی میں چلے جاؤ......تو پورا جانور بھی بکتا ہے...... پورا بکرا لے لو......پوری بکری لے لو......پورا مینڈھا لے لو......پورا جانور بھی بکتا ہے۔

اور گوشت کی دکان پر چلے جاؤ......صرف کلیجی چاہتے تو وہ لے لو......پھیپھڑے چاہتے تو وہ لے لو

دل گردے چاہتے ہو تو وہ لے لو..........دشت اور ران چاہتے ہو تو وہ لے لو

کھری پائے چاہتے ہو تو وہ لے لو..... پورا بھی بکتا ہے، ٹکڑے بھی بکتے ہیں وائے ناکامی! کہ ہم بھی اسی رو میں بہہ رہے ہیں۔

اور انسان...... پورا بھی بکتا ہے......ٹکڑے بھی بکتے ہیں

اس کی زبانیں بک رہی ہیں......اس کی نگاہیں بک رہی ہیں

اس کے جذبات بک رہے ہیں......اس کے کانوں کی شنوائی بک رہی ہے

اس کے قدموں کا چلنا بک رہا ہے

ہمیں تو قرآن نے یہ کہا ہے...... نہ کسی عورت نے ایسا جنا ہے...... نہ جن سکتی ہے......جو تمہارے جذبات کا سودا کر لے...... جو تمہاری نگاہوں کو خرید لے ......تمہارا خریدار صرف اللہ ہے۔

ہاں! جب تم اللہ کی خریداری پر راضی نہیں ہوں گے ...... تمہارے یہاں جنتوں کے یقین میں کمی آجائے گی، جب دنیا تمہارے دلوں میں اتر جائے گی .... اور اس کی محبت تمہارے دلوں میں گھر کر جائے گی۔

دنیا کی محبت نے اصلی مقصد سے غافل کردیا

اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا:

اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیْ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ، وَاِذَا تَرَكَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ۔

جب دنیا کی عظمت، دنیا کی قیمت، دنیا کی وقعت، دلوں میں گھر کر جائے گی تو ہیبت اسلام و ایمان تمہارے دلوں سے نکل جائے گی۔

جب تم اپنا اصلی کام .... جس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہو۔

قرآن ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔

تم نے ماؤں کے پیٹ سے جنم ہی اس کے لئے لیا ہے

جتنے تمہارے نبی اونچے ہیں نبیوں میں
اتنی یہ امت بھی اونچی ہے تمام امتوں میں

لیکن تمہاری اونچائی کی بنیاد ...... تمہارے بڑے مکانات نہیں ہیں ...... تمہارے لمبے چوڑے زمیندارے نہیں ہیں۔

تمہارے بینکوں کی بینک بیلنس نہیں ہے ...... تمہارے دنیوی نقشے اور شکلیں نہیں ہیں۔

تمہاری خیریت ...... تمہاری اونچائی ...... دعوت کے کام کی وجہ سے ہے۔ خدا کی مخلوق کو بھلی باتوں کا حکم کروگے برائی سے بچاؤ گے۔

تمہاری شخصی زندگی ......تو منون باللہ...... یہ نہیں کہ
سارے جہاں کا درد اپنے جہاں سے بے خبر نہیں،
ہمیں سب کو لے کر چلنا ہے...... اپنی شخصی زندگیوں کو بھی بنانا ہے۔

اعمال سے طبیعت کیوں گھبراتی ہے

اپنے اندر میں ایمان کی طاقت کہ جس ایمان میں روز ترقی ہو رہی ہو
جس ایمان کی بنیاد...... کہ زمین سے لے کر آسمان تک...... مشرق سے لے کر مغرب تک۔
ذرے سے لے کر پہاڑ تک...... چیونٹی سے لے کر جبریل تک۔
قطرے لے کر ٹھاٹھے مارتے سمندر تک...... کوڑی سے لے کر کروڑوں تک
اور سوئی سے لے کر ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تک
لا الہ...... کوئی کچھ نہیں...... الا اللہ...... ایک اکیلی ذات اللہ کی ہے۔
محمد رسول اللہ...... کہ میرے گھر کے سوئی تاگے کی ضرورت سے لے کر......
میرے جنت کے داخلہ تک۔
میری زندگی کی جتنی نشیب و فراز...... اور جتنی اونچ نیچ اور مسائل سے دوچار ہونا
ان تمام میں کامیابی کی راہ...... صرف اور صرف...... محمد رسول اللہؐ کے اعمال ہی میں ہے۔
اگر میرے پاس کھانے کو لقمہ نہیں ہے...... تن ڈھانکنے کو چیتھڑا نہیں ہے
سر چھپانے کو جونپڑا نہیں ہے...... کوئی مجھے ادھار نمک دینے کو تیار نہیں ہے
لیکن اگر میرے پاس محمدؐ کے اعمال ہیں تو خدا مجھے دنیا میں بھی اور خدا مجھے آخرت میں بھی کامیاب کرے گا۔
یہ یقین اندر میں ہو اور اس یقین میں روز اضافہ ہو رہا ہو کہ پھر اعمال کی طرف طبیعت چل رہی ہو۔

یہ جو اعمال سے طبیعت گھبرا رہی ہے.......

تعلیم سے طبیعت گھبرا رہی ہے......گشت سے طبیعت گھبرا رہی ہے۔

تسبیح پڑھنے سے طبیعت گھبرا رہی ہے..اللہ کے راستے میں نکلنے سے طبیعت گھبرا رہی ہے

مسجد سے طبیعت گھبرا رہی ہے......سود چھوڑنے سے طبیعت گھبرا رہی ہے۔

یہ اس لئے ہے کہ ابھی ہمیں اعمال کا چسکہ لگا نہیں،

جب چسکہ لگ جاتا ہے اس راستے کا............

ابراہیم بن مامون رشید کا واقعہ

وہ مامون رشید کا بیٹا ابراہیم...... جسے چسکا لگا تھا

وہ شاہی ٹھاٹھوں کے ساتھ رہنے والا......ایک دن اپنے بالا خانہ میں بیٹھا ہوا ہے...... دریا کا منظر دیکھ رہا ہے، سامنے دریا بہہ رہا ہے......ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں...... عجیب منظر دیکھا کہ ایک آدمی آیا وہاں،......اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا سا ہے،......اس نے تھیلے میں سے کٹورا نکالا......دریا کی طرف بڑھا......اس کٹورے میں پانی لایا......اپنی جگہ آ کے بیٹھ گیا......پھر اس تھیلے میں سے کپڑا سا نکالا......بیٹھ کے اب اس تھیلے میں سے روٹی کے ٹکڑے نکالے...... کچھ روکھے کھائے ...... کچھ پانی میں بھگو کے کھائے ...... جب کھا چکا...... پانی پی لیا...... جو ٹکڑے بچے تھے تھیلے میں واپس رکھ دئے...... پھر اسی کپڑے کو بچھا کر وہی لمبا دراز ہو گیا۔

ابراہیم ابن مامون رشید کے لئے یہ منظر بہت چوٹ مارنے والا تھا، اس نے اپنا آدمی بھیجا جاؤ اس فقیر کو لے آؤ لیکن وہ؟ وہ فقیر بھی ایسا ہی تھا......اس نے یوں کہا کہ یہ میرے قیلولہ کا وقت ہے، میں لیٹا ہوں۔ میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ ؐ کی سنت ہے، اس وقت میں آرام کروں گا سنت کی نیت سے۔

یقین میرا یہ ہے کہ زمین وآسمان سے زیادہ قیمت نبی کے طریقے کی ہے۔

اب وہ تو شہزادہ تھا۔ آدمی نے آکر خبر دی کہ جی وہ تو یوں کہہ رہا ہے، ارے جاؤ ہمارا نام لو، ہمارا تعارف کراؤ۔

کہتے ہیں...... کہ اجی! تم نے ہمارا نام نہیں لیا ہوگا، انہوں نے ہمیں پہنچانا نہیں ہوگا، اس نے جا کر کہا کہ اجی یہ ابراہیم ہیں، مامون رشید کے بیٹے وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔

اس نے کہا، جا کر کہہ دے کہ صاحبزادے بلائے یا ابا جان مامون رشید بلائے، نبی کے طریقہ پر کسی کی آواز کو...... نبی کی آواز پر کسی کی آواز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

اب تنگ آئے بجنگ آئے...... ایسے لوگوں کی جب انسلٹ ہونے لگے کہ ہمیں پہنچانا ہی نہیں۔

ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں...... ہم اتنے بڑے باپ کے۔

اللہ والا مزدور مامون رشید کے دربار میں

ابراہیم کو آیا غصہ...... آدمی بھیجے کہ اب اسے کچھ مت کہو اٹھا کے لے آؤ...... اب بے چارہ کمزور تھا آیا ابن مامون رشید کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ جی حضور!

کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ یہ کیسے کھانا کھایا؟ وہ ٹکڑے کیوں واپس کیے؟ بڑوں کے یہاں سوالات کی بھرمار بہت ہوتی ہے...... کچھ کرنا دھرنا نہیں ہوتا، مولیصاحب! ایک بات پوچھ لوں، اور ذرا؟............ کیا پوچھنا ہے؟

پانچ وقت کی نمازیں پڑھ.... ہفتے کی دو گشتیں کر۔
روزانہ تعلیم میں بیٹھ.......... صبح وشام تسبیحات پڑھ
قرآن کی تلاوت کر.......... مہینے کے تین دن دے
گھر میں روزانہ تعلیم کر۔

کیا پوچھنا ہے؟ تجھے مسجد وار جماعت کا؟ ہم کیا کریں......گشت کیسے کریں......اور تعلیم کتنی دیر کریں......تو ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں، یہ سب نہ کرنے کی باتیں ہیں۔

کتنا کھول کھول کر کام کی اہمیت کو...... کام کی ضرورت کو......کام کے فوائد کو...... عالمی پیمانہ پر اس کی افادیت کو......اس کے نتائج کو دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔

پھر بھی پوچھ رہے ہو تو؟ تو کیا اس کام کو کرنا بھی فرض عین ہے......کیا واجب ہے......کیا فرض کفایہ ہے......سنت مؤکدہ ہے......کرنا نہیں ہے یوں کہو نا سیدھے سیدھے۔

مامون رشید کی طرف سے سوالات کی بھرمار

وہ مامون رشید کے بیٹے نے سوالات کی بھرمار کردی۔

کون ہو؟ اللہ کا بندہ

کہاں رہتے ہو؟ اللہ کی زمین پر

کیا کرتے ہو......مزدوری کی تلاش میں نکلتا ہوں

یہ کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میری ماں ہے، میری ایک بہن ہے جوان ہے ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی............ میں مزدوری کی تلاش میں نکلتا ہوں......روٹی روزی کا مسئلہ اتنا کمزور ہے کہ ماں اور میری بہن...... چونکہ پردہ کا بھی مسئلہ ہے......اس لئے وہ گھر میں رہتی ہیں...... چونکہ تنگی ہے......اس لئے وہ دن بھر روزے سے رہتی ہیں......میرے انتظار میں رہتے ہیں کہ کچھ کما کر لے جاؤں گا تو وہ کھائیں گے۔

یہ ٹکڑے کیا ہیں؟ کہا جو گھر میں بچتے ہیں وہ میں لے کر آتا ہوں کہ پتہ نہیں دوپہر کہاں ہو......شام کہاں ہو......تو یہ بچے ہوئے روٹی کے ٹکڑے ہیں کچھ بھگو کر کھا لیتا ہوں کچھ سوکھے کھا لیتا ہوں۔

بچے ہوئے واپس کیوں ڈالتے ہو؟ کہ واپس جب جاتا ہوں تو افطاری کا ان کا وقت

ہوتا ہے تو یہی میری ماں اور بہن کی افطاری ہوتی ہے پھر اگر اس میں سے کچھ بچ جاتے ہیں تو یہی ان کی سحری بھی ہو جاتی ہے۔

کب تک ٹھہرو گے...... کیا کرو گے...... بھائی صاحب مجھے معاف کردو...... میں مزدور آدمی ہوں مجھے کام ڈھونڈنا ہے تم تو فارغ البال ہو...... تمہیں تو کچھ کرنا ہے نہیں...... میری چھٹی کردو...... یہ کہہ کر وہ چلتا بنا، خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کرتے ہو۔

ابراہیم بن مامون رشید............ جب سینوں میں دل ہوتے ہیں

اندر میں ضمیر ہوتے ہیں

جب اس میں بیداری ہوتی ہے

جب اس کے پردے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں

پھر آدمی سوچتا بھی ہے سمجھتا بھی ہے

ساری دنیا (دعوت کا کام) کررہی ہے مجھے کیا ہو گیا کہ میں دور بھاگ رہا ہوں، میں نہیں کررہا ہوں۔

غریب مزدور کی زندگی نے شہزادے کے دل پر چوٹ ماری

ابراہیم بن مامون رشید...... اس کے اس سنت کے اہتمام...... اس کی اس سادہ زندگی

کہ جس کی بھوک نے اور جس کی اقتصادیات کی کمزوری نے

اور جس کی روٹی روزی کے گھر کے قصے نے

نہ کبھی چوری پر ابھارا............... نہ کبھی ڈاکے پر ابھارا

نہ کبھی بھیک مانگنے پر ابھارا......... اپنا حال چھپایا ہوا ہے

محنت مزدوری تلاش کررہا ہے...... روکھی سوکھی روٹی سے گذارہ کررہا ہے

اللہ کی زمین پر طاعت کے ساتھ چل رہا ہے۔

اس زندگی نے شہزادے کے دل پر چوٹ ماری۔

ابراہیم بن مامون رشید بیٹھا ہوا ہے، شام کا وقت ہوا رات کا دستر خوان شاہی محل میں بچھ گیا۔

مامون رشید کی طرف سے بلاوا آ گیا کہ ابراہیم کو بلا لے آؤ۔

جو جواب اس نے دیا تھا وہ جواب یہاں دینے لگے...... کہ آج ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔

دوبارہ مامون رشید کی طرف سے بلاوا آیا، اسے کہوا با جان بلا رہے ہیں۔

ابراہیم نے کہلوایا کہ ابا جی سے کہہ دو کہ آج جی نہیں چاہ رہا ہے ہم نہیں کھائیں گے ...... وہاں جیسی ناک کٹ رہی تھی ایسی یہاں بھی کٹ رہی ہے...... اس ہاتھ لے...... اس ہاتھ دے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی............... نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے...... نہ مانے تو مر کے دیکھ

جو جواب فقیر نے دیئے تھے اور اس نے جو رخ اختیار کیا تھا اس اللہ کے بندے کے ساتھ..... وہ رخ شام ہوتے ہی اس کے ساتھ...... ابھی رات نہیں گذری۔

کبھی کبھی بدعملیوں پر خدا کی طرف سے پکڑ...... اس ہاتھ لے...... اس ہاتھ دے۔

تیسری مرتبہ مامون رشید نے کہلوایا کہوا سے، نہیں آتا ہے تو اٹھا کے لے آؤ...... جب ہم کہہ رہے ہیں۔

خلیفہ کے آدمی آئے، ابراہیم کو اسی طرح اٹھا کر لے آئے، جس طرح اس نے اس فقیر کو اٹھا کر منگوایا تھا۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں

اس لئے یاد رکھنا......

ہنداشت ستمگر کہ جفا برمن کرد
بروبماند، وبرما بگذشت
تلخی و خوشی و زیست و زیبا
چوں باد صبا بصحرا بگذشت

یہ تلخی وشیرنی............ یہ زندگی وموت...... یہ زیب وزینت...... یہ اٹھا پٹک......اور یہ اکھاڑ پچھاڑ......یا دصبا کی طرح ہے جو جنگلوں پر سے صبح سویرے گذر جاتی ہے۔

جب کوئی کسی پر زیادتی کرتا ہے...... جب کوئی کسی پر ظلم کا ہاتھ دراز کرتا ہے،

اور ظلم صرف ہاتھوں سے نہیں ہوتا یہ بھی سن لو......ظلم زبانوں سے......ظلم ہاتھوں سے۔

ظلم پیروں سے......ظلم دماغوں سے
ظلم اسکیم و پلاننگ سے......ظلم منصوبوں سے

نہ جانے ظلم کن کن راستوں سے ہوتا ہے اسی لئے قرآن کہتا ہے

اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَہُوْلًا پرلے درجہ کا ظالم، ظلم کی جتنی قسمیں سوچی جاسکتی ہیں وہ ساری آدم کے اس بچے میں پڑی ہوئی ہیں۔

ابراہیم ابن مامون رشید شاہی دسترخوان پر بیٹھ گئے، اور شاہی دسترخوان کی قسمیں......

یہ کھانا اور وہ کھانا، یہ نعمت اور وہ نعمت۔

لیکن...... نگاہوں میں وہ تھیلا...... روٹی کے وہ سوکھے ٹکڑے...... وہ کٹورے کا پانی...... وہ مٹی پر لیٹنا......اس کا وہ جواب دینا......ایسا منظر سامنے کھلا ہوا ہے۔

اور ایسا سماں نگاہوں کے سامنے بندھا ہوا ہے

کہ ابراہیم کا ہاتھ کسی ڈش کی طرف اور کسی پلیٹ کی طرف بڑھ نہیں رہا ہے،...... بہت دیر تک خلیفہ کے ساتھ بیٹھا رہا......بغیر کوئی لقمہ لئے ......بغیر کوئی چیز چکھے......اٹھ کر آ گیا

اپنے بالا خانے پر...... رات آدھی سے زیادہ ہوگئی............ انہونی ہوگئی ...... یہی سوچ رہا تھا کہ ایک زندگی میں جی رہا ہوں ...... کہ یہ کھانے ہیں وہ کھانے ہیں ...... یہ کپڑے ہیں ...... یہ صبح کے ہیں، وہ شام کے ہیں اور یہ یوں ہے، اور وہ یوں ہے............

اور ایک زندگی وہ ہے جو اللہ کا وہ بندہ جی رہا ہے...... مرنا اسے بھی ہے...... مرنا مجھے بھی ہے پوچھا اس سے بھی جائے گا زندگی کہاں بتائی؟............ پوچھا مجھ سے بھی جائے گا؟

ہائے! میں نے کیا کیا؟

پورے اجتماع کا خلاصہ

یاد رکھنا! اس پورے اجتماع کا خلاصہ...... اور ساری ڈور دھوپ...... اور اتنے دنوں کی ساری محنت کا خلاصہ...... جو جہان سن رہا ہے...... اپنی آج تک کی خدا کی دی ہوئی جان و مال کے اختیار کے غلط استعمال پر ندامت کے آنسو بہانا...... اور آج کی شب میں اپنے لئے...... اپنے خاندان کے لئے اپنی اولاد کے لئے ...... اپنے سے متعلق ہر مرد وعورت کے لئے اپنی زندگی کے رخ کو صحیح کر لینے کا تہیّا ہے۔

ہمارے اندر ندامت پیدا ہو جائے ...... ہم تقریریں سن کر...... اور تقریریں کرنے والا خود تقریریں کر کر

دامن جھاڑ کر کھڑے نہ ہو جائیں ...... خدا ہمیں توفیق دے، ہمارے دلوں میں بیداری دے، ذمہ داری کا احساس دے کہ ہم کیوں آئے تھے دنیا میں۔

کس لئے آئے تھے؟ ہم کیا کر چلے،
تہمتیں سب اپنے سر پر بھر چلے،

سوائے دنیا کی محبت کے...... سوائے خدا رسول کی نافرمانیوں کی تہمتوں کے حقوق العباد کے پامال کرنے کی تہمتوں کے...... نامۂ اعمال میں کیا ہے؟

اگر کوئی تہجد پڑھ کے اترا رہا ہے……کوئی ذکر کر کے اتر رہا ہے، ……کوئی دین کا کوئی عمل صالح کر کے اتر رہا ہے……اور اگر اس کے پڑوس میں لوگوں کی نمازیں قضا ہو رہی ہیں،

لوگوں کی سورۃ فاتحہ ٹھیک نہیں ہے،

لوگ دین سے غافل، اور نابلد ہیں،

لوگ علماء سے پوچھ کر اپنی زندگیاں شریعت کے مطابق نہیں بنا رہے ہیں،

تو یاد رکھنا! جس طرح ایک کھاتے پیتے آدمی کی……کہ اس کے گھر میں اللہ نے دیا ہے……کھا رہا ہے پی رہا ہے……وہ اور اس کے بچے بہت خوش ہیں۔

لیکن اس کے پڑوس میں کوئی آدمی بھوکا سو رہا ہے……تو اس کھاتے پیتے کی یہ روٹی روزی قیامت

کے دن اس کی گردن نپوا دے گی……کہ تو پیٹ بھر کے

خراٹے کی نیند سوتا رہا، اور تیرا پڑوسی بھوک میں سسکتا رہا۔

بالکل اسی طرح……جن کے پاس اپنی ذاتی زندگی ہے……امت سسک رہی ہے،

ایمان کے لالے پڑ رہے ہیں، علاقوں کے علاقوں میں بغیر کلمہ نماز کے لوگ مر رہے ہیں۔

انہیں غسل کے فرائض نہیں معلوم ہیں، ……انہیں سورۃ فاتحہ یاد نہیں ہے،

کہیں یہ تہجدیں……ہماری گرفت کا سبب نہ بن جائے،

یہ اترانے کی چیزیں نہیں ہیں،

اسی لئے حضور ﷺ فرماتے ہیں،

ہر امتی پوری امت کا ذمہ دار ہے……اور پوری امت ایک ایک فرد کی ذمہ دار۔

جس طرح ایک عضو کی تکلیف پورے جسم کو بے چین کر دیتی ہے……اسی طرح دنیا کے کسی کنارے کسی کا کلمہ خراب ہو رہا ہو……کہیں عقیدہ میں بگاڑ آ رہا ہو……کہیں نمازیں

قضا ہورہی ہو...... کہیں اللہ کے احکامات ٹوٹ رہے ہو...... علم کے سیکھتے سکھانے پر زد پڑرہی ہو............

پوری امت کی ذمہ داری کہ وہ بے چین و بے قرار ہوجائے۔

آہ! امت کی بے حسی

لیکن بے حسی! دیکھا ہوگا کبھی آپریشن ہوتے...... جس کا اپنا انگوٹھا کٹ رہا ہے،

جس کا اپنا پیر کٹ رہا ہے،

اسے ٹیبل پر لٹا کر پہلے بے ہوشی کا انجکشن دے دیا جاتا ہے...... آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب آئے، ...... ہاتھ میں اتنا بڑا چاقو...... کاٹنے والی قینچی ...... شروع کردیا...... کاٹ دیا...... خون بہہ رہا ہے پٹی باندھ رہے ہیں، سب کچھ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

لیکن بے ہوشی کا انجکشن لگا ہوا ہے...... کوئی تکلیف نہیں ...... کٹے کٹے...... بہے بہے۔

امت دنیا کی محبت کا انجکشن ...... دنیا کی چیزوں اور دنیا کی عظمت کا انجکشن اس طرح کھائے ہوئے ہیں کہ

کہ دنیا میں کسی کا کلمہ جائے، .... جس کی چاہے نماز جائے،

جس کا چاہے حلال و حرام ہو،.... چاہے سودی کاروبار کرے اور سینہ ٹھوک کر کرے

کہ ہاں مولیصاحب میں کرتا ہوں کیا بات ہے، اور اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں

...... ارے وہ نہیں ...... تیرا پیر کٹا...... تیرا انگوٹھا کٹا۔

ترے گھر میں بے دینی آرہی ہے...... تیرے محلّہ میں بے دینی آرہی ہے...... خدا کے غضب کو دعوت دے رہا ہے، بے ہوشی کا انجکشن لگا ہوا ہے............

حرام کی کمائیاں ہیں................ حرام خرچ ہورہا ہے،

نشہ کی عادتیں عام ہورہی ہیں...... لڑکے ہاتھ سے جارہے ہیں،

لڑکیاں بھاگ رہی ہیں............نمازوں کے جنازے نکل رہے ہیں،

نہ علماء سے تعلق وربط ہے...........ہر ایک اپنی بانسری بجارہا ہے۔

لیکن خدا خوب دیکھ رہا ہے،

امت کے ذمہ تین کام

اس کام کے لئے امت کو بھیجا ہے، امت کی ذمہ داری ہے، اپنا دین سیکھتے ہوئے، اپنے دین پر چلتے ہوئے، پوری دنیا کا ایک ایک انسان خدا کی بندگی اور نبی کے سچے امت پنے پر آجائے اس کی محنت، اس کے لئے کڑھنا......اس کے لئے رونا......اس کے لئے زمینوں کے قلابے ملانا، اس کے لئے ملکوں، قوموں، علاقوں، دیہاتوں، شہروں، پیدل سواری کا سفر کرنا......ایک ایک کی خوشامد کرنا، ایک ایک کے گھر پر جانا ......اسے دین پر چلنے کا نفع بتانا......اس کی خوشامد کر کے دین سیکھنے کے لئے اس راہ میں نکالنا۔

لیکن وہی بات ہے......بے حسی ہے......جب ہوش آتا ہے......اور جب کسی کو اس راستے کا چسکہ لگتا ہے جب کسی کو اعمال کا مزہ ملتا ہے۔

اس لئے خدائے پاک کی قسم! ایمان اور ایمانی اعمال میں وہ لذتیں ہیں کہ تمام لذتیں اس کے سامنے کافور ہیں۔

کسی کی لذت لذت نہیں،......کوئی حلاوت حلاوت نہیں......کوئی بشاشت بشاشت نہیں کوئی ذائقہ ذائقہ نہیں۔

ایمان میں ذائقہ ہے......ایمان میں لذت ہے......ایمان میں بشاشت ہے...... ایمان میں حلاوت ہے......اور اتنا سارا نفع دیکھنے کے بعد بھی پھر بدگمانی!

یاد رکھنا! بدگمانی کا کوئی علاج نہیں ......اور پھر آگے بدگمانی بڑھتے بڑھتے قتل و غارت تک بھی پہنچادیتی ہے آخرت خراب کردیتی ہے۔

اسی لئے حدیث میں کہا ہے اِتَّھِمُوْا اَنْفُسَکُمْ وَظَنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْرًا ...... ہر ایمان والے کے ساتھ بھلا گمان کرو، اپنے آپ کو متہم سمجھو۔

فتح مکہ کا منظر دیکھ کر ہندہ ایمان پر مجبور ہوگئی

فتح مکہ کے موقع پر صحابہ جب بیت اللہ پر پہنچے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں صفا و مروہ کی سعی کر رہے ہیں جب ہندہ وہاں پہنچی ہے...... وہ ہندہ جس نے مظالم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی ...... پورا منظر دیکھنے کے بعد بھی اس کا گمان کیا ہے...... ارے دعا بھی مانگے تو اپنے لئے مانگ رہے ہونگے ...... ہمارے لئے تو مرنے پیٹنے ہی کی مانگ رہے ہوں گے...... لاؤ ذرا ان کے مجمع میں گھس کر سنوں ...... جب صحابہ کے مجمع میں گھس کر طواف کے دوران ملتزم پر خدا کے سامنے گرگڑاتے ہوئے دیکھا...... کن کو؟ جو ہر طرح کی ظلم وستم کی چکی میں پس چکے تھے...... فاقوں پر فاقے برداشت کئے تھے۔

وطن عزیز کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے...... کلمہ کی بنیاد پر ساری مشقتیں جھیلتے رہے اللہ نے وہ دن دکھائے ہیں کہ وہی ہندہ مکہ مکرمہ میں ...... بدگمانی کیا ہے......؟ اوہو...... اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی حضرت ہندہ یوں سوچ رہی تھی کہ سناٹا مکہ میں اس لئے کہ کوئی رونے والا بچہ ہی نہیں چھوڑا محمدؐ نے ...... بہت دبکتی...... لپکتی...... چپکتی دیواروں سے مشکل سے نکلی...... بیت اللہ کی طرف گئی دیکھا کہ

صحابہ طواف کعبہ کر رہے ہیں صفا مروہ کی سعی کر رہے ہیں ...... ملتزم سے چمٹ کر رو رہے ہیں ...... کان لگا کر جب ان کی دعائیں سنی ہے تو اللہ اکبر!............

جن کو ہم نے اتنا ستایا جن کے بچوں کے ساتھ ہم نے یہ کیا ہو
جن کی عورتوں اور مردوں کے ساتھ ہم نے یہ مظالم ڈھائے ہوں
اب بھی ان کے دلوں میں ہمارے لئے اتنی وسعتیں ہیں

یہ ہمیشہ کی جہنم سے ہمیں بچانا چاہ رہے ہیں
اور ہمارے لئے ہدایت کی دعائیں کررہے ہیں

اگر یہ بات ہے...... اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، ہم کام کی طاقت کو سمجھے نہیں ہیں۔

ہمارا احسان دعوت پر نہیں بلکہ دعوت کا ہم پر احسان ہے

ہم اتنا سمجھ رہے ہیں ہاں! بس چلہ دے دیا...... کچھ نہیں تو تین دن لگا دیں گے، تبلیغ والوں کا منہ بند کردیں گے...... تشکیل والوں کو چپکا کردینگے،

یمنون علیک ان اسلمو! قل لاتمُنُّوا علیَّ اسلامکم بل للّٰہ یمن علیکم ان ھداکم الا یمان۔

یادرکھنا! اگر کوئی وقت لگاتا ہے...... کوئی قربانی دیتا ہے...... کوئی اللہ کے راستے کی دھول چھانتا ہے۔

کوئی سردی گرمی برداشت کرتا ہے...... کوئی کسی کے اوپر احسان نہیں کرتا وہ اپنے ہی پر احسان کررہا ہے۔

اور یہ اللہ کے کرم کی بات کہ ان سارے غفلتوں کے ماحول سے نکال کر میرے جیسے کو اپنے راستے میں چلارہا ہے یہ تو اس کا احسان ہے،...... میرا کیا احسان تبلیغ پر...... تبلیغ کا مجھ پر احسان ہے...... خدا کا مجھ پر احسان ہے۔

کہ میرے جیسے کا جان و مال تبلیغ پر لگوادے...... میرا کلمہ نماز ٹھیک کرادے۔ مجھے آخرت کا فکر دیدے۔ اس لئے...... دین اللہ کا ہے وہ صمد و بے نیاز ہے...... اسے کسی کی پرواہ نہیں۔ ساری دنیا وقت واحد میں خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوجائے، خدا کی خدائی میں کوئی اضافہ نہیں۔

اور اگر ساری دنیا خدا کا انکار کردے............ اس کی خدائی میں کوئی کمی نہیں۔ مَن

جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِہٖ، جو کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے کرتا ہے......، خدا کام کی حقیقت کو ہم پر کھول دے، اس کی ضرورت و اہمیت کو ہم پر کھول دے......، اس کے تقاضوں کو ہم پر کھول دے۔

اور اس کے تقاضوں پر...... مقامی ہوں ...... بیرونی ہوں، ......نقد ہوں ......ادھار ہوں......ہمیں اپنی جان و مال کو جھونکنے والا بنا دے۔

جہاں تک زندگی کا مسئلہ ہے وہی بات جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ جان و مال پر خدا کا دیا ہوا اختیار رہے......اور یہ خدا کا فیصلہ ہے جس راہ کو چھاٹو گے خدا اس کو آسان کر دیں گے۔

آج ہم نے......آپ نے......خاندانوں میں......گھرانوں میں......عورتوں نے...... مردوں نے......بچوں نے......چھوٹوں نے......عوام نے......خواص نے...... پڑھے لکھوں نے......ان پڑھوں نے۔

جس نے جس نے اپنی جان و مال پر خدا کے دئے ہوئے اختیار کو غلط استعمال کیا ہے...... سچے دل سے توبہ کر کے اپنے آپ کو یوں کہہ دے...... گنو وہاں سے جہاں سے بھولے ہو۔

ایک آدمی آم کی بہت بڑی ڈھیری ہے وہ گن رہا ہے......گنتے گنتے......راستہ میں کوئی بات ہوگئی......کسی نے آ کر کچھ کہہ دیا وہ بھول گیا......اب کیا کرے گا؟ شروع سے گنے گا، نہیں گنے گا؟

امت کا پہلے دن کا سبق

امت چلتے چلتے اپنا راستہ بھول چکی......اس کے پہلے دن کا پہلا سبق۔

اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْ!

ہر ایک کو ایمان کی دعوت پر ڈالا تھا......ہر ایک اپنا ایمان بنا رہا تھا

نماز میں جان پیدا کر رہا تھا..............دعا میں قوت بھر رہا تھا،

اللہ کے دھیان کی مشق کر رہا تھا.........خدا کے نام کی رٹ لگا رہا تھا،

ایک دوسرے کے حقوق سیکھ رہا تھا.....ایثار و ہمدردی و بھائی چارگی کا سبق دہرا رہا تھا

اسی لئے یہ چھ نمبر جو ہے، یہ تو اس پورے دین کی استعداد پیدا کرنے کے لئے ہے، جس دین پر چلنا دنیا آخرت کی......تمام بشریت کی مکمل کامیابی کا ضامن ہے۔

اس دین کو سیکھنے......اس پر چلنے......اور اس پر محنت کرنے اور اس کے نتیجہ میں خدا کی مخلوق......عزت کے دن دیکھ لے......دنیا میں امن کی چادر بچھ جائے۔

دنیا میں سکون کی ہوائیں چل جائیں......پیار و پریم اور محبت زندہ ہو جائے اس کی مشق کرنے کے لئے چھ نمبر ہے......چھ نمبر پورا دین نہیں ہے۔

لیکن تجربہ......ایک کا نہ دو کا......دس کا نہ بیس کا......لاکھ کا نہ دس لاکھ کا......کروڑ ہا کروڑ......جا کے دیکھو مغرب کی دنیا میں..........اور جا کے دیکھو مشرق کی دنیا میں۔

اور جا کے دیکھو شمال وجنوب میں......اور جا کے دیکھو مختلف طبقات میں۔

جب صحیح طور پر اپنے وقت کو فارغ کیا ہے......اصولوں کی پابندی کے ساتھ......

بغیر کسی غرض......بغیر کسی لوث کے بغیر کسی خودغرضی کے............

دعوت کی محنت سے زندگیاں بدلتی ہیں

تو اللہ نے زندگیوں میں وہ تبدیلیاں پیدا کی ہیں کہ ہم تم سوچ نہیں سکتے......اسی پر میں کہہ رہا تھا اگر کارگذاریاں سناؤں مہینوں کا اجتماع ہو جائے۔

میرے بھائیو! دوسروں کی شادی میں ولیمہ کھا کے......مونچھوں پر ہاتھ دے کے یوں آگئے تو کون سے کمال کی بات ہے......خود ہی اپنی نہ کریں۔

ہم ہی اللہ کے راستے میں نکل کر......اپنا وقت صحیح گذار کر......اپنے پر خدا کی دی ہوئی

جان و مال کے اختیار کی صحیح مشق چار مہینہ اس طرح کریں کہ جب واپس آئیں

توہمارا ہر منٹ......اور ہمارے پیسے کی ہر پائی

نبی کے طریقہ کے مطابق استعمال ہو رہی ہو،

پھر......دلوں میں پاکیزگی آئے گی ......معاملات میں صفائی آئے گی ...... ہر ایک میں دوسرے کی محبت آئے گی ہر ایک دوسرے کی قدر کرے گا، اللہ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔

زندگی مثل برف کے گھل رہی ہے

دوستو بزرگو! اسی لئے کہہ رہا ہوں ...... وقت گذر جائے گا......اب اسی تاریخ کا کتنا انتظار تھا صاحب! فلاں تاریخ میں اجتماع ہے......اب کل کو اس وقت یہاں کون ہوگا، بالکل اسی طرح سمجھو! ہر ایک کی زندگی برف کی سلی کی طرح ہے، سڑک پر ڈال دو تو بھی پگھل رہی ہے اور پانی کے ٹپ میں ڈالو تو بھی پگھل رہی ہے۔

پانی کے ٹپ میں پگھلے گی۔ اپنی ذات ضرور قربان کرے گی ......لیکن سینکڑوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گی۔

سڑک پر پگھلے کی اپنی بھی کھوئے گی اور دوسرون کے راستہ میں کیچڑ بنائے گی۔

میرے دوستو! اس وقت جو زندگیاں گذر رہی ہیں،

وہ محلوں میں.......خاندانوں میں.......علاقوں میں......

قوموں میں.......صوبوں میں..........ملکوں میں......

کیچڑ بنا رہی ہیں۔

اللہ نے ہمیں تمیں وہ کام دیا ہے۔ اللہ نے ہمارے تمہارے پر وہ فضل فرمایا ہے، تمہیں کیا کیا سناؤں دنیا عش عش کر رہی ہے، ہندوستان میں ایسی کیا خوبی ہے، ہندوستان میں ایسی کیا بات ہے، جگت سدھار محنت ...... کہ دنیا کے جس کونے میں جو آدمی ہو، اس کی زندگی صحیح

رخ پر پڑ جائے۔

اس میں مانوتا اور منشا زندہ ہو جائے۔

اس میں انسانیت اور آدمیت اجاگر ہو جائے۔

وہ خدا کا سچا بندہ بن جائے،

جو جس دپارٹمنٹ میں ہے، وہی خدا کے خوف کے ساتھ جینے والا بن جائے۔

ایسی محنت ہندوستان کو کس نیکی کے بدلہ میں ملی ہے؟

بڑے بڑے ملک ترس رہے ہیں، رشک کر رہے ہیں۔

لیکن وہی بات ...... اللہ اس کی ناقدری سے ہماری حفاظت فرمائے، آج تک ہم نے اس محنت کی ...... محنت والوں کی ...... محنت کی جگہوں کی ...... اپنے جان و مال پر خدا کے دیے ہوئے اختیار کے استعمال کی جتنی ناقدری کی ہو اللہ اپنے کرم سے معاف فرمالے اور ہمیں سب کو اس کام کو اپنا کام بنانا ہے۔

انسان کی سب سے پہلی نسبت

میں جو کچھ ہوں سب بعد میں ہوں، بیوی کا شوہر بعد میں ہوں ...... میں بچوں کا باپ بعد میں ہوں۔

باغ کا مالک بعد میں ہوں ...... کارخانہ دار بعد میں ہوں

میں کسی عہدے اور پوسٹ پر بعد میں ہوں

سب سے پہلے اللہ کا بندہ ہوں۔ حضرت محمد ﷺ کا امتی ہوں ...... اللہ کی بندگی کے ساتھ نبی کی سچی غلامی کے ساتھ ...... اور نبی کے کام کو اپنا کام بنانے کے ساتھ زندگی کے آخری سانس تک اپنی زندگی کو لگانا ہے۔

ہم انسان ہیں ...... بشر ہیں ...... کھائیں گے ...... کمائیں گے ...... کپڑے پہنیں گے

......مکان بنائیں گے۔

سواری کا انتظام کریں گے..........شادی بیاہ کریں گے۔

لیکن......سب سے مقدم اللہ کا حکم ہوگا......نبی کا کام ہوگا۔

کہوانشاءاللہ۔

یہ تو آپ جانتے ہو کہ زندگی کا سودا ہو چکا ہے...... جب کوئی بڑا سودا ہوا کرتا ہے......جیسے ایک ساتھ پچاس بیگا زمین کا سودا ہوا......کسی بڑی عمارت کا آپ نے سودا کیا......کسی فیکٹری کا سودا کیا اب وہ بیس لاکھ کی ہے...... پانچ کروڑ کی ہے......تو جتنا بڑا سودا ہوتا ہے اس سے پہلے اسی اعتبار سے بیانہ ہوتا ہے......تمہارے یہاں بیانوں کا رواج ہے؟ ہاں ہے۔

بیایے میں صرف چار مہینے دیدو......جس سکون کے ساتھ بیٹھے ہو اسی طرح بیٹھے رہو......اور چار چار مہینہ کی ترتیب بناؤ۔

(بیان ختم ہوا)

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھو گئی ہے چار سو میں

بیان............(۳)

غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر
واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

نفع اور نقصان کی اصل بنیاد

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

اجتماع عیدگاہ، دہلی

اقتباس

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

جو کچھ تمہیں پیغمبر خداؐ دیں اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ کہ آپؐ پوری بشریت کے لئے نمونہ ہیں۔

لہٰذا آپ کی ذات بابرکات جس میں نفع بتائے اس میں نفع

اور جس میں نقصان بتائے اس میں نقصان

نفع اس میں نہیں ...... جس میں ہم سمجھیں

نفع اس میں نہیں ...... جس میں تاجر سمجھیں

نفع اس میں نہیں ...... جس میں کاشتکار سمجھیں

نفع اس میں نہیں ...... جس میں جس میں درزی سمجھیں

نفع اس میں نہیں ...... جس میں مارکیٹ ومنڈیاں چلانے والے سمجھیں

نفع اس میں نہیں ...... جس میں حکومت چلانے والا سمجھے

.... نفع اس میں ...... جس میں محمد رسول اللہؐ بتائے، نقصان اس میں ...... دنیا کا بھی ...... آخرت کا بھی .... جس میں محمد رسول اللہؐ بتلائے،

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

انسانی فطرت

میرے بھائیو دوستو! عزیزو! بزرگو!

انسان اللہ جل جلالہ کی اشرف المخلوقات ہے اور اس انسان کی فطرت میں...... رنگ کوئی سا ہو...... زبان کوئی سی بولتا ہو...... کسی برادری، کسی قوم سے اس کا تعلق ہو...... دنیا کی کسی سمت میں رہتا ہو...... اور کاروبار اور دھندے اور روزی روزگار کے اعتبار سے جونسا چاہے اس کا مشغلہ ہو...... مرد ہو...... عورت ہو...... کوئی آدم کا بچہ ہو...... حوا کی بیٹی ہو...... مشترکہ طور پر تمام انسانوں کا فطری مزاج یہ ہے کہ ہر ایک اپنے لئے نفع کو پسند کرتا ہے اور ہر ایک اپنے کو نقصان سے بچانا چاہتا ہے!!!!

بچہ کی بھی یہی فطرت ہے بڑوں کی بھی یہی فطرت ہے اس میں تو ساری بشریت مشترک ہیں۔ لیکن مسئلہ جو الگ ہوتا ہے اور فرق جو پڑتا ہے وہ یہاں سے کہ نفع ہے کس میں اور نقصان ہے کس میں؟

انسان کی اپنی سوچ

کوئی کہتا ہے نفع ملک میں ....

کوئی کہتا ہے عزت مال میں ....

کوئی کہتا ہے زمیندارے میں ....

کوئی کہتا ہے کارخانہ داری میں ....

کوئی کہتا ہے دولتوں کی ڈھیر میں ....

کوئی کہتا ہے اونچے عہدے اونچی پوشٹ میں ....

کوئی کہتا ہے سونے چاندی کے ڈھیر میں، ...... ہر ایک کی اپنی اپنی سوچ ہے، اور ان سب کا نہ ہونا، ہر ایک کہتا ہے اس میں نقصان ہے، عام انسانوں کا ذہن یہ ہے۔

لیکن یہ انسان اللہ کا بندہ، یہ اللہ کا خلیفہ، یہ نبی کا نمائندہ، یہ نبی کا نائب ...... اس کو کون بتائے کہ اصل اس کا نفع ہے کس میں اور اس کا نقصان ہے کس میں؟

یہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا کرم فرمایا جیسے ایک جگہ تو اللہ نے خود اس کا احسان ہونا بتا کر اپنا احسان جتایا لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ۔

اللہ نے بڑا احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک پیغمبر برحق محمد رسول اللہ ؐ کو مبعوث فرمایا۔

اللہ نے بڑا کرم فرمایا اس کے نفع نقصان کا فیصلہ اور تمیز کو انسانوں پر نہیں چھوڑا ...... ورنہ تو چوری کرنے والا کہتا چوری میں بڑا نفع ...... ڈاکہ ڈالنے والا کہتا ڈاکہ میں بڑا نفع

غیبت کرنے والا کہتا غیبت میں بڑا نفع......سودی کاروبار والا کہتا سود میں بڑا نفع

لوگوں کی زمینیں دبانا اور ہڑپ کرنا بڑا نفع..... کسی کا حق مارنا بڑا نفع

کسی کا خون کرنا بڑا نفع.......................... ہر ایک اپنے نفع کی شکل بتاتا

نفع ونقصان کی اصل بنیاد

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجنے کا اہتمام فرمایا، نبیوں کا پیغمبروں کا سلسلہ شروع فرمایا اور اسی راستے سے نفع نقصان کی شکلیں بتائیں۔

اسی لئے علماء نے لکھا ہے، یاد رکھنا! انسانی زندگی اور حیوانی زندگی ....ان دونوں میں اگر تمیز کرنے والی کوئی چیز ہے تو وہ صرف انسان کا دین ہے۔

جانوروں کے لئے کوئی دین نہیں .... جانوروں کے لئے کوئی شریعت نہیں

جانوروں کے لئے کوئی آسمانی کتاب نہیں...... ان کے لئے جنت جہنم کا کوئی فیصلہ نہیں

وہ آزاد ہے، زندگی جس طرح چاہے پوری کرنی ہے اور مرمرا کر مٹی کا ڈھیر ہو جانا ہے

یہ انسان کی خصوصیت ہے............ اس کی کرامت ہے............ اس کی شرافت ہے۔

اس کی بلندی شان ہے، کہ اس خالق کائنات نے...... سارا نظام چلانے والے تن تنہا خدائے وحدہ لاشریک لہ نے اپنی خلافت کے لئے چھانٹا۔

اس نے اپنی خلافت کے لئے نہ جبریل کو چھانٹا...... نہ اسرافیل کو چھانٹا

نہ عزرائیل کو چھانٹا...... نہ میکائیل کو چھانٹا

انسان اللہ کا خلیفہ اور نبی کا نائب ہے

اگر اس نے اپنی خلافت کے لئے کسی کو چھانٹا تو آدم کے اس بچہ کو چھانٹا، یہ بہت اونچا ہے، یاد رکھنا، ہم اور تم سب حضور ﷺ کے امتی ہیں .... ہمارے تمہارے لئے نور علی نور اور سونے پر سہاگہ کہ..................................

اللہ نے خلافت کے لئے چھانٹا اور سرکار نے ہمیں اپنی نیابت اور نمائندگی کے لئے چھانٹا اللہ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے ابھی ہم سمجھے نہیں ہیں ابھی تو ہم بھی ....

چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہے

جس طرح لوگ راتیں گزار رہے ہیں، گذار رہے ہیں ....جس طرح لوگ دن گزار رہے ہیں گزار رہے ہیں۔

میرے بھائیو! ہم اللہ کے خلیفہ اور نبی کے نائب ہیں۔

اگر یہ دو نسبتیں ہر وقت سامنے رہے، کھاتے ....کماتے ....خرچ کرتے۔

غم میں ....خوشی میں ....رات میں۔

دن میں ......سفر میں ......حضر میں ......مرض میں ......صحت میں ......

غنا میں ......فقر میں ....جو جس وقت جس حال میں ہو۔

تو دنیا جنت نشان بن جائے۔

تمام فساد صلاح سے ......تمام برائیاں خوبیوں سے
تمام جہالتیں علم نبوت سے ......تمام اخلاقی پستی اخلاقی بلندیوں سے
تمام خون آوریاں صلح و صفائی سے ......تمام دنیا جو جہنم کدہ بنی ہوئی ہے

وہ جنت نشان بن جائے۔

دعوت کی نقل و حرکت کا خلاصہ

ابھی ہم نے اپنے آپ کو پہچانا نہیں، ابھی ہم نے ہماری ذمہ داری سمجھی نہیں۔

اسی لئے دعوت کی پوری نقل و حرکت کا خلاصہ ....کہ جو انسان جہاں جس شعبہ میں رہتا ہو ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو جائے کہ میں کون ہوں؟ میری ذمہ داری کیا ہے؟

باپ ہونے کی حیثیت سے میری کیا ذمہ داریاں؟

بیٹا ہونے کی حیثیت سے میری کیا ذمہ داریاں؟

شوہر ہونے کی حیثیت سے میری کیا ذمہ داریاں؟

بیوی ہونے کی حیثیت سے میری کیا ذمہ داریاں؟

شاگرد ہونے کی حیثیت سے، استاذ ہونے کی حیثیت سے

سیٹھ و مالک ہونے کی حیثیت سے، ملازم و نوکر ہونے کی حیثیت سے

اگر میں محلّہ، شہر، ضلع، صوبہ، ملک اور براعظم کا بڑا ہوں تو اس کے اعتبار سے کیا ذمہ داریاں؟

ہر شعبہ میں ہر ایک کو احساس پیدا ہو جائے،

یاد رکھنا! احساس ہی کا نام زندگی ہے، احساس نہیں ہے موت ہے؟............اسی لئے خدانخواستہ کسی کی انگلی کا پور کام نہ کر رہا ہو، تو ڈاکٹر اس کو جو سوئی لگا کر چیک کرتا ہے، تو پوچھتا ہے کچھ محسوس ہو رہا ہے کہ نہیں اور آگے بڑھا کہ نہیں جی! پھر ایک بال کے برابر آگے بڑھا تو ....کہتا ہے جی ڈاکٹر صاحب چبھ رہی ہے، ڈاکٹر کہتا ہے یہ جتنا حصہ ہے یہ تو مر چکا ہے، یہاں ہے زندگی

امت کے اندر احساس ذمہ داری ہے تو......امت زندہ ہے،

اگر احساس ذمہ داری نہیں ہے...............تو چاہے چل پھر رہی ہو،

کھا پی رہی ہو،

ہنس بول رہی ہو،

امت مردہ ہے مر چکی ہے، خدا ہم میں اس دعوت کے راستہ سے ذمہ داری کا احساس بیدار فرمادے۔

الغرض ہر انسان نفع ونقصان کا خواہاں ہے، اور صحیح نفع کیا ہے؟ نقصان کیا ہے؟ اس کو بتلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کی ذات کو نمونہ بنایا۔

نبی کی ذات بابرکات نمونہ ہیں

ہر قوم و برادری میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، اور انہی کو نمونہ قرار دیا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر آپ کی بعثت پر، آپ کی ذات بابرکات کو نمونہ بنایا اور فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، کہ زندگی کے ہر شعبہ میں پیغمبر خدا ﷺ تمہارے لئے نمونہ ہیں۔

اور یہ بھی فرمادیا

ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا

جو کچھ تمہیں پیغمبر خدا ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ کہ آپ ﷺ پوری بشریت کے لئے نمونہ ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کی ذات بابرکات جس میں نفع بتائے اس میں نفع۔

اور جس میں نقصان بتائے اس میں نقصان

نفع اس میں نہیں ...... جس میں ہم سمجھیں
نفع اس میں نہیں ...... جس میں تاجر سمجھیں
نفع اس میں نہیں ...... جس میں کاشتکار سمجھیں
نفع اس میں نہیں ...... جس میں درزی سمجھیں
نفع اس میں نہیں ...... جس میں دوا بیچنے والا سمجھے
نفع اس میں نہیں ...... جس میں گاڑیاں بیچنے والا سمجھے
نفع اس میں نہیں ...... جس میں مارکیٹ ومنڈیاں چلانے والا سمجھے
نفع اس میں نہیں ...... جس میں حکومت چلانے والا سمجھے ......

نفع اس میں ....جس میں محمد رسول اللہ بتائے۔

نقصان اس میں...... دنیا کا بھی ......اور آخرت کا بھی ......جس میں محمد رسول اللہ ﷺ بتلائے۔

میرے دوستو! عزیزو! بزرگو یہ انسان جو ہے نا! اس کی نظر بہت کوتاہ، اور پھر جس رخ پر یہ دیکھتا ہے اس کے علاوہ کے سارے رخ اور اس کے علاوہ کی ساری سمتیں اس سے اوجھل ہوتی ہیں۔

سامنے دیکھتا ہے تو پیچھے کا کوہ ہمالیہ بھی اس کو نظر نہیں آتا
دائیں کی کوئی چیز نظر نہیں آتی بائیں کی کوئی چیز نظر نہیں آتی
اوپر کی کوئی چیز نظر نہیں آتی، نیچے کی چیز نظر نہیں آتی

پانچوں سمتیں اس سے اوجھل ہوجاتی ہیں جس سمت یہ دیکھتا ہے اس کے علاوہ کی۔

جس اللہ نے نبی کی ذات کو نمونہ بنا کر بھیجا وہ اللہ کیسا؟

اللہ اپنی صفات میں بے مثال ہے

وہ سمیع ہے تو کامل ......بصیر ہے تو کامل ......علیم ہے تو کامل ......خبیر ہے تو کامل ......علم اس کا کامل......سننا اس کا کامل ...... دیکھنا اس کا کامل۔

ایک ہی وقت میں چھؤں سمتیں ....سمندروں کی تہوں میں
پہاڑوں کی کوہوں میں ....جنگلوں کی جھاڑیوں میں
ریت کے ذروں میں ....درختوں کے پتوں میں
پانی کے قطروں بُندوں میں ....جہاں جو کچھ ہے
ایک ہی وقت میں تن تنہا وحدہ لاشریک لہ، ایک اکیلا اللہ سب کچھ دیکھتا ہے
سب کچھ جانتا ہے

اور سب کی ایک وقت میں سنتا ہے

اسی لئے تمام نبیوں نے تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو سب سے پہلے اللہ کا تعارف کرایا کہ لوگو! اس اللہ کو پہچانو، وہ اللہ کتنا بڑا ہے، کیسی قدرت والا ہے۔

وہ سمیع ہے تو کیسا .... بصیر ہے تو کیسا

کریم ہے تو کیسا .... رحیم ہے تو کیسا

رحمٰن ہے تو کیسا .... معطی ہے تو کیسا

مانع ہے تو کیسا .... معز و مذل ہے تو کیسا

محیی و ممیت ہے تو کیسا .... اللہ کا اور اس کی صفات کا تعارف کرایا،

اور اللہ نے نبیوں سے خود اپنا تعارف کرایا۔

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ، میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اللہ نے اپنا تعارف خود کروایا

اور اللہ نے کائنات کے مظاہر بیان کر کے اپنا تعارف کرایا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا فَنِعْمَ الْمَاھِدُوْنَ، وَمِنْ کُلِّ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔

آسمان خدا کے تعارف کی نشانی .... زمین خدا کے تعارف کی نشانی

الا کل شی لہ آیۃ o تدل علی انہ واحد ......

زمین کا ذرہ ذرہ، درخت کا پتہ پتہ ہر چیز رہبری کر رہا ہے اس ایک اکیلے خالق و مالک کو پہچانو جس نے اکیلے نے سارا سنسار بنایا ہے۔

اس کا کوئی شریک نہیں ...... اس کا کوئی ساجھی نہیں .... اس کے جیسا کوئی نہیں

لا مثل لہ ولا مثال لہ،

قل ھواللہ احد اللہ الصمدط پیارے نبی جی! آپ انسانوں کے درمیان اعلان کر دیجئے، اللہ ایک ہے اکیلا ہے اور ایک اکیلا کیسا ہے اللہ الصمد بے نیاز ہے، نرادھار ہے اسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے، اسے کسی کے آدھار کی ضرورت نہیں ہے۔

آسمانوں کے بغیر وہ سب کچھ کر سکتا ہے لیکن آسمان سارے اس کے بغیر، اس کی چاہت کے بغیر ایک بوند نہیں برسا سکتے۔

سورج کے بغیر وہ سب کچھ کر سکتا ہے سورج اس کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا، چاند کے بغیر وہ سب کچھ کر سکتا ہے چاند اس کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

الغرض سارے نبیوں نے سب سے پہلے اللہ کا تعارف کرایا، اسی لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت محمدؐ پر جو سب سے پہلی وحی آئی۔

یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر۔ (سورۂ مدثر)

کملی اوڑھ کر لیٹنے والے نبی جی! اٹھ کھڑے ہو جائیے، لوگوں کو انجام سے باخبر کر دیجئے۔

اس لئے کہ حضرت محمدؐ کی بعثت سے سے پہلے لوگ جو زندگی گذار رہے تھے وہ خالص من مانی، ہوا و ہوس کی زندگی آپ ان کو خبردار کر دیجئے کہ یہ ہوا و ہوس کی زندگی...... تمہیں خون کے آنسو رلائے گی اپنی خواہشات پوری کر کے چند گھڑیاں مزہ لے رہے ہو۔

بڑا مزہ آرہا ہے بولنے میں .... بڑا مزہ آرہا ہے سننے میں
بڑا مزہ آرہا ہے دیکھنے میں .... بڑا مزہ آرہا ہے سوچنے میں
بڑا مزہ آرہا ہے کھانے میں .... بڑا مزہ آرہا ہے فلاں چیز میں

یہ من مانی کے مزے وقتی ہیں .... لیکن خدائی احکامات کی لگام سے آزاد ہو کر۔
نبی کی ہدایات نبی کی تعلیم نبی کی تربیت سے آزاد ہو کر

جو زندگی گذار رہے ہو یہ تمہیں خون کے آنسو رلائے گی، قم فانذر

حضور علیہ وسلم ﷺ بشیر و نذیر ہیں

اور ساتھ ہی ساتھ

یا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا

نبی جی! ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا ہے، مبشر بنا کر بھیجا ہے؟ بشارتیں دینے والے، اگر تھوڑے دنوں اپنے پر لگام لگا دی، اپنی من مانی پر، اپنی جی کی چاہتوں پر۔

اپنی خواہشات پر............وہ جان سے متعلق ہو یا مال سے متعلق ہو،

جاہ سے متعلق ہو یا باہ سے متعلق ہو،

اگر تھوڑے دنوں اپنے پر لگام لگا دی اپنے کو پابند کر لیا پھر دیکھو ہر قدم کے کیا مزے ہیں۔

خدا کی رحمتیں............خدا کی مددیں

خدا کی مغفرتیں............خدا کی عطائیں

اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

''مبشرا'' بشارتیں سنا دیجیے، خوش خبریاں سنا دیجیے۔

تھوڑی سی ایمان کی دعوت دی اب دیکھو اس پر کیا ملے گا

نماز چند منٹ پڑھی، پانچ منٹ میں دو رکعت، اس پر کیا ملے گا سنا دیجئے

قرآن تھوڑا سا پڑھا اس پر کیا ملے گا سنا دیجیے

پھر یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا بتا دیجئے کیا ملے گا

کسی بھوکے کو لقمہ کھلا دیا، کسی روتے کے آنسو پونچھ دئے

بتا دیجئے کیا ملے گا،

اور ساتھ ہی ساتھ مبشراً ونذیراً، کسی کو رلایا.................کیا بھگتنا پڑے گا؟

کسی کا چولھا بجھایا............کیا بھگتنا پڑے گا؟

کسی کی لڑکی بھگائی...........کیا بھگتنا پڑے گا؟

کسی کی عزت سے کھیلے.......کیا بھگتنا پڑے گا؟

دودھ میں پانی ملایا............کیا بھگتنا پڑے گا؟

جس کام کے لئے یہ امت آئی تھی اگر امت نے اس کام کو چھوڑ دیا تو امت کو کیا کچھ بھگتنا پڑے گا اللہ ہمیں تمہیں کام سمجھا دے ابھی ہم کام کو سمجھے نہیں ہیں۔

اس امت کا مقصد وجود

ابھی تو ہم اجر وثواب پر ہی اٹکے ہیں، ایک پیسہ خرچ کریں گے سات لاکھ خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک قدم چلیں گے ایک نیکی پر سات لاکھ نیکیاں ملیں گی۔

رمضان میں چلیں گے تو ستر سے ضرب دو تو چار کروڑ اسی لاکھ ملیں گے۔

میرے بھائیو! صرف اجر وثواب کا مسئلہ نہیں ہے دعوت امت کی زندگی کا مقصد ہے امت اسی کے لئے وجود میں آئی ہے۔

میں تمہیں صاف بتا دوں، کھانے سے زیادہ ضروری، پانی سے زیادہ ضروری

کپڑے سے زیادہ ضروری، سر چھپانے کے لئے

جھونپڑے اور مکان سے زیادہ ضروری...... امت کا اپنے مقصد زندگی پر اپنے جان و مال کو جھونکنا ہے۔

الغرض اللہ نے حضورؐ کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، خوشخبریاں سنا دیجیے، وعدے سنا دیجیے، نذیر وعیدیں سنا دیجئے۔

وربک فکبر، اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے، ہمارا پیغام ساری انسانیت کو سنا دیجئے۔

اگر اللہ کی بڑائی، اللہ کی عظمت، اللہ کی کبریائی، اللہ کا سب کچھ کے بغیر سب کچھ کرسکنا، اور سارے سب کچھ کا اللہ کے بغیر کچھ نہ کرسکنا...... اگر یہ بات دل بھیتر میں اتر جائے تو اللہ کی طاعت میں سر سجدہ سے نہ اٹھے،

اور ساتھ ہی ساتھ ساتھ بتا دیا............ اگر اللہ کی بڑائی دل میں اتری تو نفع کیا؟

اور اللہ کے غیر کی بڑائی دل میں اتر گئی تو نقصان کیا؟

فرما دیا...... اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منھا ھیبۃ الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنھی عن المنکر حرمت برکۃ الوحی واذا اتسابت امتی سقطت من عین اللہ۔

جب دنیا کی عظمت دلوں میں اتر جائے گی

جب میری امت کے دل میں دنیا کی عظمت اتر جائے گی، دنیا کی بڑائی دلوں میں جگہ لے لیگی، اسلام کی ہیبت اسلام کا دبدبہ، اسلام کا رعب پھر رخصت ہو جائے گا۔

جب میری امت اپنے اصل کام کو اپنے مقصد کو...... جس کے لئے اس کا وجود ہوا ہے۔

اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ

بھلی باتوں کا حکم کرنا، بری باتوں سے روکنا یہ امت کا اصلی کام ہے جب امت اپنے اصلی کام کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی۔

اور پھر اس کا نتیجہ کیا ہوگا، یہ تو تینوں کڑیاں ہیں جیسے زنجیر میں کڑیاں ہوتی ہیں نا، ایک دوسرے میں دوسری تیسری میں اور اس سے زنجیر بنتی ہے، اسی طرح اس کی تینوں کڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہے اذا عظمت امتی الدنیا، جب دنیا کی عظمت دل میں اتر جائے گی تو آخرت کی عظمت دل سے نکل جائے گی، کیوں؟ کہ......

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ...... کہ اللہ نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے ہیں،

ہر ایک کے سینے میں ایک ہی دل ہے اور ایک وقت میں ایک ہی چیز رہ سکتی ہے۔

دنیا کی محبت ہے.................تو آخرت کی نہیں،

آخرت کی محبت ہے............تو دنیا کی نہیں،

اللہ کی بڑائی دل میں ہے.........تو غیر کی نہیں،

اگر غیر کی بڑائی دل میں ہے.....تو اللہ کی نہیں،

اعمال کی قیمت دل میں ہے.....تو چیزوں کی نہیں،

اگر چیزوں کی محبت دلوں میں اتری ہوئی ہے.......تو اعمال رسول خداؐ کی نہیں ہے۔

پھر جب دنیا کی محبت دل میں اتر جائے گی تو امت کہاں بھلائی کا حکم کرے گی، برائی سے روکے گی، اس کو دنیا بٹورنے میں ہی فرصت نہیں ہوگی۔

مقصدزندگی پیٹ بن جائے گا

سَیَاتِی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ ....حضورؐ فرماتے ہیں انسانوں پر ایک زمانہ آئے گا

ھِمُّھُمْ بُطُوْنُھُمْ ....مقصدزندگی پیٹ بن جائے گا پیٹ

شَرَفُھُمْ دِیْنَارٌ وَدِرْھَمٌ ....معیار عزت روپیہ پیسہ بن جائے گا،

وَقِبْلَتُھُمْ نِسَاءُھُمْ ....ان کا قبلہ عورتیں بن جائے گی،

کیوں؟ کہ اب قیامت قائم ہو جائے گی، کیوں؟ کہ امت کے جو کرنے کا کام تھا وہ تو کیا نہیں یہ تو پیٹ کے پیچھے پڑ گئی، روپیہ پیسہ اور مال دولت کو سب کچھ سمجھ بیٹھی، اور اپنے آپ کو خواہشات کے اندھے پن کی پٹی باندھ کر حلال وحرام......اپنی نہ پرائی......کسی تمیز کے بغیر......کہ ایک جانور جس طرح مادہ کے پیچھے بھاگتا ہے......جانوروں کی صف میں کھڑا کر دیا، انہیں کی وجہ سے دنیا میں قیامت آجائے گی۔

جن کی زندگی کا مقصد امر بالمعروف......جن کی زندگی کا مقصد نہی عن المنکر۔

جن کی زندگی کا مقصد ایمان بنانا، ایمان بچانا اور ایمان کی دعوت کو لے کر عالم کے چار کونوں میں پھرنا............ جس امت کی زندگی کا مقصد یہ بتایا تھا............ جب امت اپنے کرنے کے کاموں کو چھوڑے گی تو نہ کرنے کے کاموں میں پھنسیگی۔

شور مچا رہے ہیں کہ معاشرہ بہت گندا ہوتا جا رہا ہے...... معاملات بہت الجھ رہے ہیں، گھروں میں لڑکے لڑکیاں بہت بے قابو ہو رہے ہیں،...... جوانوں پر کوئی لگام ہے نہ کنواریوں پر کوئی لگام، یہ شور؟...... شور مچانے سے یہ ختم ہو جائے گا۔

دعوت کی محنت چھوٹنے سے بڑا بگاڑ آیا ہے

یہ سوچو کیوں ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے، لوگ پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہے ہیں۔

دنیا چاہے جو کچھ کہتی ہو، میں قسمیہ اس کرسی پر بیٹھ کر کہتا ہوں

”جب سے امت نے زندگی کے مقصد کو بھلایا ہے اور جب سے امت نے دعوت کے کام کو چھوڑا ہے یہ ساری بیماریاں اس کے نتیجے میں آئی ہے۔“

اس لئے کہ ایمان کی دعوت سے ایمان کو پانی پہنچتا تھا، اور ایمان کی طاقت سے ارکان اسلام زندہ تھے اور ایمان کی قوت سے فرائض واحکامات زندہ تھے، اور اس کے نتیجے میں اعمال صالحہ سے زندگیاں سجی ہوئی تھی، نبی کی سنتوں پر جان ے رہے تھے، اور اخلاق کی بلندیوں کو دیکھ کر قوموں کی قومیں رجوع ہو رہی تھیں۔

جس دن سے دعوت کی محنت امت سے چھوٹی ہے،............ اجتماعی طور پر۔

یاد رکھنا! افراد نے دعوت کی محنت کی ہے، سلف صالحین کی سوانح پڑھ لو، سلف صالحین کی تاریخ اور سیرتیں پڑھ لو انہوں نے دعوت دی ہے اور ان کے ہاتھوں لاکھوں لاکھوں کی تعلیم وتربیت ہوئی ہے۔

لیکن یہ پوری امت ہے حضرت رسول کریمؐ نے امت بنائی تھی قوم نہیں بنائی تھی،

حضور ﷺ نے امت بنائی تھی قوم نہیں بنائی تھی

یادرکھنا! بیچ میں بات یاد آ گئی اس لئے کہہ رہا ہوں۔

ایک ہے امت ہونا اور ایک ہے قوم مسلم ہونا، ہم قوم مسلم نہیں ہم تو محمدؐ کی امت ہیں، یہ رنگ نے......روپ نے......زبان نے......اور برادریوں نے......اور حرفوں نے ......اور پیشوں نے......اور دھندوں نے امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

اب اس برادری والے کی لڑکی اس برادری میں نہیں جاسکتی، اس پیسہ والے کی لڑکی فلاں نے پیسہ والے کے یہاں نہیں ہوسکتی، ارے! ارے!

کلمہ اس کا بھی وہی، کلمہ اس کا بھی وہی

لیکن اس رنگ وروپ نے اور ذات پات نے امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے

حضرت محمدؐ نے حبشہ کے بلال کو اور مکہ کے ابوبکر وعمر کو

فارس کے سلمان کو خباب وخبیب کو......سب کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سب کو امت بنایا تھا۔

مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار سب ایک تھے، حضرت محمدؐ نے سب کو امت بنایا تھا، اسی لئے علماء نے لکھا ہے قومیں تو بنتی ہیں تعصب سے، جب تعصب ہوتا ہے تو قومیں بنتی ہیں، قوموں کے بننے کی بنیاد تعصب اور گروہ بندی ہے۔

امت ان دونوں باتوں سے بالاتر ہو کے بنا کرتی ہے۔

ہمارا خدا ایک، ہمارا نبی ایک، ہمارا قرآن ایک، ....گو ہم میں پٹھان ہو، ہم میں سید ہو، ہم میں فاروقی ہو، ہم میں صدیقی ہو، ....ہم میں کوئی سبزی فروش ہو، پرچون فروش ہو، ہم میں کوئی گوشت اور کھانوں کا کام کرتا ہو، ہم میں کوئی ہو، کاروبار چاہے جونسا کرتا ہو، ہم سب ایک امت ہیں ہم سب کی ایک محنت ہے۔

امت کا ہر طبقہ دین کا داعی تھا

امت پوری کی پوری دعوت کی محنت پر جمع تھی۔

باغ میں پودا لگانے والا ایمان کا داعی تھا...... مدینہ کی مارکیٹ کا تن تنہا مالک عبدالرحمٰن بن عوف ایمان کا داعی تھا...... اس مدینہ کے گھر کی پردہ نشین خاتون ایمان کی داعیہ تھی...... مزدوری کرنے والا خباب اور لوہے کا کام کرنے والا خبیب ایمان کا داعی تھا۔

امت جب مکمل طور پر داعی تھی تو کہیں کی مدعو نہیں تھی، .... اس بات کو سمجھو، اس لئے کہ اسے سمجھایا گیا تھا کہ ایمان کا نفع کیا ہے؟ اور بغیر ایمان کے نقصان کیا ہے؟

نماز کا نفع سمجھایا.......... نماز چھوڑنے کا نقصان سمجھایا،

علم نبوت کا نفع سمجھایا...... جہالت کا نقصان سمجھایا،

اللہ کی یاد کا نفع سمجھایا...... اللہ سے غفلت کا نقصان سمجھایا

تمہاری اخلاقی بلندی، تمہارے معاشرے کی پاکی، تمہاری شرم وحیاء اس کا نفع، اور تمہارے معاشرے کی گندگی اور تمہاری اخلاقی گراوٹ اس کا نقصان کیا ہے؟

تم میں اگر اپنے نبی والی چال کی، نبی والی زندگی کی دعوت ہے تو اس دعوت کا نفع؟

اور اگر تم نے اپنے نبی والی دعوت چھوڑ دی تو اس کا نقصان؟

یہ ایسا سمجھایا تھا...... ایسا سمجھایا تھا کہ اللہ اکبر...... بچے بچے کے رگ وریشہ میں بات اتر چکی تھی۔

اس دعوت کا نفع اتنا سمجھ میں آیا تھا کہ حضورؐ جب دعوت کی بنیاد پر جماعت بنا رہے ہیں تو چھوٹے چھوٹے بچے اپنے پیروں کی انگلیوں پر اپنے پنجوں پر کھڑے ہو رہے ہیں...... کہ حضورؐ میں بھی تو اتنا لمبا ہوں، بڑا ہوں، میں بھی تو جا سکوں راہ خدا میں۔

اس کو یہ حرص کیوں ہے؟ اس کو یہ لالچ کیوں ہے، اس میں یہ شوق وجذبہ کیوں

ہے؟ ...... کہ ایمان کا نفع ایمان کی دعوت کا نفع کھل گیا ہے، بچوں پر، بڑوں پر، مردوں پر، عورتوں پر۔

جوانوں پر، بوڑھوں پر، کاشتکاروں پر، تاجروں پر
امیروں پر، غریبوں پر، اور جس کے پاس تن ڈھانکنے کو
چیتھڑا نہیں، جس کے پاس کھانے کو لقمہ نہیں، جس کے سر ڈھانکنے کو جھونپڑا نہیں ......

اس پر ایمان کی دعوت کا وہ نفع کھلا ہوا ہے کہ وہ اپنی گھر والی کی چادر اس سے مانگ کر اپنا ستر عورت کر کے راہ خدا میں جا رہا ہے۔

ابھی ہم پر ایمان کا نفع کھلا .... نہ ایمان کی دعوت کا نفع کھلا،
نماز کا نفع کھلا .... نہ نماز کی دعوت کا نفع کھلا،

جو پڑھ رہے ہیں وہ پڑھ رہے ہیں، جو نہیں پڑھ رہے ہیں وہ نہیں پڑھ رہے ہیں ......
اور جو پڑھ رہے ہیں وہ بھی کیسی؟ جبکہ محمد رسول اللہؐ نے نماز پڑھ کر بتائی تھی اور یوں فرمایا تھا۔
صَلُّوْا کَمَا رَئَیْتُمُوْنِی اُصَلِّی ...... نماز ایسی پڑھو جیسی مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔

مسلمان کی زندگی میں نماز کا درجہ

اور بقول حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے، اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے ایک جملہ میں پوری رہبری کر گئے، فرمایا مسلمان کی زندگی میں نماز ایسی ہے جیسے گھر میں روشن داں۔

کہ سارے کچرے، ساری سیاہی، ساری دھول اور سارے کباڑے کے نکلنے کا راستہ ہے تو روشن دان، ...... اور سورج کی صاف شفاف کرنوں کے داخل ہو کر کمرے کے روشن ہونے کا راستہ ہے تو روشن دان۔

زندگی کی تمام آلائشیں، جھوٹ کی، سود کی، غیبت کی، چوری کی، گالیوں کی، گانوں کی، بدنظری کی، بدگوئی کی جتنی برائیاں ہیں ان تمام سے زندگی کی صفائی کا راستہ......نماز۔

اخلاق کی خوبی، ایمان کا نور، قرآن کی تلاوت کا نور، اللہ کے ذکر کا نور، ایک دوسرے کی حقوق شناسی اور اس کی ادائیگی کا نور، اللہ کو راضی کرنے کا نور، یوں کہ ان سب کے نور کے راستے سے زندگیوں کو منور کرنے کا راستہ......نماز۔

تمام گندگیوں اور آلائشوں سے پاکی کا راستہ......نماز

اور تمام خوبیوں اور کمالات کے حاصل ہونے کا راستہ......نماز

اس لئے یاد رکھنا۔ ہمارا کام بہت سیدھا بہت آسان عام فہم ......کلمہ بناؤ، نماز بناؤ، ہماری تو کلمہ نماز کی محنت ہے۔

کلمہ بنانے کا کیا مطلب؟

پہلی بنیاد کلمہ ہے، کہ کلمہ کیا ہے؟ کہ اللہ کے علاوہ جو کچھ جہاں کہیں جس شکل میں ہے اس شکل کا تاثر دل کی دنیا سے نکل جائے،

شکل ہو زمین کی یا آسمان کی

چاند کی........شکل ہو یا سورج کی،

دریا کی........شکل ہو یا سمندر کی،

پہاڑ کی........شکل ہو یا اس کی چوٹی کی،

کوڑی کی.....شکل ہو یا کروڑ کی،

بوند ہو یا......ٹھاٹھے مارتا سمندر ہو،

جبرئیل ہو....میکائیل ہو، اسرافیل ہو یا ملک الموت ہو

جو کچھ اللہ کے علاوہ ہے، اس کے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ نقصان،

ذلت ہے نہ عزت

زندگی ہے نہ موت

لینا ہے نہ دینا،

بنانا ہے نہ بگاڑنا،

کوئی کچھ نہیں کر سکتا، ایک اکیلے اللہ کی ذات میں سب کچھ ہے، ...... یہ تاثر دل بھیتر میں اتر جائے،

ابھی تو کلمہ بہت کمزور ہے، اسی لئے اصل محنت ہمیں اس کو طاقتور بنانے میں کرنی ہے، اس لئے کہ سارا دارومدار ایمان ہی پر ہے۔

اللہ کرے ایمان کا نفع کھل جائے، جب ایمان کا نفع کھلتا ہے جیسے صحابہ پر کھلا اللہ اکبر! وہ صحابہ جو حضرت رسول کریمؐ کی بعثت سے پہلے شرک کے سمندروں میں ڈبکیاں کھا کر آئے تھے، ان کے باپ ان کے دادے ان کے پردادے سب...... ایمان کیا ہے؟ ایمان کے نفعے کیا ہیں، ایمان پر کیا کچھ ملے گا؟...... ان سب سے نابلد تھے۔

حضرت عکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں

جب حضرت رسول کریمؐ تشریف لائے اور آپ نے ایمان کا نفع بتایا، ایمان پر کیا ملے گا بتایا، .... جیسے ابوجہل کے بیٹے .... ابوجہل کا نام تو سب نے سنا ہوگا۔

اس کے بیٹے حضرت عکرمہؓ، ان کی اہلیہ کے کہنے سے وہ آگئے، حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اطمینان تو پھر بھی نہیں تھا تو پوچھا کہ یہ یوں کہتی ہے کہ آپؐ نے مجھے امن دے دیا، کیا یہ صحیح ہے؟

اس لئے کہ وہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ میرے جیسے کو امن مل جائے، میری جان محفوظ ہو جائے۔

جب انہوں نے پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا ’’صدقت‘‘ ہاں تمہاری بیوی سچ کہہ رہی ہے، ہم نے تمہیں امن دے دیا، اللہ اکبر!

اب عکرمہ پوچھتے ہیں کہ ہم نے تو بڑے پاپ کئے ہیں...... بڑے ظلم ڈھائے ہیں آپ کی مخالفت میں بڑے گھوڑے دوڑائے ہیں......اور کیا نہیں کیا ہے۔ سب کچھ کیا ہے، اللہ کے رسول! میرا کیا ہوگا؟

حضورؐ نے فرمایا عکرمہ! تو نہیں جانتا الاسلام یھدم ما کان قبلہ،

الہجر ۃ تھدم ما کان قَبۡلَھَا،

ارے اسلام ساری گندگیوں سے آدمی کو ایک آن میں صاف کر دیتا ہے، پاک کر دیتا ہے۔

اسی لئے اس کلمہ کو کلمہ طیبہ کہا، کیا کہا؟ کلمہ طیبہ، کہ یہ پاک کلمہ ہے اور ایسا پاک ہے کہ جو پڑھے وہ بھی پاک ہو جائے۔

یہ کلمہ اتنا زبردست پاک ہے، اتنا پاک ہے........... کہ سو سال کے شرک میں غوطے کھایا ہوا اگر ایک دفعہ کہہ دے گا تمام گندگیاں پاکی سے بدل جاتی ہے۔

کلمہ پاک...... پاک کرنے والا، خدا ہمیں کلمہ کی قیمت سمجھا دے۔

صحابہ پر جب ایمان کا نفع کھلا تو سب قربان کر دیا

ارے یہ وہی صحابہ ہیں یاد رکھنا...... جب پہلے دن حضرت رسول کریمؐ نے کلمہ سنایا تو ایسے بھاگے جیسے جنگلی بدکے ہوئے جانور بھاگتے ہیں۔

حضرت رسول کریمؐ محنت کرتے رہے، دعوت دیتے رہے، سمجھاتے رہے......اب نفع کھلنا شروع ہوا...........کلمہ کا جو نفع کھلا اور ایمان کا جو نفع کھلا، کہ جی کلمہ ایسی نفع کی چیز ہے اس کے لئے چار مہینہ دے دو، کہ جی چلہ تو دے ہی دوں گا۔

یوں کہا یوں کہا کیا کہنے اس کلمہ کے نفع کے...... کہ خدا اگر ایسی دس زندگیاں دیدے تو دس کی دس اس کلمہ کے سیکھنے............ کلمہ کو زندگی میں رچانے بسانے اور کلمہ کی دعوت کو لے کر عالم میں پھرنے میں لگا دوں۔

ابھی تو ہم پر کلمہ کا نفع کھلا نہیں .... ابھی تو ہم جن کاروباروں میں لگے ہوئے ہیں ان کاروبار کا نفع کھلا ہوا ہے، روز اس کی ترقی کی راہیں سوچتے ہیں۔

کاروبار کیسے بڑھے؟ اور نفع کیسے زیادہ ہو۔

ایمان میں ترقی کیسے ہو؟ ایمان میں کمال کیسے پیدا ہو، ایمان کی بشاشت، ایمان کی تراوٹ، ایمان کی حلاوت، ایمان کی لذت، ایمان کا ذائقہ خدا ہمیں تمہیں چکھا دے۔

عرض میں یہ کر رہا تھا میرے دوستو! عزیزو! بزرگو! کہ حضرت رسول کریم خاتم الانبیاء والرسل کو اللہ تعالیٰ نے شاہد بشیر و نذیر اور داعی الی اللہ بنا کر بھیجا، آپ نے سب سے پہلے اللہ کا تعارف کرایا کہ لوگو! اللہ کو پہنچانو، اللہ کو پہنچانو۔

عطاء میں بھی اور پکڑ میں بھی...... دونوں قسم کے واقعات قرآن میں موجود ہیں دیکھو! جب اللہ راضی ہوتے ہیں، جب کوئی اللہ کی طرف چلتا ہے، جب کوئی اللہ کے کہے کو کرتا ہے اللہ کی منع کی ہوئی سے بچتا ہے تو اللہ اتنا نوازتے ہیں کہ کیسوں کی اولاد میں کیسوں کو پیدا کر دیا، سارے صحابہ کون تھے؟

قرآن میں پچھلی قوموں کے واقعات

لیکن جب اللہ ناراض ہوتے ہیں ...... دیکھو! قوموں کے واقعات قرآن نے ذکر کیئے، یہ قرآن کے واقعات کہانیوں کے طور پر نہیں، رہتی دنیا کے لوگوں کے لئے، اللہ کا تعارف ہے۔

کہ قوم عاد کون تھی؟ جسے اپنی قومی طاقت کا گھمنڈ وغرہ تھا، جو یوں کہتے تھے من اشد منا قوۃ؟ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں کون؟

جنہیں اپنی قومی طاقتوں کا گھمنڈ تھا.........ان کے واقعات قرآن نے ذکر کئے

جنہیں اپنی دولتوں کا گھمنڈ تھا..............ان کے واقعات قرآن نے ذکر کئے

جنہیں اپنی حکومت کا غرہ تھا...............ان کے واقعات کو ذکر کیا

جنہیں اپنی زمیندارے کا اور زمین کی پیداوار کا گھمنڈ تھا......ان کے واقعات کو ذکر کیا

جنہیں اپنی اکثریت پر غرور وگھمنڈ تھا............ان کے واقعات کو قرآن نے ذکر کیا

اس اللہ کو پہچانو! جس نے سارے گھمنڈیوں کے گھمنڈ کو اتارا............

اس لئے کہ اللہ یوں کہتے ہیں، حدیث قدسی ہے

اَلْکِبْرِ یَاءِ رِدَائِی ....بڑائی میری چادر ہے،

وَالْعَظْمَۃُ اِزَارِی..........عظمت میری ازار ہے،

مَنْ نَازَعَنِی فِیْھِمَا ....جو اس میں چھینا جھپٹی کرے گا،

قَصَمْتُہٗ ....میں اسے پھاڑ کر رکھ دوں گا،

فرعون کیا کہتا تھا انا ربکم الاعلی........میں ہوں تمہارا بڑا پروردگار

خدا نے پھاڑ کر رکھ دیا،

قوم نوح کو اکثریت کا گھمنڈ تھا...........حضرت نوحؑ نے جب اللہ کا تعارف کرایا۔

اِنِّی لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ، اَنِ اعْبُدُ وا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَ اَطِیْعُوْنِ، یَغْفِرْلَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ ، وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ، اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَاءَ لَایُؤَخَّرُ ، لَوْکُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o

لوگو! مجھے اللہ نے بھیجا ہے، میں تمہیں باخبر کرتا ہوں، اور ساتھ ساتھ یہ کہتا ہوں دیکھو! اس ایک اکیلے اللہ کی بات مانو، اس کی اطاعت کرو، اور اسی سے ڈرو، اس کا تقوی اپنے میں

پیدا کرو، وہ اللہ تمہارے پچھلے سارے پاپ معاف کر دیں گے، تمہاری دنیا بھی بنائیں گے تمہاری آخرت بھی بنائیں گے۔

قوم نوح پر میجوریٹی کا غرور

قوم کو سمجھایا، لیکن قوم کو کیا خیال تھا؟ ارے نبی نوح کی قوم میں حیثیت کیا؟ اور نبی نوح کے ماننے والے کتنے؟ ان کے تو تھوڑے............ اور ہم بہت زیادہ۔

یہ اقلیت میں ہیں............ اور ہم اکثریت میں ہیں

حضرت نوحؑ بڑے درد کے ساتھ اللہ کی جناب میں شکوہ کرتے ہیں

قال رب انی دعوت قومی لیلاً ونھاراً فلم یزدھم دعائی الافرارا۔ (سورۂ نوح)

پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات کی اندھیریون میں بھی اور دن کے اجالوں میں بھی تیرا تعارف کرایا تجھ سے وابستہ کرنے کی آواز لگائی اور میں نے ان کو پکارا...... لیکن جتنا میں نے ان کو قریب کرنا چاہا اتنے ہی وہ دور بھاگے۔

وانی کلما دعوتھم لتغفرلھم جعلوا اصابعھم فی آذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبر و استکبارا۔ (سورۂ نوح)

پروردگار! میں نے ان کو یہ سمجھایا کہ تم اگر اس کلمہ کی دعوت کو قبول کر لیتے ہو، اللہ تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف کر دے گا، تمہاری دنیا، آخرت دونوں بنا دے گا، جب میں نے ان سے یہ کہا تو انہوں نے کانوں میں انگلیاں دے لی،............ نبی نوح! ہمیں نی سننی! نی سننی! نی سننی۔ (آپ کی بات نہیں سننا)۔

اے اللہ! میں تو انہیں بشارتیں سنا رہا تھا، انہیں وعدے سنا رہا تھا، اللہ معاف کرے گا، مغفرت ہو جائے گی، توبہ قبول ہو جائے گی، جنت میں ٹھکانہ ہو جائے گا، دنیا میں خدا کی مدد شامل حال ہو جائے گی،............ لیکن ان کو تو مجھ سے ایسی وحشت ہوئی کہ چہروں پر کپڑے

ڈال دیے، کہ نہ بات سنیں نہ صورت دیکھیں۔

اے اللہ! میں کیا کرتا............اور پھر میں نے ان کے سمجھانے میں کسر نہیں چھوڑی، ایک دن دو دن، سال، دو سال، دس سال، پچاس، سو سال..................اے اللہ ساڑھے نو سال تک۔

لیکن ان کو یہی خیال رہا، ہم اکثریت میں............یہ اقلیت میں
ہم اکثریت میں............یہ اقلیت میں،

اب اللہ کو گھمنڈ اتارنا تھا،............وہ اللہ ایک اکیلا تن تنہا، بلا شرکت غیرے، سب کچھ کے بغیر سب کچھ کر سکتا ہے............اور سارا سب کچھ اس ایک اکیلے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

ہم نے اللہ کو کیا سمجھا ہے؟

خندق میں حضورؐ کی پیشن گوئی اور بے ایمانوں کا استہزا

اسی لئے خندق کے موقع پر جب محمد رسول اللہؐ نے ....وہ صحابہ جو محنت کر رہے تھے، قربانی دے رہے تھے، پیٹوں پر پتھر باندھے ہوئے، کڑاکے کی سردیوں میں، ٹھٹھرتے ہوئے، کپڑوں کی کمی، کھانے کی کمی،......ایسے وقت میں جب حضورؐ نے پیشن گوئی فرمائی۔

تو کیا کہنے لگے لوگ! لو سنو کیسی کہہ رہے ہیں، سنو کیسی کہہ رہے ہوں
کھانے کو لقمہ نہیں، پہننے کو چیتھڑا نہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کسریٰ کا تاج ٹھوکر میں آئے گا۔
کسریٰ کی لڑکی بستر بچھائے گی، کسریٰ کے کنگن ہاتھ میں پڑیں گے۔

ٹھٹھا، ہنسی، مذاق، استہزا..........................

جب یہ ہوا اللہ نے آسمان سے آیتیں نازل فرمائی
قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔

پیارے نبی جی! آپ ڈنکے کی چوٹ ان سے کہہ دیجئے ، اللہ ایک اکیلا ہے ساتوں زمین وآسمان کا تن تنہا مالک ہے جب وہ چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے، جب چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے عزت کے میناروں پر بٹھاتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ذلت کے گھڑوں میں اتارتا ہے، ....تم نے اللہ کو کیا سمجھا ہے؟

تم سمجھ رہے ہو کہ ان کے کپڑے نہیں، ان کے کھانا نہیں، ....اس لئے کہ خندق کے زمانے کا یہ حال تھا کہ صحابہ کے پاس سردی سے بچنے کا سامان نہیں تھا، سردی بہت تھی، صحابہ نے قد آدم گھڑے زمین میں کھود کر اپنے کو سردی سے بچایا تھا۔

راہ خدا میں صحابہ کے واقعات سامنے رکھو

اس لئے یاد رکھنا! یہ جو جماعتیں جارہی ہیں نا! کل کو انشاء اللہ!

کہیں سردی، کہیں گرمی، کہیں پیسے کی کمی، کہیں کپڑے کی کمی، کہیں پانی کڑوا، کہیں کھارا......خبردار! خبردار! ان میں کی کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمیں اللہ کے راستے سے واپس لے آئے، صحابہ کے واقعات کو سامنے رکھو، اس کلمہ کی دعوت، اس کلمہ کی محنت

اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا،

اس کے لیے صحابہ نے کیا کچھ مجاہدے کئے ہیں، صحابہ نے کیا کچھ قربانیاں دی ہیں...... ہم؟ ہم تو ان کے پاسنگ میں بھی نہیں آسکتے۔

ہماری قربانیاں..........ہمارے مجاہدے

ہماری بھوک..........ہماری پیاس

ہماری تکلیف..........ہماری سردی گرمی

کوئی حیثیت نہیں رکھتی،

بوڑھیا کے ہاتھوں کا کاتا ہوا سوت

لیکن یادرکھنا! بوڑھیا کے ہاتھوں کا کا تا ہوا سوت جیسے بوڑھیا یوسف کے نیلام میں اور یوسف کی بولی میں بولنے جارہی تھی............

جب حضرت یوسفؑ کا نیلام ہورہا تھا مصر کے بازار میں، تو جو جانتے تھے یوسفؑ کے حسن کو انھوں نے تو یوسفؑ کی بولی بولنے کے لئے تیجوریوں کے دروازے کھولدئے تھے، اپنے خزانوں کی چابیاں پھینک دی تھی..................کہ جس قیمت پر یوسفؑ ملے اس کا سودا کرنے کو ہم تیار ہیں،

یادرکھنا! خدا ہم پر دعوت کا حسن کھولے......خدا ہم پر دعوت کی عظمت کو کھولے......خدا ہم پر دعوت کی بلندی کو کھولے ......خدا دعوت کی اہمیت کو کھولے......خدا ہم پر دعوت کی ضرورت کو کھولے ...... اور دعوت نہ ہونے کے نقصان کو خدا ہم پر کھول دے تو کیا تیجوریوں کے منہ؟......اور کیا تیجوریوں کے دروازے؟ ......اور کیا اشرفیوں کی تھیلیوں کے منہ!......ارے خدا ہمیں سمجھ دے دے......ہم زندگیاں کھپانے کو تیار ہو جائیں۔

جب لوگ بولی بول رہے تھے، ایک بوڑھی عورت اپنے ہاتھ کا کاتا ہوا سوت لے کے جارہی تھی............جوان ہوتے ہی ہیں......انہیں چھیڑنے کی عادت ہوتی ہے۔

بڑی بی! بڑی بی! کہاں جارہی ہو؟

بیٹے! یوسف کی بولی بولی جارہی ہے، نیلام ہورہا ہے، ہراجی (نیلام) میں جارہی ہوں، میں بھی بولی بولوں گی۔

اچھا! بولی بولنے کو کیا ہے تمہارے پاس؟

کہنے لگی بیٹے! میں نے بڑی محنت سے اپنے ہاتھ سے سوت کاتا ہے، اسی کو پیش کروں گی جوان کہنے لگے۔

بڑی بی! تم نے یوسف کو کیا سمجھا! یہ تمہارے ہاتھ کا کاتا ہوا سوت اس کی قیمت بن

جائے گا، وہاں تو رئیسوں نے تیجوریوں کے دروازے کھول رکھے ہیں، اور شاہی خزانے اس کے لئے تیار ہیں، بڑی بی نے ٹھنڈا سانس لیا اور یوں کہا بیٹے! یہ تو میں بھی جانتی ہوں، یوسف کے حسن کا کیا کہنا؟ اور میرے ہاتھ کا کاتا ہوا سوت؟

مصر کے بازار میں ایک بڑی بی کا جذبہ

میں تو اس لالچ میں جارہی ہوں ...... کہ یہ تو میرا ایمان ہے یہ تو میرا عقیدہ ہے۔ سنسار سارا ختم ہوجائے گا، زمین وآسمان سارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، قیامت کا میدان قائم ہوگا خدا کے سامنے سب کی پیشی ہوگی، ہر ایک کا نامہ اعمال پڑھا جائے گا، یوسف کے خریداروں کی فہرست بھی پڑھی جائے گی ...... اس لالچ میں کہ یوسف کے خریداروں کی فہرست پڑھی جارہی ہو، کسی کونے میں مجھ بڑھیا کا نام آجائے، میں بھی یوسف کے خریداروں میں ہوں۔

کہاں صحابہ کی ہجرت ...... کہاں صحابہ کی نصرت ...... کہاں صحابہ کی قربانیاں۔

کہاں صحابہ کی گرمی سردی ...... کہاں صحابہ کا پیٹوں پر پتھر باندھنا ...... کہاں صحابہ کا ٹڈیاں کھا کر گذارہ کرنا کہاں صحابہ کا کھجور پر پانی کا پینا۔

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور کے ساتھ سات سفر کئے اور ساتوں سفر ہم نے ٹڈیاں کھا کر گذارا کیا ہے، ...... میرے تمہارے تین چلے۔

میرے تمہارے چلے .... میری تمہاری تھوڑی سی گرمی سردی،

خدا کرے، خدا کرے کہ کوئی ادا پسند آجائے کہ ان مہاجرین وانصار

اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ .

قرآن راستہ کھول چکا ہے، ...... پہلے تو وہی پہلے ہیں، اول تو وہی اول ہیں، ...... لیکن

اگر کوئی ان کی چال چلے...... ان کے پیچھے ہجرت کی نقل اتارے...... نصرت کی نقل اتارے...... خدا سے ملنے کی امیدوں پر...... اگر کوئی چلتا ہے تو خدا ان کے صدقے انہیں بھی نواز دے گا۔

ابھی ہم نے کام سمجھا نہیں، یہ اجر وثواب کا کام نہیں، یہ تو ہر انسان کی بحیثیت امتی ہونے کے ذمہ داری ہے ایمان کی دعوت، ایمان بنانا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کی ایمانی کیفیت

ایمان کیا بنانا، اللہ اکبر۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ آسمان سارے لوہے کے ہوجائیں، زمینیں تمام تانبے کی ہوجائیں، آسمان سے قطرہ نہ برسے، زمین سے دانہ نہ اگے، روزی روٹی کے سارے اسباب ختم ہوجائیں۔

اس کے بعد اگر میرے دل پر یہ وہم گذرے کہ آہ! اب روٹی کا کیا ہوگا؟

تو فرمایا ایمان نہیں ہے کفر ہے!

کیا مطلب؟ ہم نے جس اللہ کو اللہ کا مانا ہے،

وہ نہ آسمانوں کا پابند............ نہ زمینوں کا پابند۔

نہ بارش کا پابند...... نہ غلہ دانہ اور اناج کا پابند

وہ ایک اکیلا قادر مطلق جب چاہے جہاں چاہے، جو چاہے، جس طرح چاہے کر گذرتا ہے؟ اسی لئے وہ جو بنی اسرائیل تھے نا! چکی کے پاٹ کی وہ بیچ کی کھونٹی بہت ڈانوڈول تھی۔

ہمارا حال بنی اسرائیل جیسا ہے

حضرت موسیٰؑ کے پاس آتے تھے، تو یہ کہتے تھے، بے شک اللہ ایک ہے، موسیٰ اللہ کے نبی ہیں، جو کہتے ہیں کرنا چاہیے.................. جیسے ہمارا حال ہوتا ہے مسجد میں آتے ہیں تو

ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے جبرئیل کے پوتے یہی ہیں، لیکن باہر جاتے ہیں۔ تو؟............

تو ہاں! بھائی مولیصاحب ٹھیک ہے............ لیکن ...... چونکہ ...... اگر ...... مگر ......

اگرچہ ذراسا............ صاف بات...... یہ بنی اسرائیل ایسے ہی تھے۔

جب یہ فرعون کے ماحول میں جاتے...... جیسے ہم تم ماحول سے متاثر ہوجاتے ہیں نا۔

نماز کی...... ایمان کی...... دعوت کی...... قرآن کی...... قبر کی...... جنت کی......

دوزخ کی مرنے کے بعد کی زندگی کی...... باتیں جب سنتے ہیں تو دو آنسو بھی ٹپک آتے ہیں۔

اور جب ملک کی...... مال کی ...... دولتوں کی...... عہدوں کی ...... کرسیوں کی......

زمینوں کی جائدادوں کی...... جاگیروں کی...... باتیں سنتے ہیں تو ہمارے بھی منہ میں پانی آنے لگتا ہے، ہاں بھئی! ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیے......

یہاں آئیں تو اس کے............ وہاں جائیں تو اس کے،

قرآن کیا کہتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔

کہ ہماری بات مسجد میں ہیں تو............ باہر سڑک پر ہیں تو

کروڑوں کی مالیت کے ڈھیر میں ہوں تو...... اور فاقہ مستی میں ہو تو

ہر حال میں...... کرنے والی ذات اسی کی ہے، نفع نقصان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے،

عزت وذلت کا تن تنہا وہی مالک ہے،

آدمی ماحول سے کب متاثر نہیں ہوتا؟

جب ایمان اپنے کمال کے ساتھ...... اپنی حقیقت کے ساتھ...... اپنی بشاشت کے ساتھ دلوں میں اترتا ہے تو پھر اس کی بولی نہیں بدلتی، ہر حال میں ایک ہی رہتی ہے...... کرنے والی ذات اسی ایک اکیلے اللہ کی ہے۔

ان بنی اسرائیل کو یہ تاثر تھا کہ اگر فرعون ناراض ہو جائے گا تو راشن پانی بند ہو جائے گا، ہم بھوکے مر جائیں گے، کھانا کہاں سے کھائیں گے۔

اللہ پاک کو انہیں سمجھانا تھا کہ فرعون بھی ایسا ہی مخلوق ہے جیسا تم مخلوق ہو، تم کیا تھے، تم کچھ بھی نہیں تھے ہم نے تمہیں اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔

فرعون جو خدائی ڈینگیں مار رہا ہے یہ بھی کچھ نہیں تھا۔ اس کو بھی ہم نے پیدا کیا ہے۔

اور جس قدرت کے ہم اس دن مالک تھے اس قدرت کے آج بھی مالک ہیں، اسے زندگی دینا بھی ہمارے ہاتھ میں اور موت کے گھاٹ اتارتا بھی ہمارے قبضۂ قدرت میں تم اس سے اتنے متاثر کیوں ہو؟

کہا جی بات تو ٹھیک ہے اللہ کے نبی موسیٰ کہہ رہے ہیں، ہم تو نماز بھی پڑھتے ہیں، ہم تو تسبیح بھی پڑھتے ہیں لیکن ایسا ہے ذرا دیکھئے گا وہ......وہ......وہ......فرعون ناراض نہ ہو جائے۔

ہمارے بھی اندر وہی بول رہی ہے............اسی لئے ہمارا کلمہ بہت ڈانو ڈول ہے، اللہ ہمیں ایمان کا کمال نصیب فرمائے۔

آمنت باللّٰہ کما ہو باسماءٖ وصفاتہٖ وقبلت جمیع احکامہ۔

مانا میں نے اللہ کو ایسا جیسا وہ ہے اپنی ذات وصفات میں۔

اسی لئے ایمان کے بول بولنے ہیں......ایمان کی دعوت دینی ہے......ایمان کی دعوت سننی ہے اور پھر راتوں کی تنہائیوں میں بھکاری بن کر......ناک رگڑ کر خدا سے ایمان کی بھیگ مانگنا ہے۔

کوئی ملک مانگتا ہے......کوئی مال مانگتا ہے......کوئی سونے چاندی کے ڈھیر مانگتا ہے میں تجھ سے ایمان کی بھیگ مانگتا ہوں، پروردگار! مجھے ایمان کی حقیقت دیدے۔

حضور ﷺ کی ایمان پر جامع دعائیں

حضورؐ اس کی دعائیں کیا کرتے تھے، آپؐ کی دعاؤں میں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسْئَلُکَ اِیْمَاناً کَامِلاً، وَیَقِیْناً صَادِقاً حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ۔

اے اللہ! میں تجھ سے کامل ایمان کا سوال کرتا ہوں، اور ایسے سچے یقین کا سوال کرتا ہوں کہ میرے اندر بھیتر یہ بات اتر جائے کہ جو تو نے لکھا ہے وہی ہو کر رہے گا، کسی کے کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

کون مانگ رہا ہے؟ حضورؐ

کبھی آپ دعا مانگ رہے ہیں

اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسْئَلُکَ اِیْمَاناً یُبَاشِرُ قَلْبِیْ،

اے اللہ! تجھ سے ایمان مانگتا ہوں، کیسا ایمان؟ میرے رگ و ریشہ میں رچ بس جائے

کبھی آپؐ مانگ رہے ہیں۔

اللھم حبب الی الایمان وزینہٗ فی قلبی

اے اللہ میری محبوب ترین چیز ایمان کو بنا دے

کسی کا محبوب حکومت ہے............ کسی کا محبوب عہدہ ہے

کسی کا مجبوب دولت ہے............ کسی کا محبوب کچھ ہے

اے اللہ میری محبوب ترین چیز ایمان بنا دے، اور جتنا ایمان محبوب، اتنا ہی ایمان کے خلاف کی زندگی میرے دل میں مکروہ و مبغوض بنا دے،

دل کا ڈیکوریشن

وَ زَیَّنَہٗ فِی قَلْبِی اور میرے دل کا ڈیکوریش!

آج کل ڈیکوریشن کی بہت فضا ہے نا، مکان کا ڈیکوریشن ...... کارخانہ کا ڈیکوریشن آفس کا ڈیکوریشن ......شادی کا ڈیکوریشن

پتہ نہیں کتنے ڈیکوریشن ہوتے رہتے ہیں صبح سے شام تک

ایسے ہی دل ہے دل، دل کا ڈیکوریشن! دل کی زینت، دل کی خوبصورتی ...... ایمان سے مزین کردے۔

عرض میں یہ کررہا تھا کہ یہ بنی اسرائیل حالات سے بہت متاثر ہوتے تھے، موسیٰ کے پاس آتے، ایمان کی، آخرت کی، جنت کی، دوزخ کی باتیں، تو کہتے ...... بے شک، بے شک۔

اور جب فرعون کے ماحول میں جاتے تو کہتے ہاں بھئی ......لیکن ...... چونکہ ذرا سا، فرعون سے بہت متاثر تھے،

اب اللہ اپنا تعارف کراتے ہیں کہ تم نے ہم کو سمجھا کیا ہے سنو ہم تمہیں نبی کے راستے سے اپنا تعارف کراتے ہیں،

اللہ نے موسیٰ سے کہا، موسیٰ مارو ڈانڈا پتھر پر، مارا ڈنڈا پتھر پر، پتھر پھٹا، اس میں سے ایک پتھر نکلا، فرمایا ایک اور مارو اس پر، اس پتھر کے بچے پر ڈنڈا مروایا...... پتھر کا ہی بچہ ہوا نا ...... وہ بھی پھٹا، اس میں سے ایک چڑیا نکلی، اس چڑیا کے منہ میں ہرا پتا، حیران و ششدر...... ساری دنیا کی سائنس یہ کہتی ہے کہ پتے کی ہریالی بغیر روشنی پانی کے نہیں رہ سکتی،

ہریالی کے لئے روشنی اور پانی ضروری ہے، اور پھر بھلا پتھر کتنا سخت؟ اور پتھر میں پتھر، جہاں نہ سورج کی شعاع جاتی ہے نہ پانی کی بوند...... وہاں چڑیا زندہ ہے اور اس کی چونچ میں ہرا پتہ ہے۔

اے لوگو! اے بنی اسرائیل! اللہ کو پہچانو وہ ایسی قدرت والا ہے جہاں زندگی کا کوئی سبب نہ ہو وہاں زندہ درست رکھ کر بتا سکتا ہے۔

یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ اس اللہ کو پہنچانو جس کو چاہے زندگی دے، جس کو چاہے موت کے گھاٹ

اتارے اس پر میں کہہ رہا تھا کہ قرآن نے اللہ کا تعارف کرانے کے لئے جو جو واقعات ذکر کیئے ہیں۔

قوم نوح کو گھمنڈ تھا اکثریت پر...... کہ ہم اکثریت میں ہے وہ اقلیت میں ہے، حضرت نوحؑ کے ماننے والے اسی پچاسی ،......اور پھر مذاق کیسے اڑاتے تھے......حضرت نوحؑ تو اتنا جانتے تھے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور جو اللہ کہتے ہیں وہ کرتا ہوں، جب اس نے کہا دعوت دو تو دعوت دیتا ہوں،

اب وہ کہہ رہا ہے کشتی بناؤ............تو کشتی بنواتا ہوں

دعوت کے کام میں نہ افراط ہے نہ تفریط

جیسے ہم بھی یہی کہتے ہیں نا دعوت میں ......تبلیغ میں لگنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملنگ بن جاؤ، بیوی نہ بچے ......کھیت نہ کام ......کاروبار نہ ملازمت ......صاحب

خبردار! خبردار! اگر کوئی آدمی تبلیغ کی وجہ سے نوکری چھوڑتا ہے

کوئی آدمی تبلیغ کی وجہ سے پڑھائی چھوڑتا ہے

کوئی آدمی تبلیغ کی وجہ سے ماں باپ سے الگ ہو کر کمائی اور کاروبار چھوڑتا ہے تو صاف سن لو اس نے تبلیغ نہیں سمجھی ہے......نہیں سمجھی ہے......

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے، اور جو دین اور دین کی دعوت اس امت کو میراث میں دے کر گئے، حضورؐ کی شریعت میں اعتدال اور میانہ روی ہے۔

”لَا رَہْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ“ حضورؐ نے فرمایا اسلام میں جوگی پنہ نہیں ہے۔

چھوڑ دیا کاروبار............اب ماں باپ کو بھی شکایت کہ اچھا خاصا لڑکا کمار ہا تھا، گھر کاروبار دیکھ رہا تھا اب تبلیغ میں لگ گیا تو کچھ کرتا ہی نہیں، توبہ......توبہ......توبہ......کس نے یہ تبلیغ سکھائی،

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہمیں سب کو لے کر چلنا ہے، دنیوی کوئی ذمہ داری......گھر کی......بیوی کی......بچوں کی
ماں باپ کی....کاروبار کی....ملازمت کی
کارخانہ کی.....تجارت کی....نوکری کی

جس کے ذمہ جو ذمہ داری ہے اس کو اسی اہتمام سے کرنا ہے............جس طرح مسجد کے پانچ کاموں کو اور اس محنت کو اپنی ذمہ داری کے ساتھ کرنا ہے۔

ماں باپ کے پاس، بیوی بچوں کے پاس بیٹھیں گے، انہیں وقت دیں گے، اس لئے کہ ان کا حق ہے............اب پتہ نہیں لوگوں نے کیا سمجھا ہے،

بیوی بچوں کا حق صرف اتنا سمجھا ہے کہ ان روٹی کو کھلا دو، ان کو کپڑے دیدو ان کی جو فرمائشیں ہیں اس کو پورا کردو، ان کا حق ادا ہوگیا،

گھر والوں کی اور اولاد کی دینی فکر

قرآن کہتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَھْلِیْکُمْ نَارًا۔

ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر کے لوگوں کو جہنم سے بچاؤ۔

جس طرح مسجد کو وقت دینا ہے............گھر والوں کو بھی وقت دینا ہے۔

جس طرح کاروبار کو وقت دینا ہے......اپنے گھر کے جوان بیٹوں بیٹیوں کو بھی وقت دینا ہے، کمارہے ہیں، کمانے میں مشغول ہیں......یہ نہیں پتہ کہ صاحبزادوں کے دوست اور ملنے والے کون ہیں۔

یہ نہیں پتہ کہ بیٹیوں کی سہیلیاں کون ہیں،
کن کے ساتھ یہ اٹھتی بیٹھتی ہیں،

جس اولاد کے لئے کمارہے ہیں انہیں حلال کا لقمہ کھلا رہے ہیں یا حرام کا؟

جہاں ان کی دنیا کا فکر......اس سے زیادہ ان کی آخرت کا فکر، ان کے دین کا فکر،

یہ تو اب دنیا بدل گئی ورنہ مائیں تو وہ جہیز دیا کرتی تھیں............اب تو بچی جب پیدا ہوئی، کوئی کپڑا آیا کہ اس کے لئے رکھ لو، کوئی برتن آیا کہ اس کے لئے رکھ لو، اب تو برتنوں کا، کپڑوں کا

مائیں کیسا جہیز دیا کرتی تھیں

چیزوں کا جہیز ہو گیا............جہیز تو جو دیا تھا اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

خدا ایک دفعہ دنیا میں اس کی لہر دوڑا دے۔ (آمین)

حضرت عمر فاروق ؓ ایک رات کو پہرہ دے رہے ہیں مدینہ میں، ایک جھونپڑی کے پاس کھڑے ہو گئے، جھونپڑی میں سے باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی، باتیں سننے لگے۔

ماں بیٹی سے کہہ رہی تھی بیٹی! دودھ میں پانی ملا دے، حضرت عمر سن رہے تھے، بیٹی نے یوں کہا اماں! امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے ہم کو منع کیا ہے۔

ماں بیٹی سے کہہ رہی تھی بیٹی! رات اندھیری ہے، دنیا سو رہی ہے، ہمارا امیر بھی کہیں پڑا سو رہا ہوگا، جلدی سے ملا دے۔

بیٹی نے کہا اماں! دنیا ساری سو جائے، امیر المومنین بھی سو جائے لیکن......اللہ! اللہ! وہ بصیر، وہ ''لا تاخذہ سنۃ ولا نوم'' اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، اس کی کبھی نہ سونے والی آنکھیں مجھے اور تجھے دیکھ رہی ہیں۔

اور اصل جو ہے ماں اس سارے قصے سے بچی کو دیا ہوا جہیز دیکھنا چاہتی تھی، کہ میں جو اس کو اتنے سالوں سے کھلا رہی ہوں پلا رہی ہوں، اور اس کی تربیت کر رہی ہوں اب یہ شادی کے قابل ہو گئی ہے، دوسرے کے یہاں جائے گی،............

تو میری دی ہوئی جو امانتیں ہیں، میری دی ہوئی امانت............صداقت

سچ بولنا............دھوکہ نہ دینا،

جھوٹ نہ بولنا......خیانت نہ کرنا

خوف خدا............تقوی وللّٰہیت

یہ سامان دیا تھا جہیز میں میرا آج تک کا دیا ہوا سامان اس کے پاس ہے بھی یا اڑا دیا اس نے؟

ماں تاڑ گئی، الحمدللہ، جس دن سے چھاتی کا دودھ پلایا ہے، آج تک میری بچی نے میری تعلیم وتربیت کو سینہ سے لگایا ہے۔

اب میری بچی دوسرے کے گھر جائیگی تو ......اسی عفت و پاکدامنی ......اسی امانت و صداقت

اسی خوف خدا............اوراسی صفات کے ساتھ جائے گی، میرا تو کام بن گیا، میں نے اس کا حق ادا کردیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ ساری سن کے وہاں جھونپڑی پہ چوکڑی ماری، نشان لگایا، صبح کو پیغام بھیجا کہ اس جھگی میں جولڑکی ہے، اس لڑکی کو میں پیغام دیتا ہوں کہ میرے بیٹے عاصم سے اس کا نکاح کردو۔

بوڑھیا کی لڑکی سے امیر المومنین کے بیٹے عاصم کا نکاح

حضرت عاصم تو امیر المومنین کے صاحبزادے............اور یہ جھگی کی!، جھونپڑی کی، یہ کیسے؟............کہ حضرت محمدؐ نے امت بنائی تھی، قوم نہیں بنائی تھی،

وہ اُس رنگ کے............یہ اِس رنگ کے،

وہ اُس برادری کے............یہ اِس برادری کے،

وہاں تو معیار............ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ......تقوی معیار تھا،

رنگ وروپ......قوم وبرادری

حسب ونسب......خاندان

یہ معیار نہیں تھا،

لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَبْیَضَ ، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ۔

خبردار! خبردار! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، اللہ کے وہاں جس میں جتنا خوف خدا، جس میں جتنا تقوی......وہی اللہ کی نگاہ میں معزز ومکرم ہے۔

یہ بنیادیں تھیں اس امت کی۔

حضرت عاصم سے نکاح ہوگیا اس لڑکی کا

جھگی والی کی بیٹی............اور امیر المومنین کے صاحبزادے

کیا ماؤں کی گودیں تھیں!

اللہ نے ایک رات میں برکت دی، اس کے پیٹ سے ایک بچی پیدا ہوئی، حضرت عمرؓ کی پوتی، اور بڑھیا کی نواسی۔

وہ پوتی بھی اسی ماحول میں پلی............اللہ کرے سمجھ میں آجائے، اللہ کرے سمجھ میں آجائے، گھروں کے ماحول میں......گھروں کی تعلیم......مستورات کی تعلیم

مستورات میں نمازوں کا اہتمام......تعلیم کا اہتمام

ذکر کا اہتمام......ان کے اللہ کے راستہ میں سہ روزہ اور دس دن

ان کے چلے اور جماعتوں میں نکلنا......اور دعوت کی محنت

یہ، اللہ کی قسم! گھروں کے دسترخوانوں اور دسترخوانوں پر قسم قسم کے کھانوں سے زیادہ ضروری ہے اپنے گھروں کے ماحول کو ان اعمال سے بنانا۔

امت جورورہی ہے، جوان لڑکوں کو............امت جورورہی ہے کنواری لڑکیوں کو امت جورورہی ہے گھروں کے ماحول کو......امت جورورہی ہے گھروں کی زبوں حالی کو یادرکھنا!...... یہ کپڑے ...... یہ چیتھڑے ......اور یہ قسم قسم کے فرنیچر ...... یہ پیسے اور دولتوں کی بہتات

یہ مکانوں کا عالی شان ہونا......اور یہ قسم، قسم کی اعلیٰ سواریاں......

خدا کی قسم! اگران میں دین نہیں ہے، اوران میں دین کی محنت نہیں ہے، اوران میں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے،............تو یہ لڑکے......لڑکیاں ماں باپ کی عزتوں کا نیلام کروائیں گے،

گنوادی ہم نے وہ میراث

ہم ہوش میں نہیں ہیں، ہم دولتوں کے نشے میں ہے

حضورؐ نے فرمایا تھا

اِنَّکُمْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِنْ رَّبِکُمْ مَالَمْ تَظْھَرْ فِیکُمْ سَکْرَتَانِ،

تم صاف روشن دلیل پر ہو، تمہارے سر پر خدا کی رحمتوں کا ہاتھ ہے جب تک تم میں دو نشے نہیں ہوں گے،

ایک دولت کا نشہ، عیش وعشرت کا نشہ

اورایک جہالت کا نشہ

جہالت کیسی؟ اٹھارہ اٹھارہ سال کے نوجوانوں کو اپنی پاکی ناپاکی کے مسائل نہیں معلوم، نمازوں کا کوئی اہتمام نہیں،............نشہ میں ہیں، دولت ہے، جہاں چاہے نکل گئے جس کے ساتھ چاہے نکل گئے

خدادیکھ رہا ہے،......خدا ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نصیب فرمائے،

لڑکیوں کو دینے کا جہیز یہ تھا، لڑکوں کی تعلیم و تربیت کا نظام یہ تھا،

حضرت عمرؓ کی پوتی جوان ہوئی، اب اس کے لئے دولہے کی تلاش ہے،

دولہا مل گیا، عبدالعزیز اس کا نام ہے، نکاح پڑھا دیا،

عفت مآب ماں کے پیٹ سے عمر ابن عبدالعزیز

اللہ نے اسی رات میں برکت دی، ان کی گود میں اللہ نے وہ بیٹا دیا جن کا نام عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

لڑکیوں کو جہیز میں یہ دیا جاتا تھا اور بچوں کی تعلیم و تربیت گھروں میں اس طرح ہوا کرتی تھی، ہم تو سمجھ رہے ہیں کہ اولاد کے لئے کما رہے ہیں، انہیں کھلا رہے ہیں، اور کیا کما رہے ہیں؟...... وہ ہم جانتے ہیں۔

یہاں تک لکھا ہے علماء نے میاں بیوی کی وہ رات جس میں نطفہ قرار پایا ہو، اس رات کی وجہ سے اگر فجر کی نماز قضا ہوئی ہے تو اولاد نافرمان پیدا ہوگی،

پھر دم کرواتے پھرو،

تعویذ لٹکاتے پھرو،

اور بزرگوں سے دعائیں کرواتے پھرو.................. اپنا کیا ہے اسے خود ہی بھگتو خدا کرے ہم دین کو سمجھیں۔

سارے بگاڑ کی بنیاد کیا ہے؟

اسی لئے یہ سارا فساد، بگاڑ امت میں سے اصلی کام ایمان کی دعوت نکل جانے کی وجہ سے ہے جیسے خون کا فساد کہ

جب خون میں بگاڑ آجاتا ہے...... تو کمر پر بھی پھوڑے...... کندھے پر بھی پھوڑے

پیروں میں بھی پھنسیاں...... ہاتھوں میں بھی کھجلی

کہ یہاں بھی پھوڑے...... یہ بھی پھنسیاں

کہ یہ سارا بگاڑ خون کا بگاڑ ہے، .... معاشرت کی گندگی...... معاملات کی الجھنیں

اخلاق کی گراوٹ...... زندگی کا اجیرن ہو جانا،

کہ یہ سارا بگاڑ ایمان کی دعوت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

جب امت اجتماعی طور پر، مشترکہ طور پر، ایمان کی داعی تھی، ایمان میں طاقت وکمال تھا اور ایمان کی طاقت کی مقدار میں طاعت تھی، اور طاعت کی مقدار میں اسلام کی حفاظت تھی۔

اور اسلام کی حفاظت کی مقدار میں اللہ کی مددیں اور نصرتیں تھی،

اور دعوت کے نہ ہونے کے نتیجہ میں، عبادتیں چھوٹ گئیں........... بداخلاقیاں آگئیں

معاشرہ گندا ہو گیا........... معاملات الجھ گئے

خدا ہی ملا نہ وصال صنم ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

دنیا ہی بنی نہ آخرت بنی،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندری سفر

اسی لئے قرآن نے عجیب بات کہی ہے

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِ نَا هٰذَا نَصَباً

حضرت موسیٰؑ اور ان کا ساتھی جب تجاوز کر گئے تو موسیٰؑ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ بھائی! ہم تو تھک کر چور گئے، وہ جو ناشتہ دان ہے دوپہر کا کھانا ہے لاؤ ذرا کھالیں۔

قَالَ اَرَئَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ، وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ، فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَباً قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِیْ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصاً فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً۔

وہ ساتھی کہنے لگے، اوہو! آپ کو یاد ہوگا وہ جو چٹان پر ہم ٹیک لگا کر بیٹھے تھے اور نیند

آ گئی تھی، اس وقت میں ناشتہ دان سے مچھلی زندہ ہو کر اچھل کر سمندر میں چلی گئی تھی، اور اللہ کی شان!

وَمَا اَنْسَانِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ

اور شیطان نے مجھے بھلا دیا کہ وہ آپ سے کہہ دوں اسی وقت

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا بھلے آدمی! یہ کیا غضب کیا، وہی تو ہماری منزل تھی۔

ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ ارے وہی تو ہماری منزل تھی،

عَلٰٓی آثَارِھِمَا، وہیں سے الٹے پیروں واپس لوٹے،

اب سن لو آخری بات دھیان سے۔

یوں لکھا ہے علماء کرام نے کہ حضرت موسیٰ مصر سے پیدل چلے، یہاں تک آئے اتنے لمبے سفر میں یہ نہیں کہا کہ ہم تھک گئے .... جہاں چٹان کے پاس کھڑے تھے اور وہاں سے تھوڑی دور چلے اور کہنے لگے کہ تھک کر چور گئے یہ کیا بات ہوئی؟

تو لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی منزل سامنے تھی، مقصد سامنے تھا تو رفتار میں تیزی بھی تھی، طبیعت میں نشاط بھی تھا، اور کسی طرح کا کوئی تھکان نہیں تھا اس لیے کہ منزل سے قریب ہو رہے تھے، مقصد ہاتھ لگنے والا تھا۔

''فَلَمَّا جَاوَزَا'' یہ ساری پریشانی یہ تھکان، یہ بھوک یہ سب کچھ ہوا ہے مقصد سے تجاوز کر جانے کے بعد، ....

ہر طرف سے امت کی زبوں حالی کا شور

اس وقت جو امت کہہ رہی ہے کہ ہم گھروں میں پریشان ......ہم کاروبار میں پریشان

ہم منڈیوں میں پریشان ......ہم کارخانوں میں پریشان

ہم لڑکوں میں پریشان ......ہم لڑکیوں سے پریشان

ہم بہو بیٹیوں سے پریشان ...... ہم پریشان، پریشان پریشان

صاف سن لو، اس امت کی زندگی کا مقصد، ڈنکے کی چوٹ، قرآن کے الفاظ میں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔

تم بہترین امت ہو، تم نے ماؤں کے پیٹ سے جنم لیا ہے، تمہارا وجود اس دھرتی پر، تمہارا وجود اس آسمان کی چھتری کے نیچے .... صرف اس لئے ہے کہ اپنی ذات سے بھلی راہ چلو۔

اور اللہ کی مخلوق کو بھلی راہ دکھاؤ

اپنی ذات سے ہر طرح کی برائیوں سے بچو

اور اللہ کی مخلوق کو ہر طرح کی برائیوں سے بچانے کی محنت کرو،

جب تک امت اس مقصد کے ساتھ چل رہی تھی .... خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ .... حضورؐ کی سند کے ساتھ .... کہ میرے زمانے کی امت بہت اچھی۔

جب امت مقصد سے ہٹی .... پریشان ہوئی، پریشان ہو رہی ہے۔

دنیا جو چاہے کہتی ہو .... میں قسمیہ یہ کہتا ہوں اس پورے مجمع کے سامنے .... امت کی پریشانیوں کا واحد سبب .... اس کا اپنا مقصد زندگی سے غافل ہو جانا ہے۔

پریشانیوں کے دفعیہ کا علاج کیا؟

اور جیسے اس آیت میں ساتھ ساتھ علاج بتایا کہ

''فَارْتَدَّا عَلٰی آثَارِھِمَا'' وہیں پر تنبیہ ہوئی اور وہیں سے الٹے پیر پیچھے چلے، راستہ میں آدمی ملا اس نے رہبری کی .... اور آگے موسیٰ و خضر علیہما السلام کا سارا واقعہ ہے۔

امت جس شعبہ میں حدود کے تجاوز کے ساتھ چل رہی ہے

گھریلو زندگی ...... سماجی زندگی

کاروباری زندگی......انفرادی زندگی

عقیدہ............عبادت

عمل............مسجد

خانقاہ............مدرسہ

زندگی کے ہر شعبہ میں امت کا حد سے تجاوز کرنا یہ باعث بنا ہوا ہے پریشانی کا، علاج؟

علاج؟

کہ جو جہاں ہے وہیں سے الٹے پیر واپس اس محنت پر آئے جس محنت پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ڈال کر گئے تھے،

اس وقت امت پوری، دین سیکھنے والی،

دین پر چلنے والی

اور دین کی دعوت دینے والی تھی

حضرت محمدؐ امت کے ہر طبقہ کے ہر فرد کو ایمان کا داعی بنا کر

پورے دین کا داعی بنا کر

دعوت کی راہ میں جان و مال کو جھونکنے والا بنا کر

دعوت کی راہ میں مجاہدوں کی شکلوں کے ساتھ چلنے والا بنا کر

دعوت کی راہ میں جنت کے شوق میں آگے بڑھنے والا بنا کر

حضورؐ اس امت کو چھوڑ کر گئے تھے۔

امت عیش کے نقشوں میں کھوگئی

امت جہالت کے سمندر میں ڈوبکیاں کھانے لگی

اور نشہ ایسا ہے............ جیسے شراب کے نشے والے کو بہن بیٹی ماں بیوی کی تمیز نہیں

ہوتی ....اس طرح امت دولتوں کے نشے میں...... جہالت کے نشے میں

امت اپنا مقصد بھول گئی

یہ پتہ نہیں ہے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے تھے؟

ہمارا فرض منصبی کیا تھا؟

ہمارا کام کیا تھا؟

اور ہم کیا کر رہے ہیں؟

اس کوتاہی......اس غفلت......اس نادانی......اور اپنی زندگی کے شعبوں میں حدود سے تجاوز کا......ایک ہی راستہ ہے، وہی واپس آجانا......اس واپس آجانے کا نام ہی قرآن کی زبان میں توبہ واستغفار ہے۔ انسان کی فطرت ہے نفع حاصل کرنا نقصان سے بچنا، ہم اپنے نفع نقصان کو بھی بھول گئے، دعوت کا نفع کیا ہے اور دعوت کے چھوٹنے کا کتنا زبردست نقصان ہے؟ اندازتو لگاؤ۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ اپنے انتقال سے پہلے مولانا محمد یوسفؒ، کو بلایا تھا، اور فرمایا تھا یوسف آجاؤ، مل لو۔

اور فرمایا تھا کہ یہ ایک کام ہے، اگر اسے اصولوں کے ساتھ، آداب کی رعایت کے ساتھ قربانیوں کی مقدار بڑھانے کے ساتھ، صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے جذبے کے ساتھ کرتے رہے تو صدیوں تک کے انسانوں کی ہدایت کے راز اس محنت میں چھپے ہوئے ہیں اور اگر یہ نہ ہوا تو نقصان بھی اتنا ہی چھپا ہوا ہے۔

یادرکھنا! یہ دین اور دین کی دعوت یہ دونوں ہمارے تمہارے درمیان اللہ کی نعمت بھی ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے حبیب کی طرف سے امانت بھی ہے۔

ہم نے ان دونوں نعمتوں کی کیا ناقدری کی ہے، اور ان دونوں نعمتوں میں جو خیانت کی

ہے خدا مجھے بھی معاف کرے، خدا تمہیں بھی معاف کرے، پوری امت کو معاف کرے۔

سچی پکی توبہ کرلیں

سچی پکی توبہ کرکے اس کام کو زندگی کا مقصد بنا کر...... خدا اس کے لئے جان و مال کو ہماری قبول فرمالے، اس کے اعتبار سے نیت اور ارادے کا اظہار کرنا ہے اور اللہ سے بھیک مانگنی ہے کہ اے اللہ! ارے اگر کسی کا مکان لٹ گیا تو وہ روتا ہے،

کسی کا کاروبار ٹھپ ہوگیا تو روتا ہے،

کسی کی بیوی مرگئی تو روتا ہے،

اللہ کی قسم امت کے لئے اجتماعی طور پر...... امت سے اجتماعی دعوت نکل گئی اس سے بڑا کوئی خسارہ نہیں، اس سے بڑا امت کا کوئی نقصان نہیں، خدا ہمیں تمہیں اس کا احساس نصیب فرمادے، اور خدا ہمیں تمہیں اور ہماری جان و مال کو دعوت کے لئے قبول فرمائے۔

جس سکون کے ساتھ مجمع نے بات سنی ہے، بے شک کل بھی نام آئے، صبح بھی نام آئے، پہلے بھی نام آئے تھے،............ جو لکھا چکے ہیں وہ اس وقت کوئی کھڑے نہ ہوں، آج مجمع زیادہ ہیں بہت سے ایسے ہیں جن کے ابھی کہیں نام نہیں، چار مہینے میں نہ چلے ہیں...... پیدل میں نہ سواری میں، اندر میں نہ باہر میں، دور میں نہ قریب میں ...... بس آئے ہیں اور شریک ہوگئے، اللہ مجھے تمہیں صحیح سمجھ نصیب فرمادے۔ پورا مجمع اللہ سے خوشامد کررہا ہو کہ اے اللہ! تو ہمیں اپنے اصلی کام کے لئے قبول فرمالے، ہم بڑے دھکے کھا چکے بڑی ٹھوکریں کھا چکے، کہیں کے نہیں رہے، اللہ تو ہمیں اپنالے، تو ہمارا بن جا اور ہمیں اپنا بنالے۔

ہمت کرکے فرماؤ نقد چار چار مہینے کے لئے ...... کل جماعتیں روانہ ہورہی ہیں، بالکل نئے نام چاہیے، افراد بھی لکھاؤ اور ایک کے ساتھ اس کے دوست احباب ہو تو کئی کئی لکھاؤ۔

(بیان ختم ہوا)

اگر جہاں میں میرا جوہر آشکارا ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

بیان............(۴)

نہ چھوڑ اے دل فغان صبح گاہی
اماں شاید ملے ”اللہ ہو“ میں

امت کے مسائل اور اس کا حل

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

●

اجتماع عیدگاہ، دہلی

اقتباس

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادہ مثال دے کر...... کہ چاہے پھلوں کا رَس پی لو، فالودے پی لو، پیاس جس طرح ان سے نہیں بجھتی......تم آسمان کے قلابے ملا لو، مشرق ومغرب کو ایک کرلو، اور جتنی دنیا اس وقت میں ہے اُس سے لاکھوں گنا سرمایہ، لاکھوں گنا ٹکنالوجی اور لاکھوں گنا اثاثے اور سامان وفرنیچر جمع کرلو......ان سے

مسئلے حل نہیں ہوں گے......مسئلے حل نہیں ہوں گے...... مسئلے حل نہیں ہوں گے......

انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل صرف اس (دین) میں ہے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوالِ بندۂ مؤمن کا بے زری سے نہیں

الحمدللّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ٥ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

زندگی نہایت ہی قیمتی سرمایہ:

میرے بھائیو! دوستو! عزیزو! اور بزرگو!

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ہر انسان کو سب سے زیادہ قیمتی جو سرمایہ دیا ہے وہ اس کی اپنی زندگی ہے، انسان کی زندگی سے اس کے پاس اس سے قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔

اس زندگی ہی کے استعمال پر بناؤ بگاڑ...... تعمیر وتخریب ...... صلاح وفساد...... سب کا دارومدار اس انسانی زندگی کے استعمال پر ہے۔ حتی کہ جنت وجہنم کا بننا بگڑنا، آدمی کی آخرت کا بننا بگڑنا سب کا دارومدار اس سرمایہ کے استعمال پر ہے۔

اسی لئے ہر انسان سے حق تعالیٰ شانہٗ کا جو مطالبہ ہے............ اور یہ تو طے ہے کہ یہاں جو آیا ہے اسے جانا ہے، کسی شکل میں آیا ہو............ کسی گھر میں پیدا ہوا ہو............

کسی خاندان سے اس کا تعلق ہو............ کسی رنگ وروپ کا ہو

لیکن جو دنیا میں آیا ہے اسے جانا ہے کروڑ ہا کروڑ آئے چلے گئے، جا رہے ہیں، چلے جائیں گے............ لیکن حق تعالیٰ شانہ کا جو مطالبہ ہے، ہر ایک سے زندگی دینے والے کا جو مطالبہ ہے کہ ہمارے یہاں آؤ تو زندگی بنا کر لے آؤ زندگی بگاڑ کے نہ آؤ، یہ زندگی صرف گزارنے کے لئے ہم نے تم کو نہیں دی ہے............ اس لئے کہ جہاں تک زندگی گذارنے کا مسئلہ ہے اس میں تمام مخلوقات برابر کی شریک ہیں۔

رات دن................ سردی گرمی

بیماری تندرسی................ جوانی بڑھاپا

یہ مخلوقات کے ساتھ لگا ہوا ہے، جانوروں کے یہاں بھی راتیں ہوتی ہیں، دن ہوتے ہیں ان کے یہاں بھی بچے پیدا ہوتے ہیں، وہ بھی کھاتے ہیں، وہ بھی ایک دوسرے کو مارتے ہیں، لڑتے اور جھگڑتے ہیں، زندگی کے ہفتے، مہینے، سال جس کے جتنے ہوتے ہیں، وہ پورے کرتے ہیں............ لیکن یہ انسان اشرف المخلوقات ہے، یہ خدا کا خلیفہ ہے، اس لئے اس سے زندگی بنانے والے نے جو مطالبہ کیا ہے وہ مطالبہ یہ ہے کہ زندگی بنا کر لے آؤ، زندگی گذار کر نہ آؤ۔

عالمی سطح پر انسانوں کا سمجھا ہوا کامیابی کا معیار

اب یہاں سے اختلاف شروع ہوتا ہے کہ بنی ہوئی زندگی کون سی؟ اور بگڑی ہوئی زندگی کون سی؟ اور یہ بات معلوم ہے، مشہور ہے۔ سب جانتے ہیں کہ آدمی جس رنگ کی عینک لگاتا ہے اسی رنگ کی دنیا دکھتی ہے، اگر کوئی کالے رنگ کی عینک لگاتا ہے تو اس کو دنیا ساری کالی نظر آتی ہے، جو جس رنگ کی عینک لگاتا ہے دنیا اسے ویسی نظر آتی ہے............ اس وقت جیسے عام انسانی دل ودماغ پر مادیت چھائی ہوئی ہے۔

ملک و مال............ملک و مال............ملک و مال

اس لئے تقریباً تقریباً عالمی سطح پر انسانوں کی بہت بڑی تعداد یہ فیصلہ کئے ہوئے ہیں کہ بنی ہوئی زندگی اس کی ہے۔

جس کے کپڑے اچھے ہو،

جس کے پاس ذاتی مکان، و بنگلہ ہو،

جس کے پاس بینک بیلنس ہو،

جس کے پاس نت نئے قسم کے فرنیچر اور سامان کے ڈھیر لگے ہوں،

جس کے پاس سواری کے لئے شاندار قسم کی گاڑی ہو،

جو اس وقت کی دنیا دیکھ رہی ہے، تقریباً بہت بڑی تعداد اس پر ہے، اسی کو دیکھ رہی ہے، اسی کو سوچ رہی ہے، اسی کے لئے دوڑ بھاگ کر رہی ہے۔

جتنی نقل و حرکت ہے.................. جتنی تگ و دو ہے

جتنی دوڑ بھاگ ہے............مشرق و مغرب شمال و جنوب میں

انسانوں کی بہت بڑی تعداد کی نقل و حرکت کی بنیاد یہی ہے کہ جس کے پاس جتنا پیسہ زیادہ، جس کے کپڑے جتنے اچھے، جس کا مکان جتنا شاندار، اس کی زندگی بنی ہوئی ہے۔

جس کو لوگ کہتے ہیں کہ اپنا کیریئر بناؤ............ کیا کہتے ہیں؟ آج کل کی زبان میں لوگ کہتے ہیں کہ کیریئر بناؤ............فیوچر بناؤ............اپنا مستقبل بناؤ۔

اور اس بناؤ کی بنیادیں انہیں سمجھے ہوئے ہیں، ملک و مال اور ان کے درمیان کی جتنی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں۔

زندگی دینے والا عجیب شان کا مالک ہے

لیکن عجیب بات ہے کہ جس نے انسانوں کو یہ زندگی دی ہے، وہ ایک اکیلے اللہ کی

ذات ہے جس نے جو کچھ کیا ہے وہ بلا شرکت غیر کیا ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ
آسمان اور آسمانی دنیا کی تمام مخلوقات
زمین اور اس کے اوپر کی تمام مخلوقات
زمین کے اندر کی تمام مخلوقات
شکلیں جتنی چاہے بنی ہوئی ہوں اور جتنی چاہے مختلف ہوں

ان تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا تن تنہا ایک وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔

جس نے چاند کو بھی زندگی دے رکھی ہے
جس نے سورج کو بھی زندگی دے رکھی ہے
جس نے آسمان وزمین کو زندگی دے رکھی ہے
جس نے پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں اور نہروں کو دے رکھی ہے
جس نے انسانوں، اور جناتوں کو دے رکھی ہے
جس نے جانوروں، چرندوں، پرندوں اور درندوں کو دے رکھی ہے
جس نے کائنات کی ہر مخلوق کو زندگی دے رکھی ہے

پھر اس نے اس انسان کے لئے جو ایک اشرف المخلوقات ہے، حق تعالیٰ نے خود اس کو اپنی خلافت کا جوڑا پہنایا ہے، اسی لئے اس نے جتنا اس انسان کے لئے اہتمام کیا ہے۔

اس کی تعلیم کا............اس کی تربیت کا............اس کی رہبری کا
اس کے لئے آسمان سے کتابیں ہیں............آسمان سے صحیفے ہیں

پھر انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے نمونے ہیں، اور ان کے اسوے ہیں، اس میں کہیں سے کہیں............کسی آسمانی صحیفے میں۔

کسی آسمانی کتاب میں

کسی نبی کی سیرت میں

کسی نبی کے پیغام میں

کسی نبی ورسول کی دعوت میں، کہیں سے کہیں بھی یہ بات نہیں بتلائی ہے کہ ہمارے یہاں بنی ہوئی زندگی کا معیار، ملک ومال ہے۔

کامیابی کا حقیقی نمونہ اور معیار

بلکہ اس کے یہاں سے ہر زمانے میں انسانوں کو زندگی کا نمونہ بتانے اوران کی صحیح رہبری کرنے کے لئے جن انبیاء اور پیغمبر علیہم الصلوۃ والتسلیمات کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا انہی کو نمونہ اور معیار قرار دیا ہے کہ ہم کو جو زندگی پسند ہے .... اور جس پر ہم کامیاب کرتے ہیں .... وہ نمونے یہ ہیں .... اسی لئے تمام پیغمبر اور تمام نبی اس زندگی کے نمونے ہیں۔

بنی ہوئی زندگی؟ .... کہ بنی ہوئی زندگی وہ ہے جو نبی کی زندگی ہے،

اسی لئے ہر زمانے میں ہر قوم اور امت کے لئے حق تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا، اس نبی کو نمونہ قرار دیا، اور اس وقت کی اس امت اور اس قوم سے اس کا مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو اس زندگی پر لے آؤ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت آپؐ ہی کی زبانی اعلان کرایا

قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا ہ (پ۹ آیت ۱۵۸ سورۂ اعراف)

پیارے پیغمبر! آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے خود فرمادیجیے کہ لوگو! اب تم سب کے لئے اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے۔

انسانی ہدایت اور فلاح و بہبود کے راز

اور پھر قرآن نے کہا

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ (پ۲۱ آیت ۲۱ سورۂ احزاب)

کہ تمہارے لئے بہترین نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے،

اور حکم کے طور پر فرمایا

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (آیت ۶ سورۂ حشر)

جو چیزیں تمہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیں اسے لے لو

اور جس چیز سے تمہیں تمہارے نبی روکے رک جاؤ،

اس بات کو دل کی گہرائیوں میں اتار لو، اور خوب سمجھ لو۔

کہ تمہاری تمام تر کامیابی کے راز

تمہاری رہبری کے راز

تمہاری ہدایت کے راز

تمہاری فلاح و بہبود کے راز

تمہارے علم و عزت کے راز

تمہاری دنیا و آخرت کے بننے کے راز

تمام پنہاں و پوشیدہ ہیں……اور تمام مخفی و مضمر ہیں……محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات بابرکت میں……آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت میں……آپ کی زندگی کے سانچے میں زندگیوں کو ڈھالنے میں……حتی کہ زندگی کے تمہارے وہ شعبے جن میں تمہیں اپنے مسئلے کا حل نظر نہ آتا ہو اور تم تھک کر مایوس ہو کر یوں کہتے ہو کہ صاحب!

مسئلہ بہت سخت ہے۔

مسئلہ بہت سنگین ہے
اور مسئلہ لاینحل ہے

قرآن کہتا ہے

ان تطیعوہ تھتدوا۔ ان تطیعوہ تھتدوا............ (سورۂ نور آیت ۵۴)

نبی کی بات مان لو گے۔ نبی کے سانچے میں زندگی ڈھال لو گے راہ پالو گے ....زندگی کا کوئی شعبہ ہو۔

انسانی زندگی کے پانچ اہم شعبے

انسانی زندگی کے......جس پر زندگی بنا کرتی ہے، اور زندگی نمونہ ہوا کرتی ہے، اس انسانی زندگی کے پانچ شعبے ہیں سب سے پہلا شعبہ عقیدہ، یقین اور ایمان کا ہے۔

اس کا عقیدہ کیسا ہو؟

اس کا یقین کیسا ہو؟

دل کا یقین کس سے جڑا ہوا ہو؟

صحیح عقیدہ کیا ہے.................غلط عقیدہ کیا ہے۔
صحیح یقین کیا ہے.................غلط یقین کیا ہے۔

اس کو خوب قرآن وحدیث نے کھولا ہے، یہ انسانی زندگی کا پہلا اور بنیادی شعبہ ہے، یہ اس کی دل کی دنیا سے متعلق ہے، جس کو ''عقیدہ'' کہتے ہیں۔

دوسرا شعبہ اس کے اعضاء وجوارح سے متعلق ہے، اس کے سر کی سوچ سے لے کر اس کے پیروں کی حرکت تک ......اس کے ہاتھوں کا استعمال......اس کے کانوں کا استعمال...... اس کی زبان کے بول......اس کی آنکھوں کا دیکھنا......اس کے تمام سر سے پیر تک کے اعضاء کی نقل وحرکت......اس کا تعلق جس سے ہے وہ عبادت کا شعبہ ہے کہ............

اس کی زبان کے بول کیا ہو۔

کیسے ہو
کس وقت ہو
کانوں سے کیا سنے کیا نہ سنے
آنکھوں سے کیا دیکھے کیا نہ دیکھے
قدم کدھر اٹھے کدھر نہ اٹھے

تو پہلا شعبہ انسانی زندگی کا عقیدہ ہے، دوسرا شعبہ انسانی زندگی کا عبادت ہے۔ پھر یہ انسان ہے، بشر ہے، اس کے ساتھ تعلقات ہیں، یہ جس دن ماں کے پیٹ سے جنم لیتا ہے اسی آن اس کے رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔

کہ فلاں کے یہاں پوتا آیا............فلاں کے یہاں بھتیجا آیا
فلاں کے یہاں بھانجا آیا............فلاں کے یہاں نواسہ آیا

ایک آن میں تمام رشتے قائم ہو جاتے ہیں تو......اس کی معاشرت کیسی ہو......جس محلّہ میں یہ پیدا ہوا ہے، جو اس کے پڑوسی ہیں کچھ چھوٹے ہیں، کچھ بڑے ہیں، رشتہ دار ہیں، تعلقات والے ہیں، جن سے اس کو واسطہ پڑتا ہے، ان کے ساتھ رہن سہن کیسا ہو؟

تو انسانی زندگی کا تیسرا شعبہ معاشرت ہے۔

پھر یہ معاملات کی دنیا میں آتا ہے
کبھی خرید تا ہے، کبھی بیچتا ہے
کسی سے لیتا ہے، کسی کو دیتا ہے

شریعت میں معاشرت ومعاملات کی حیثیت:

تو انسانی زندگی کا بہت اہم شعبہ بلکہ بعضے علماء نے تو یہاں تک کہا ہے ان دونوں شعبوں

کے لئے ......معاشرت ومعاملات کے لیے ......کہ اسلام کے ارکان پانچ بتائے گئے ہیں، کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، تو کسی کی ہمت نہیں ہوسکتی کہ ان پانچ کے ساتھ ارکان اسلام میں معاشرت و معاملات کو بھی داخل کرے ....لیکن جو اہمیت ان ارکانِ اسلام کی ہے............معاشرت ومعاملات کی اہمیت اس سے کچھ کم نہیں اس لئے کہ......

سارا روزہ.............................ساری نماز

ساری تسبیح ....ساری تلاوت

سارے صدقات وخیرات ....اور ساری نیکیاں

کہ معاملات کی خرابی پر اپنا کیا کرایا سب دوسروں کے پاس چلا جائے گا۔

اس امت کا مفلس کون؟

جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا کہ

من المفلس؟

بتاؤ مفلس کون؟

صحابہ نے کہا اللہ کے رسول جس کے پاس پیسہ پائی نہ ہو وہ مفلس، آپؐ نے فرمایا نہیں میری امت کا مفلس وہ ہے کہ قیادت کے میدان میں نیکیوں کے ڈھیر.................

اتنے روزے..............اتنی نفلیں

اتنی تسبیح ....اتنی تلاوت

اتنے صدقے...........اتنے بھوکوں کو کھلانا

اتنے پیاسوں کو پلانا.....بے پناہ نیکیوں کا ڈھیر لے کر آئے گا۔

پھر وہ انصاف کا میدان ......جس میں ہر ایک کو انصاف دیا جائے گا......وہاں پر ہر ایک کی پیشی ہوگی، اور وہ سارے آئیں گے......لَطَمَ ھذا......شتم ھذا......سفک دم ھذا......

اخذ مال ھذا......

اس کو تھپّڑ مارا تھا........................اس کو گالی دی تھی

اس کا خون بہایا تھا ....اس کا مال دبایا تھا

اس کو برا بھلا کہا تھا ....اس کی آبروریزی کی تھی

سب مطالبے والے کھڑے ہو جائیں گے، تو ان سب سے کہا جائے گا کہ اس کی نیکی میں سے تمہارا جی چاہے لے لو، وہ لے کے جائیں گے، اور مطالبے والے باقی رہیں گے، اب اس کے پاس کچھ دینے کو نہ ہوگا پھر ان سب کے گناہ اس پر لا دے جائیں گے اور جہنم کے حوالہ کر دیا جائے گا.....................یہ مفلس وقلاش ہے، یہ مفلس وقلاش ہے

جس کی اپنی تمام طاعتیں..........تمام عبادتیں

تمام ریاضتیں .... تمام مجاہدے

اور تمام خیر اور نیکیوں کے ڈھیر............

ختم ہو کر

دوسروں کی معصیتیں

دوسروں کے پاپ

دوسروں کے گناہ

اس پر ڈالے جائیں گے، اور ان کی وجہ سے یہ الٹا منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا مفلس یہ ہے

تو عرض میں نے کیا میرے دوستو! بزرگو!

کہ انسانی زندگی کے یہ دونوں شعبے معاشرت ومعاملات بے شک ارکان اسلام میں نہیں ہے، مگر ان کی اہمیت اس سے کچھ کم نہیں ہے۔

شریعتِ مطہرہ کو حضورؐ نے چکی سے تشبیہ دی:

سب سے پہلا شعبہ ہے اس کے عقیدہ کا، اس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پیاری مثال دی، بہت عام فہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلا ان رحی الاسلام دائرا الا فدوروا حیث دارا وکما قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ لوگو! کان کھول کر سن لو اسلام کی چکی چل رہی ہے

پورے اسلام کو

پوری شریعت مطہرہ کو

پورے دین کو............حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی ہے چکی سے

عورت ہوتو.................مرد ہوتو

جواں ہوتو.................بوڑھے ہوتو

دیسی ہوتو.................بدیسی ہوتو

مسافر ہوتو.................مقیم ہوتو

کالے رنگ کے ہو......گورے رنگ کے ہو

مشرق کے ہو...............مغرب کے ہو

شمال کے ہو...............جنوب کے ہو

دوروا حیث دار

جس سمت میں رہتے ہو............جس طبقہ سے تعلق ہو............اور جونسا چاہے مشغلہ ہو......اور جونسی چاہے تمہاری مصروفیت ہو............سب کو حکم ہے، سب اس چکی کے ساتھ چلو۔

تاجرو!............اسلام کے ساتھ چلو

کاشتکارو!......اسلام کے ساتھ چلو

مزدرو!............اسلام کے ساتھ چلو

سرمایہ دارو!......اسلام کے ساتھ چلو

حاکمو!............اسلام کے ساتھ چلو

غریبو!............اسلام کے ساتھ چلو

عورتو!............اسلام کے ساتھ چلو

عوام !............اسلام کے ساتھ چلو

خواص!..........اسلام کے ساتھ چلو

فدوروا حیث دار............ جہاں جہاں سے جس کا تعلق ہے سب سے ایک ہی حکم ہے، ایک ہی مطالبہ ہے۔

شریعت مطہرہ کی تشبیہ سادہ پانی سے

لیکن میرے دوستو!

سب جانتے ہیں، نبی جو مثال دیتے ہیں وہ بہت آسان، بہت سادہ اور بہت عام فہم، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری شریعت مطہرہ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے بہت سادہ انداز میں پانی کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا

مُثلِی وَمَثَلُ مَا بعثنِیَ اللّٰہُ مِنَ الْعِلْمِ وَالْھُدٰی کَمَثَلِ الْغَیْثِ ،

میری اور میرے ساتھ جو کچھ آیا ہے علم و ہدایت سے اس سب کی مثال پانی جیسی ہے کہ پانی وہ چیز ہے کہ دنیا میں کوئی فرد بشر!

کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو

کسی طبقہ سے اس کا تعلق ہو

دنیا کی کسی سمت میں رہتا ہو

کوئی سی زبان بولتا ہو،

کسی خاندان و برادری سے اس کا تعلق ہو............ کوئی ایک فرد بشر ایسا نہیں

جسے پانی سے استغنا ہو، جسے پانی کی ضرورت نہ ہو،

پوری شریعت مطہرہ کو پانی کے ساتھ تشبیہ دے کر...... پوری بشریت کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیغام پہنچا دیا کہ............

پانی سے کسی جاندار کو استغنا نہیں

جس طرح تمہیں پانی سے استغنا نہیں، اور پانی کے بغیر تم نہیں رہ سکتے............ اسی طرح میری شریعت سے تم میں سے کسی کو استغنا نہیں ہو سکتا............

فجعلنا من الماء کل شیٔ حی (پ ۱۷، آیت ۳۰، سورۂ انبیاء)

یہ تو نص قطعی ہے، یہ تو قرآن ہے کہ ہر ایک کی زندگی کے راز پانی میں مضمر و پوشیدہ ہے کہ جس طرح پانی سے کسی کو استغنا نہیں، اسی طرح

میری والی شریعت سے

میرے والے دین سے

میرے والے علم سے

میرے والی ہدایت سے............ کسی کو استغنا نہیں ہو سکتا،

اور اسی کے ساتھ ساتھ پانی کہ اس کی کیا اہمیت ہے انسانی زندگی میں کہ

جتنے چاہے اعلیٰ قسم کے شربت پی لیں

اعلیٰ قسم کی ٹھنڈی بوتلیں پی لیں

اعلیٰ قسم کی کولڈ ڈرینکس پی لیں
اعلیٰ قسم کے جوس اور فالودے پی لیں
اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کی آئسکریمیں کھالیں .... لیکن

پیاس بجھانے کی جو تاثیر سادے پانی میں ہے وہ نہ کسی پھل کے رس میں ہے، نہ کسی آئسکریم اور فالودے اور نہ کسی بوتل میں ہے...... کہ پیاس تو سادہ پانی ہی سے بجھتی ہے۔

امت کے تمام مسائل کے حل کی راہ:

پوری بشریت کو سمجھا دیا، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پوری بشریت کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے، جو جہاں ہے اس کے نام یہ پیغام ہے۔

کہ جس طرح پیاس سادہ پانی کے علاوہ سے نہیں بجھتی، اسی طرح .... میری والی سادہ ستھری، صاف، روشن، انتہائی نورانی، پاک، پاک کرنے والی زندگی اور شریعت کے بغیر تمہارے مسائل حل ہو نہیں سکتے، زندگی کے جتنے مسائل سے دوچار ہوں گے...... انسان ہے۔ اس کے ساتھ مسائل ہیں .... کبھی گھریلو مسائل ہوتے ہیں۔

کبھی کاروباری مسائل ہوتے ہیں
کبھی ملکی مسائل ہوتے ہیں
کبھی ملی مسائل ہوتے ہیں
کبھی اجتماعی، کبھی انفرادی
کبھی کمائی کے ہوتے ہیں، کبھی خرچ کے ہوتے ہیں
کبھی تقریبات کے ہوتے ہیں، انسانوں کے ساتھ تو مسائل ہوتے ہیں

اور ہر آدمی ہر لائن کے اپنے مسئلے کا حل تلاش کر رہا ہے، یہ جتنی دوڑ بھاگ ہے دنیا میں،

آپ کسی سے پوچھ لیں، لوگ اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔

کوئی سائیکل پر............کوئی اسکوٹر پر

کوئی تھری ویلر پر............کوئی ٹیکسی میں

کوئی کار میں ....کوئی ہوائی اڈے پر ہوائی جہاز سے

کہ جتنی انسانی تگ ودو ہے، جتنی دوڑ دھوپ ہے، اگر ایک مجمع کو جمع کر کے آپ پوچھیں کہ بھئی! آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ تو سارے مجمع کی ساری باتوں کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ ہمارے ساتھ کچھ مسائل ہیں، ہم ان کا حل چاہتے ہیں، اسی کے لئے دوڑ دھوپ کررہے ہیں۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادہ مثال دے کر............کہ چاہے پھلوں کا رس پی لو، فالودے پی لو، پیاس جس طرح ان سے نہیں بجھتی ....تم آسمان کے قلابے ملالو، مشرق ومغرب کو ایک کرلو، اور جتنی دنیا اس وقت میں ہے اس سے لاکھوں گنا سرمایہ، لاکھوں گنا ٹکنالوجی اور لاکھوں گنا اثاثے اور سامان وفرنیچر جمع کرلو............ان سے

مسئلے حل نہیں ہونگے ......مسئلے حل نہیں ہونگے ......مسئلے حل نہیں ہونگے

انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل صرف اس میں ہے جس کو میں لے کر آیا ہوں،

جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال سادہ دی ایسے ہی پوری شریعت کو تشبیہ دی چکی سے، الا ان رحی الاسلام دائرًا............کہ لوگو! اسلام کی چکی چل رہی ہے۔

چکی کا پورا دارومدار بیچ کی کھونٹی پر ہے

اور سب جانتے ہیں کہ چکی کا گھومنا اور اس کے چلنے کے نتیجہ میں دانوں کا پسنا اور آٹے کا بننا اور آٹے سے مختلف قسم کی چیزوں کا بننا اس سارے کا دارومدار وہ بیچ کی کیل ہے، بیچ کی کھونٹی ہے، وہ کھونٹی اگر صحیح ہوتی ہے تو اوپر کا پاٹ صحیح کام کرتا ہے، اور اوپر کا پاٹ صحیح کام کرتا ہے تو دانا پستا ہے اور دانا پستا ہے تو آٹا بنتا ہے، اور آٹا بنتا ہے تو اس سے ساری ورائٹیاں بنتی ہیں۔

بسکٹ ہیں تو آٹے کی ہیں
کیکس ہیں تو آٹے کے ہیں
روٹی ہے تو آٹے کی ہے
لال روٹی ہے تو آٹے کی ہے
سموسے ہیں تو اسی کے ہیں
پوریاں ہیں تو اسی کی ہیں

جتنی ورائٹیاں ہیں وہ سب آٹے کی ہیں، سب کا اصل مادہ آٹا ہے، اور آٹے کا دارومدار پسنے پر ہے، اور دانے کے پسنے کا پورا دارومدار بیچ کی اس کیل پر ہے جس پر یہ چکی گھوم رہی ہے.................. تو انسانی زندگی کے تمام شعبے........... کہ دنیا انسانوں کے لئے رشک جنت بن جائے........... معاشرت میں اخوت و بھائی چارہ قائم ہوجائے........... ہر ایک دوسرے کو گلے لگانے والا بنے........... معاشرہ میں پاکی ہو........... پاکدامنی ہو........... عفت ہو........... معاشرہ میں حیاء ہو........... لحاظ ہو........... معاشرہ میں ایک دوسرے کی حقوق شناسی ہو........... اور حقوق کی ادائیگی ہو۔

ایمان کا درجہ

معاشرت، معاملات اور اخلاق ان تمام شعبوں میں انسانی زندگی کے صحیح چلنے کی بنیاد وہ بیچ کی کھونٹی ہے...... جس کا نام ''لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' ہے۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''مَنْ اَصْلَحَ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ اَصْلَحَ اللّٰہُ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّاسِ''

معاشرت میں معاملات میں اور اخلاقیات میں انسانوں ہی سے واسطہ پڑتا ہے ان تمام شعبوں میں صحیح چلنے کی........... کہ معاملات صحیح ہو رہے ہوں جو شریعت نے بتلائے

ہیں............معاشرت صحیح ہو رہی ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کر کے دکھائی ہے............اور جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل رہبری فرمائی ہے............اور اخلاق و صفات و عادات صحیح ہوں کہ زندگیاں اس سے سنور رہی ہوں آراستہ ہو رہی ہوں............ ان سب کا دارومدار عقیدہ کے صحیح ہونے پر ہے۔

یقین کے صحیح ہونے پر ہے

ایمان کے صحیح ہونے پر ہے

اسی لئے تمام نبی، تمام پیغمبر علیہم الصلوۃ والتسلیمات جو اپنی اپنی امتوں کے لئے نمونہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو پوری بشریت کے لئے نمونہ ہیں............آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کا پہلا دن............وہ ایمان کی دعوت ہے۔

”اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْ الَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا“

تو جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو ٹھیک کر لیا اللہ خود اس کے اور تمام انسانوں کے درمیان معاملہ کو ٹھیک کر دے گا، اللہ کے ساتھ معاملہ کے ٹھیک ہونے ہی کا نام ایمان ہے۔

ایمان کی پہلی بنیاد:

اللہ کے ساتھ معاملہ کے ٹھیک ہونے کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ ایک اکیلے اللہ کے علاوہ جو کچھ جس شکل میں ہے آسمانوں کی شکل میں ہے۔

زمین کی شکل میں ہے

پہاڑوں کی شکل میں ہے

کوڑی کی شکل میں ہے

کروڑوں کی شکل میں ہے

قطرہ کی شکل میں ہے

ٹھاٹھے مارتے سمندر کی شکل میں ہے

جو اللہ کا غیر جہاں جس شکل میں ہے............ اللہ کے ساتھ معاملہ صحیح کرنے میں سب سے پہلے دل کی دنیا سے اس کا تاثر رخصت کرو، اس پر جھاڑو پھیر دو۔

کہ ذرہ ہو........ یا پہاڑ

قطرہ ہو.......... یا سمندر

کوڑی ہو........ یا کروڑ

چیونٹی ہو.......... یا شیر ببر

جو اللہ کا غیر ہے، اس کے ہاتھ میں نفع ہے نہ نقصان......... زندگی ہے نہ موت

عزت ہے نہ ذلت....... بنانا ہے نہ بگاڑنا

آباد کرنا ہے نہ اجاڑنا...... بیماری دینا ہے نہ تندرستی

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ وہ نبی اور وہ پیغمبر جو اپنی امتوں کے لئے نمونہ ہیں...... کہ جو زندگی ہمیں پسند ہے............ جس زندگی پر ہمارا پیار آیا کرتا ہے............ جس زندگی پر ہماری طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں............ جس زندگی کو ہم چاہا کرتے ہیں............ وہ نبی کی زندگی ہے............ اور نبی کی زندگی کا پہلا دن وہ ایمان کی دعوت ہے۔

چنانچہ نبیوں کے سردار تمام پیغمبروں کے امام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم............ کہ جس دن نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا اور آپ کو ذمہ داری دی گئی کہ

یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر

والرجز فاھجر ولاتمنن تستکثر۔ (پ۲۹ آیت ا سورۂ مدثر)

کملی اوڑھنے والے نبی جی! اب اٹھ کھڑے ہو جائیے انسانوں کو انجام کار سے آگاہ و

خبردار کر دیجئے اور آواز لگایئے وربک فکبر اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کیجئے کہ سب سے بڑی ذات اللہ کی۔

کرم اللہ کا.................فضل اللہ کا
علم اللہ کا...............عطا اللہ کی
غضب اللہ کا................قدر اللہ کی

جتنے وہ بڑے......ان کی صفات اتنی ہی بڑی ''وربک فکبر'' اور یوں کہئے اللہ کی عظمت اللہ کی بڑائی جتنی دلوں میں اترتی چلی جائے گی، اتنا ہی اللہ کے غیر کی چھوٹائی سمجھ میں آتی چلی جائے گی۔

عظمت و بڑائی کی عمدہ مثال

ایک بچہ تھا، اس کو اس کے استاد نے بلیک بورڈ پر ایک لکیر کھینچ کر کہا کہ بیٹے! اس لکیر کو چھوٹا کر دو، لیکن لکیر کو ہاتھ نہیں لگانا ہے، بغیر ہاتھ لگائے اس کو چھوٹا کر دو، بچہ ذہین تھا، اس نے اس لکیر کے پاس ہی ایک لمبی لکیر کھینچ لی اور کہا سر! یہ چھوٹی ہوگئی کہ جب بڑی اس کے سامنے آگئی تو یہ چھوٹی ہوگئی............تو جتنی اللہ کی بڑائی ''وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی'' اللہ کی ذات ہر مثال سے بلند و بالا ہے۔

کہ جتنی اللہ کی عظمت
جتنی اللہ کی بڑائی
جتنی اللہ کی کبریائی
جتنی اس کے خزانوں کی بڑائی
جتنی اس کی صفات

کہ جتنا یہ دلوں میں اترتا چلا جائے گا، اس کا غیر جس شکل کا ہے، جس نے دل میں تاثر

دے رکھا ہوگا اس کا تاثر ختم ہوتا چلا جائے گا، اور اس کی چھوٹائی سمجھ میں آتی چلی جائے گی۔

الغرض تمام انسانوں سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مطالبہ یہ ہے کہ بنی ہوئی زندگی لے کر آؤ، زندگی گزار کر نہ آؤ اور اس بنی ہوئی زندگی کے نمونے نبی اور پیغمبر ہیں، اور اس بنی ہوئی زندگی کی بنیاد ایمان کی دعوت ہے، ایمان کی دعوت کیا ہے؟ اللہ کا غیر جہاں جس شکل میں ہو اس کا تاثر دل سے بالکل ختم ہو کر صرف اور صرف ایک اللہ کی ذات کا تاثر دل میں جم جائے۔

عمارت کا مدار، اس کی بنیاد اور فاؤنڈیشن پر ہے

یہ تو سب جانتے ہیں کہ بڑی سے بڑی تعمیر کہ وہ پانچ منزلہ ہو یا دس منزلہ، سو منزلہ ہو یا اس سے بڑی، جتنی بڑی تعمیر ہو اس کا دارومدار اس کی بنیادوں پر اور اس کے فاؤنڈیشن پر ہے کہ جتنی بنیادیں ٹھوس............ جتنا فاؤنڈیشن مضبوط............ اتنی ہی تعمیر مضبوط اور ٹھوس ہے تعمیر بہت اونچی فلک بوس لیکن بنیادیں اگر کمزور ہیں ڈانوڈول ہیں............ تو ہر آن خود تعمیر خطرے میں اور اس تعمیر میں رہنے والے خطرے میں، اسی لئے جتنے نقشے پاس ہوتے ہیں، جتنے تعمیرات کے پلان ہوتے ہیں ان میں سب سے پہلے دھیان شروع میں اس کی بنیادوں اور اس کے فاؤنڈیشن پر دیا جاتا ہے۔

تو انسانی زندگی کی تعمیر............ اس کی معاشرت............ اس کے معاملات............ اس کے اخلاق............ اس کے خدا کی مخلوق کے ساتھ کا برتاؤ............ اس کا اپنے اللہ کے ساتھ کا معاملہ............ اس کی اپنی آخرت............ اس کے مرنے سے پہلے کی زندگی............ اس کی سکرات............ اس کا برزخ............ اس کا حشر............ اس کی روز قیامت خدا کے سامنے کی پیشی............ اس کا سوال و جواب............ اس کی جنت............ اس کی دوزخ............ اس پورے کا دارومدار اس کے دل کے عقیدے اور ایمان پر ہے، اور عقیدہ و ایمان کیا ہے؟ اللہ کو پہنچاننا، اللہ کو ماننا، اور کیسا؟............ جیسا وہ ہے اپنی ذات و

صفات میں، نہ اس کی ابتدا ہے، نہ انتہا، اس کی ہر صفت کامل ہے، جیسے اس کی ذات،

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ

سب سے بڑی ذات اللہ کی

سب سے بڑا اکرم اللہ کا

سب سے بڑا اعلم اللہ کا

سب سے بڑا افضل اللہ کا

سب سے بڑی عطا اللہ کی

سب سے بڑے خزانے اللہ کے

یقین بنتا ہے یقین کی محنت سے:

تو عرض میں نے کیا تھا کہ مطالبہ ہے زندگیاں بنا کر لے آؤ، اور زندگیاں کس پر بنتی ہے؟ زندگیاں بنتی ہیں ایمان سے، اور ایمان آتا ہے ایمان کی دعوت سے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ آدمی کے اندر جو یقین بنتا ہے وہ محنت سے بنتا ہے، جس چیز پر محنت ہوتی ہے اس چیز سے یقین جڑ جاتا ہے۔

جس کی محنت............جس کی صلاحیت

جس کی قابلیت............جس کی استعداد

جس کی توانائی............جس کی قوت فکریہ

زمینوں پر لگتی ہیں تو محنت کرتے کرتے زمینوں سے زندگی کے بننے کا یقین جڑ جاتا ہے۔

لوہے پر......لکڑی پر......تانبے پر......پیتل پر......دنیا کے کسی میٹریل پر......دنیا کی کسی دھات پر......کہ جس کی محنت جس چیز پر لگتی ہے، اس کا یقین دل میں جم جاتا ہے ....تو جب محنت ایمان کے بنانے پر لگے گی تو اس کا یقین اللہ کی ذات سے جڑے

گا، مخلوقات کی محنت ہوگی تو یقین مخلوقات سے جڑے گا، اور خالق کائنات جو ایک اکیلے اللہ کی ذات ہے۔ جب محنت اس لائن کی ہوگی جس کو ایمان کی محنت کہتے ہیں تو یقین خالق کائنات سے جڑے گا............ اور پوری انسانی زندگی کی چکی اسی کھونٹی پر گھومتی ہے............

یہ اپنے معاشرہ میں خدا کا خلیفہ ہے اور نبی کا نمائندہ ہے؟

یا خدا کی مخلوق کے لیے اور دھرتی وزمین پر بوجھ ہے؟

اس کا دارومدار اس کے اندر کے یقین پر ہے۔

انسان کا بھلا اور برا بننا اندر کے وجدان پر ہے

اگر اس کا یقین ملک ومال سے جڑا ہوا ہے............ کائنات کی چیزوں سے جڑا ہوا ہے............ اس کا یقین شکلوں سے جڑا ہوا ہے............ تو اس شکل کے لئے اسے جو کچھ کرنا پڑے گا............

پھر یہ معاشرہ میں بھوکا بھیڑیا بن کر...... یہ معاشرہ میں خونخوار بن کر...... یہ معاشرہ میں خلق خدا کی آنکھوں کا کانٹا بن کر جیئے گا۔

اور اگر اس کا یقین جڑا ہوا ہے اللہ کی ذات سے............ کہ کرنے والی ذات اللہ کی ہے............ نفع اللہ کے ہاتھ میں ہے............ نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے............ عزت وذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے............ زندگی اور موت کا قصہ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے............ یقین اللہ سے جڑا ہوا ہے۔

تو خدا کی مخلوق کے لئے راحت کا سامان بن کر جیئے گا...... وہ محلّہ والوں کے لئے...... گلی والوں کے لئے...... گھر اور خاندان والوں کے لئے...... برادری کے لئے...... ضلع صوبہ والوں کے لئے...... ملک والوں کے لئے...... براعظم کے لئے...... اور دنیا میں بسنے والے پانچ براعظم کے انسانوں کے لئے...... خدا کا خلیفہ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا

نائب ہے۔

پورا دارومدار دل کی دنیا کے بننے بگڑنے پر ہے۔

کلام نبوی کا اعجاز و جامعیت:

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مختصر الفاظ میں .... یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ الفاظ بہت مختصر اور علوم کے سمندر کے سمندر بھرے ہوئے............آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"مَنْ اَصْلَحَ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ اَصْلَحَ اللّٰہُ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّاسِ"

ترجمہ: جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو ٹھیک کر دیا، تو اللہ اس کے اور تمام مخلوقات کے درمیان کے معاملہ کو ٹھیک کر دے گا،

اور انسان کو کتنے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے؟

کبھی اس کو تاجر سے واسطہ پڑتا ہے........کبھی زمیندار سے
کبھی مزدور سے پڑتا ہے....................کبھی کارخانہ دار سے
کبھی ریل و ہوائی جہاز سے پڑتا ہے.......کبھی ڈاکٹر سے
کبھی ہسپتالوں میں نرسوں سے پڑتا ہے.....کبھی انجینئر و وکیل سے
کبھی اسکول و کالج سے پڑتا ہے............کبھی یونیورسٹی سے
کبھی مدرسہ والوں سے پڑتا ہے............کبھی کس سے کبھی کس سے

کہ جتنی قسم کے انسان ہیں

کبھی خود اس کو اپنی بیوی سے واسطہ پڑتا ہے
کبھی اپنے ماں باپ سے واسطہ پڑتا ہے
کبھی چچا بھتیجوں سے پڑتا ہے،

کبھی بھانجے نواسوں سے پڑتا ہے،

کبھی رشتہ داروں پڑوسیوں سے پڑتا ہے

تو جتنوں سے اس کو واسطہ پڑتا ہے.............................اس پر

ٹھوس ضمانت......اور ایسی ٹھوس گارنٹی......اور گارنٹی کس کی زبانی؟............

''وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی'' (پ ۲۷ آیت ۳ سورۂ النجم) خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ضمانت ہے......کہ جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو ٹھیک کر لیا تو اللہ خود اس کے اور تمام مخلوقات کے درمیان کے معاملہ کو ٹھیک کر دیں گے............کہ جن جن سے واسطہ پڑتا ہے، جس شکل میں پڑتا ہے، معاملات کی شکل میں......مال کی شکل میں...... مارکیٹ میں......منڈی میں......آفس میں......ملک میں......کاشتکاروں سے......مزدوروں سے......فیکٹری چلانے والوں سے......انڈسٹری چلانے والوں سے

کہ جتنی شکلوں میں......جہاں جہاں انسان بسا ہوا ہے......جس جس سے واسطہ پڑتا ہے

کبھی سسرال والوں سے......کبھی میکہ والوں سے

ننھال والوں سے..............ددھیال والوں سے

چھوٹوں سے..................بڑوں سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی جامع بات فرمادی چونکہ تمام مسائل کا حل......تمام مشکلات کا حل......ہر موقع کی مکمل رہبری...... ہر پریشانی سے نجات کی راہ سرور کائنات تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی میں ہے کہ ایمان بنالو......اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ ٹھیک کرلو، تمام مشکلات حل ہوتی چلی جائے گی۔

انسانی زندگی کی گتھیوں کے سلجھنے کا راستہ:

کبھی آپ نے دیکھا ہوگا بچوں کو پتنگ اڑاتے، اور بچے جب پتنگ اڑاتے ہیں تو وہ

ڈور جس سے وہ اڑاتے ہیں، کبھی وہ الجھ جاتی ہے اور الجھتے ہوئے اس میں گرہیں لگ جاتی ہیں اور عجیب قسم کی گرہیں لگتی ہیں، ایک کھولنے جاؤ تو دوسری لگ جاتی ہے، بعض دفعہ پریشان ہوکر پھینک دیتا ہے توڑ دیتا ہے، لیکن بعضے بچے ذہین ہوتے ہیں ......اور یوں کہ اسے کھولنا ہے، اور وہ یوں کہتے ہیں کہ سرا تلاش کرو، اگر سرا ہاتھ لگ گیا تو یہ ساری الجھنیں سرکتی چلی جائے گی اور گرہیں ساری کھلتی چلی جائے گی .... کہ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی ہر الجھن کا سرا اور راز بتلا دیا...... کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو ٹھیک کرلو، اسی کا نام ہے ایمان بنالو اسی لئے ساٹھ ستر سال سے دعوت و تبلیغ کے نام پر آواز لگ رہی ہے یہ کیا ہے؟ کہ یہ ایمان بنانے کی محنت ہے، جب ایمان بنے گا ہر الجھن سلجھتی چلی جائے گی۔

من اصلح مابینہ وبین اللہ............ بہت مختصر جملہ......لیکن زندگی کے تمام شعبوں کی تمام الجھنوں کے راز اس ایک جملہ میں پنہاں و پوشیدہ ہیں،

میاں بیوی میں نہیں بن رہی ہے اس کا حل؟......کہ ایمان بنالو

باپ بیٹوں میں نہیں جم رہی ہے اس کا حل؟......کہ دونوں کو ایمان کی محنت پر لگادو

گاہک اور دکاندار میں نہیں بن رہی ہے اس کا حل؟......کہ دونوں ایمان کی محنت پر لگ جائیں......کہ ایمان ہی سارے مسائل کا حل ہے۔

اوس وخزرج کی پرانی عداوتیں دوستیوں میں بدل گئیں:

یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے ہیں، مدینہ منورہ میں دو قبیلے تھے اوس وخزرج، اور دونوں قبیلوں میں برسوں سے لڑائی چلی آرہی تھی، دس بیس سال سے نہیں، سو سال سے اوپر کا عرصہ گذر چکا تھا، دونوں طرف کی بڑی فوج خرچ ہوچکی تھی اور کتنے جوان کام آچکے تھے،

ایک خونریزی تھی، سفاکی تھی، اور ان کے مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا............ قربان جایئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایک محنت میں لگادیا کہ اوسیو! ......تم بھی ایمان کی دعوت دو اور ایمان بناؤ۔

خزرجیو! ......تم بھی ایمان کی دعوت دو اور ایمان بناؤ

کہ ایمان اخوت لاتا ہے...... ایمان بھائی چارگی لاتا ہے...... ایمان عداوتوں کو صداقت سے اور دوستیوں سے بدلا کرتا ہے........... ایمان صداقت لاتا ہے........... دوستی لاتا ہے..........محبت لاتا ہے۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودا (پ ۱۶ آیت ۹۶ سورۂ مریم)

کہ جب ایمان آئے گا....عداوتیں دوستیوں میں بدل جائیں گی

جب ایمان آئے گا.......بداخلاقی اخلاق سے بدل جائے گی

جب ایمان آئے گا.........ظلم وسفاکی عدل وانصاف سے بدل جائے گی

کہ ایمان......ایمان......"مَنْ اَصْلَحَ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ ......قربان جایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ سمندر کو کوزہ میں بند کردیا۔

اللہ کتنے بڑے ہیں:

اسی کے ساتھ ایک اللہ کی ذات کہ اللہ کون ہے؟ بہت بڑے اللہ اکبر کبیرا۔ اللہ بہت بڑا ہے بے شک سب سے بڑی ذات اللہ کی، کہ اللہ کتنے بڑے ہیں؟ اتنے بڑے ہیں اتنے بڑے ہیں،

کہ تمام نبی تمام پیغمبر اللہ کی بڑائی کو بولیں
تمام صحابہ تمام اولیاء تمام قطب تمام ابدال
تمام مسلمان، تمام مرد، تمام عورتیں

تمام امتیں، جتنی امتیں گذر چکیں وہ اور یہ امت

اور آئندہ قیامت تک جتنے انسان آئیں گے، یہ تمام کے تمام اللہ کی بڑائی کو بول لیں پھر جواب میں کہا جائے گا کہ جتنا تم نے اللہ کو بڑا سمجھا، سوچا، بولا...... اللہ اکبر...... اللہ اس سے بہت بڑے ہیں...... اللہ کتنے بڑے؟

کہ اہل جنت جب جنت میں جا کر اللہ کی زیارت کریں گے کہ پھر یہی کہیں گے کہ...... اللہ اکبر...... اللہ بہت بڑے ہیں لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَیُدْرِکُہُ (پ ۷ آیت ۱۰۳)

نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، جنت میں جا کر زیارت کر لینے کے بعد بھی یوں کہیں گے...... اللہ اکبر...... اللہ بہت بڑے ہیں۔ اور جتنے اللہ بڑے خزانے ان کے اتنے بڑے،

کیوں لڑتے ہو؟
کیوں مرتے ہو؟
کیوں بھڑتے ہو؟
کیوں گرتے ہو؟

جن زمینوں کے ٹکڑوں پر
جن چیتھڑوں پر
جن لیتھڑوں پر
جن ٹھیکروں پر

لڑ رہے ہو، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے وان من شئی الا عندنا خزائنہ۔

(پ ۱۴، آیت ۲۱، سورۃ الحجر)

عزتوں کے خزانے اللہ کے پاس ہیں

ہر چیز کے بے پناہ خزانے ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے کہ معاملہ ہم سے کرلو، عزتیں؟............ ہر ایک کو کرسی میں عزت نظر آرہی ہے یہ بھی چاہ رہے ہیں،

وہ بھی چاہ رہے ہیں،
کرسی ایک اور
چاہنے والے سیکڑوں
سب لڑ رہے ہیں،

عزت کرسی کے ساتھ نہیں ہے، عزت تو ہمارے خزانے میں ہے ہم جب کسی کو عزت دینے پر آتے ہیں تو گدھے کی سواری کراکے عزت کے مناروں پر پہنچاتے ہیں، اور ہم جو کسی کو ذلیل کرنے پر آتے ہیں تو اعلیٰ قسم کی ہاتھی کی سواری پر بٹھا کر

"الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل" (سورۂ الفیل) ایسا ذلیل وخوار کرتے ہیں کہ جب اس کا تذکرہ آتا ہے تو لوگوں کی لعنت کے ووٹ اس کے نام جاتے ہیں۔

کہ سواریوں سے عزت
کرسیوں سے عزت
عہدوں سے عزت
ملک کی وسعت سے عزت
مناصب سے عزت

کہ عزت کے راز اس میں نہیں ہے...... بلکہ عزت کے تمام تر خزانے۔

"وللہ خزائن السموات والارض، وللہا لعزۃ ولرسولہ وللمومنین"

(پ ۲۸ آیت ۷-۸ سورۂ منافقون)

عزت کے خزانے اللہ کے پاس ہے...... رسول کے راستے سے آتی ہے......ایمان والوں پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔

''وانتم الاَعلَوْنَ ان کنتم مومنین'' (پ۴ آیت ۱۳۹ سورۂ آل عمران) اور ایمان کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے کہ مومن بن کر رہنا ہے۔

مسجد میں بھی......... مسجد سے باہر بھی.......دفتروں میں بھی،
مارکیٹ میں بھی......منڈیوں میں بھی...... جہاں ہیں وہاں
کمپنی میں بھی........آفسوں میں بھی.......ہم ایمان والے بن کے رہیں گے،

کہ تاجر مومن..........دوکاندار مومن
کاشتکار مومن..........سرمایہ دار مومن
درزی مومن...........مزدور مومن
ملازم مومن.............ہر شعبہ میں مومن

ایمان کے تقاضے اور فتنوں سے حفاظت:

کہ ہم جہاں اور جس شعبہ میں رہیں گے، مومن بن کر رہیں گے......اور ایمان کے تمام تقاضے پورے کریں گے......ایمان سلامتی کو کہتا ہے۔

ایمان سچائی کو کہتا ہے۔

''اَلْمُؤمِنُ لَا یَکْذِبُ'' کہ مومن جھوٹ نہیں بولتا...... یہ مومن تاجر ہے تو جھوٹ نہیں بولے گا...... یہ مومن کاشتکار ہے تو جھوٹ نہیں بولے گا...... یہ مومن درزی ہے تو جھوٹ نہیں بولے گا......مومن جوتا بیچتا ہے تو جھوٹ نہیں بولے گا...... یہ مومن کسی عہدے، کرسی اور منصب پر ہے تو جھوٹ نہیں بولے گا،

یہ ہر جگہ مومن بن کے رہے گا شکلیں جتنی بدلتی رہے،

کوئی فرش پر ہے، کوئی عرش پر ہے
کوئی معمولی سی ملازمت پر کلرک ہے
اور کوئی وقت کا صدر اور وزیر ہے

مومن کسی بھی حال میں ہو جھوٹ نہیں بولے گا،

"اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ"، مومن نہ دھوکہ دیتا ہے، نہ دھوکہ کھاتا ہے،

یہ مومن یہاں سے لے کر وہاں تک

یہ معمولی ملازمت پر ہے تو......اور وقت کی صدارت پر ہے تو؟

تمام مسائل کا حل بتلایا کہ ایمان ہی ساری مشکلات......سارے مسائل کا حل ہے، انسان ہے، مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے، جس کو دنیا آج کل کہہ رہی ہے کہ بڑے فتنے ہو رہے ہیں، بڑے فتنے ہو رہے ہیں سماجی فتنے..........اخلاقی فتنے

اقتصادی فتنے.......سوسائٹی کے فتنے

گھریلو فتنے.........عوام میں فتنے.......خواص میں فتنے

یوں کہ محمد رسول اللہ کے ارشادات نے تمام کی مکمل رہبری کر دی، زندگی کے تمام شعبوں میں ......چین کی ...... پیار کی ...... پریم کی، زندگی جیو گے، اور دنیا تمہارے لئے رشک جنت بن جائے گی اور تمام انسانوں کے ساتھ کے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے، اور خدا تمام فتنوں سے تمہاری پوری حفاظت کرے گا............اس کا راز ہی ایمان ہے۔

قربِ قیامت میں ایک سنگین فتنہ

اس لئے بتلایا کہ اَوِ الدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ یُّنْتَظَرُ

یہ کیا فتنے ہیں ...... یہ کیا شعبدہ بازی ہے ...... یہ کیا نظروں کی خیرہ کرنے والی شکلیں ہیں......ایک شکل ہوگی دجال کی......جس میں اچھے اچھے الجھ جائیں گے......تو اتنا زبردست

فتنہ دجال کا......جس کی راتیں دن......جس کے دن راتیں......جس کی جنت جہنم......جس کی جہنم جنت......اور بھیڑ کی بھیڑ اس کے فتنوں کی شکار ہوتی چلی جائے گی، لیکن جس کا ایمان حقیقت کے ساتھ......اپنی قوت کے ساتھ......اپنے کمال کے ساتھ ہوگا......وہ اس کے فتنے سے بچ جائے گا............

فتنوں سے حفاظت کے راز.......ایمان میں
عزتوں کے راز...................ایمان میں
کامیابیوں کے راز...............ایمان میں
اخوت کے راز...................ایمان میں
ایثار و ہمدردی کے راز............ایمان میں

اور اس دنیا کی زندگی چندروز گذار کر ہمیشہ کی راحت...... ہمیشہ کا چین...... ہمیشہ ہمیش کی جنت......اس کا راز بھی ایمان،

”ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس نزلا“

(پ۱۶ آیت ۱۰۷ سورۂ کہف)

چندروزہ زندگی ہے ایمان بنالو....ایمان کے ساتھ کھاؤ بھی....ایمان کے ساتھ کماؤ بھی۔

ایمان بنانے کی محنت کیا ہے؟:

لیکن بیچ میں ایک بات عرض کردوں کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولوی صاحب نے ایمان بنانے کی محنت کا کہا ہے تو کھانا کمانا چھوڑ دو...... بیوی بچے ہیں ...... اولاد ہے ...... گھر بار ہے...... کاروبار ہے......اور کہہ رہے ہیں تبلیغ کرو تبلیغ کرو......یہ مطلب نہیں ہے ایمان بنانے کا......یہ مطلب نہیں ہے دعوت وتبلیغ میں لگنے کا......

درکف جام شریعت درکف سندان عشق

ہم محمد رسول اللہؐ کے امتی ہیں، ہمارے نبی نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایمان کے ساتھ چلنا سکھایا ہے۔

آپ ﷺ نے شادیاں بھی کی ہیں
آپ ﷺ کا گھر والوں کے ساتھ رہن سہن بھی ہے
آپ ﷺ نے کھانا بھی کھایا ہے، آپ ﷺ نے کپڑے بھی پہنے ہیں
ان سب کے ساتھ آپ کا اقتدار کے ساتھ تعلق
آپ ﷺ کا اللہ کے ساتھ کا معاملہ............

یوں کہ سب سے اونچی شکل جو ہوسکتی ہے اللہ کے ساتھ تعلق کی، وہ شکل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے، ایسا آپ کا اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے......لیکن اسی وقت میں مخلوق کے ساتھ میں آپ کا برتاؤ......گھر والوں کے ساتھ رہن سہن......

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ گھر میں تشریف لاتے اور ہم گھر والوں کے ساتھ اس طرح رہتے جیسے گھر کے ایک فرد ہیں............لیکن حضرت بلالؓ کی اذان سن کر آپ ﷺ ہمارے درمیان سے ایسے اٹھ کھڑے ہوتے کہ جیسے ہم کو جانتے ہی نہیں؟

ایمان سیکھنے کا مطلب......؟ نواسوں کے ساتھ کا پیار......؟ حضورؐ سجدہ میں ہے حسنین میں سے کوئی آ کر سوار ہو جاتا ہے آپ کی پشت مبارک پر، حضورؐ ان کی لاڈ میں اپنا سجدہ لمبا کر دیتے ہیں، بچوں کے ساتھ پیار کرنا، گھر والوں کے ساتھ بیٹھا، اٹھنا۔

اپنی کمائی کی شکلیں دیکھنا
اپنی محنت مزدوری دیکھنا
اپنا کاروبار دیکھنا
ان میں حلال وحرام کی تمیز کے ساتھ رہنا

شریعت کی پابندی اور قیودات کے ساتھ رہنا،

یہ دعوت وتبلیغ کے اور ایمان بنانے کی محنت کے خلاف نہیں ہے ان تمام شکلوں میں ایمان کے ساتھ رہنا۔

اعتدال کی راہ نہ نفسانیت نہ رہبانیت:

اسی لئے ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے...... آپ ﷺ کو حضرت عائشہ سے بہت محبت تھی بہت محبت تھی...... حضرت عائشہؓ نے ازواج مطہرات میں سے جوان کی سوکن تھی ان میں سے ایک کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے رسول! آپ ان کو کیوں اتنا منہ لگاتے ہیں...... اور قد وقامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ...... وہ تو ایسی ہے ایسی ہے...... تو وہ عائشہ جو اتنی پیاری ہے جس کی آسمانوں میں بھی رعایت ہے...... صحابہ کے یہاں بھی جن کی رعایت ہے...... اور سرکار دو عالمؐ کے یہاں بھی جن کی رعایت ہے۔ ایسی چہیتی کو جب شریعت کے خلاف بات دیکھی تو آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، اور کہا عائشہ اس وقت تو نے وہ کلمہ اور وہ بول بولا ہے کہ اگر سمندروں میں ڈالا جائے تو سمندر کڑوے ہوجائیں۔

پیار کی رو میں اور پیار کی بہاؤ میں بہتے ہوئے شریعت کے احکامات توڑ دیں، یہ بیویوں کے ساتھ پیار نہیں...... لیکن ایمان بنانے کی محنت میں بیویوں کو چھوڑ دیں یہ بھی محنت نہیں...... ہمیں ایک اعتدال کا راستہ دیا ہے، صراط مستقیم دیا ہے، سیدھا راستہ دیا ہے، ایک ہی وقت میں اللہ کے ساتھ کا تعلق بھی ہے...... کہ حضورؐ تہجد پڑھ رہے ہیں حضورؐ کی تہجد کیسی؟ آپ کو حکم دیا گیا،

”یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلاً نصفہٗ او انقص منہ قلیلا اَوْ زِدعلیہ ورتل القرآن ترتیلا انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطاً واقوم قیلا ان لک فی النہار سبحا طویلا“

(پ۲۹، آیت ۱، سورۂ مزمل)

پیارے پیغمبر اٹھئے، رات کو کھڑے رہیئے، آپ کی اصل ذمہ داری انسانی سمندر میں تیرنا ہے، مشرق ومغرب شمال وجنوب کی انسانیت کو پیغام پہنچانا ہے............

”یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک“ (پ ۶، آیت ۶۷، سورۂ مائدہ)

پیارے پیغمبر! جو کچھ آپ پر اتارا گیا ایک ایک تک پہنچا دیجئے، اور جوں کا توں پہنچا دیجئے، یہ آپ کی ذمہ داری ہے،...... کہ جس انسانی سمندر میں آپ کو دن بھر تیرنا ہے اس کی تیاری آپ کو رات کے قیام کے ساتھ کرنی ہے اور یہ رات کا قیام آپ کا کیسا ہو وتبتّل الیہ تبتیلا...... کہ جب آپ ہمارے سامنے کھڑے ہوں تو ایسے ہوں کہ دنیا ومافیھا سے بے خبر، پوری یکسوئی کے ساتھ............ اور یہ ہمارا آپ کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ہر حکم کو کما حقہ ادا کیا ہے،

دعوت کی ذمہ داری کو کما حقہ ادا کیا ہے
علم کی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کیا ہے
ذکر وتزکیہ کی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کیا ہے

نبوت کی ذمہ داری دعوت، تعلیم اور تزکیہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تینوں چیزیں ایک ساتھ لے کر آئے ہیں دعوت، تعلیم اور تزکیہ

......اور یہ ہمارا عقیدہ وایمان ہے کہ جو حق آپ ﷺ نے دعوت کا ادا کیا ہے......
وہی حق آپ ﷺ نے تعلیم کا ادا کیا ہے......اور
وہی حق آپ ﷺ نے تزکیۂ نفوس کا ادا کیا ہے......

کہیں سے کسی طرف کوئی جھول نہیں...... کہیں سے کسی طرف کوئی کمی نہیں۔

دعوت کا حق وہ ادا کیا ہے، ”لعلک باخع نفسک ان لا یکونو مومنین،

(پ ۱۹، آیت ۳، سورۂ شعراء)

کہ پیارے نبی جی! آپ ﷺ ہماری مخلوق کے ایمان کی لالچ میں اتنا پستے ہیں۔ اتنا پستے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کہیں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر دیں ...... اللہ آپ ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں، جس طرح آپ ﷺ نے یہ حق ادا کیا ہے...... اسی طرح آپ ﷺ نے تہجد کا حق ادا کیا ہے ''وتبتل الیہ تبتیلا واذکر اسم ربک''۔ اللہ کے نام کی رٹ لگائیں اور پورے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں ...... جہاں آپ اتنا بڑا حق پوری یکسوئی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں اور جہاں سلام پھیرتے ہیں، ماں عائشہؓ لیٹی ہوئی ہے اور آپ فرماتے ہیں کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرا! کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرا! ارے میرے سے بھی بات کر لو، ...... کہاں وہ آسمان کی بلندیوں پر عرش الٰہی پر...... اور

یاں فرش پر لیٹی ہوئی عائشہؓ سے یہ باتیں تہجد کے وقت میں۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رہبانیت نہیں سکھائی ہے...... بلکہ ایمان کی وہ محنت عطا کی ہے کہ ایمان کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں جینے کا سلیقہ آ جائے، ہر مسئلے کا حل ایمان میں ہے۔

آپس کے تعلقات کی استواری کے راز...... ایمان میں ہیں

معاشرے کی صلاح وفلاح.................. ایمان میں ہے

زندگیوں میں برکت کے راز................ ایمان میں ہیں

روزیوں میں برکت کے راز................. ایمان میں ہیں

اور تمام چیزوں سے حفاظت کے راز.......... ایمان میں ہیں

اور دنیا سے جانے کے بعد زمین و آسمان کی چوڑائی کے بقدر جنتوں کے ملنے کے راز........... ایمان میں ہیں۔

اور ایمان بنے گا........... جتنا مخلوق کا تاثر دلوں سے نکلتا چلا جائے گا اور اللہ کی ذات

کا تاثر دلوں میں آتا چلا جائے گا۔

یقین دو طرح کا ہے:

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یقین دو طرح کا ہے...... دھیان سے سننا...... ایک مشاہدات کا یقین...... اور ایک مغیبات کا یقین............ ایک آنکھوں دیکھی کا یقین، یہ لائٹیں جل رہی ہیں آنکھوں سے دکھائی دے رہی ہے یقین آ گیا کہ جل رہی ہیں...... اور ایک مغیبات کا یقین کہ اللہ بہت بڑے ہیں، بڑی قدرتوں والے ہیں، خزانے ان کے بے نہایت ہیں، جب وہ دینے پر آتے ہیں تو آدمی سوچ نہیں سکتا، آدمی لیتے لیتے تھک جاتا ہے وہ دیتے دیتے نہیں تھکتے، اور جب وہ پکڑ کا جال ڈالتے ہیں تو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتے ہیں...... کہ اللہ بہت بڑے ہیں اپنی ذات وصفات میں...... کہ نظر تو نہیں آتے، ...... جنت بہت بڑی ہے۔

جنت کے باغات.........جنت کی مسہریاں......................

جنت کی نہریں............جنت کا پھل..........جنت کے پھول

جنت کی حوریں...........جنت کے غلمان........جنت کے کھانے

جنت کے گھوڑے.........جنت کے توڑے......جنت کے جوڑے

کہ جنت نظر تو آتی نہیں............

جہنم بہت بڑی ہے۔

جہنم کی آگ..............جہنم کا پیپ..............جہنم کا لہو

جہنم کا ماء حمیم..........کھولتا ہوا پانی............جہنم کے کانٹے دار درخت

جہنم کے سانپ............جہنم کے بچھو............جہنم کے داروغہ

جہنم کے ہتھوڑے.........جہنم کے بچھونے.........جہنم کے اوڑھنے

کہ جہنم نظر تو آتی نہیں……

حضرت فرماتے تھے کہ غیب کا یقین دل میں بٹھانے کے لئے بار بار اس کی دعوت دو……

اس کی اتنی دعوت دو……اس کو اتنا بولو……

اس کو اتنا سوچو…………اتنا سنو……

پھر تنہائیوں میں خدا سے مانگو……

کہ اے اللہ اپنی بڑائی دل میں اتار دے……

اے اللہ اپنی عظمت میرے دل میں رچا بسا دے۔

مغیبات کا یقین دعوت اور دعا سے بنتا ہے:

ایک طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دے رہے ہیں آپ کے صفات میں ہے۔ ''دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ''، ہم نے آپ کو داعی بنا کر بھیجا ہے، آپ دعوت دے رہے ہیں…… اور پھر کس طرح مانگتے ہیں ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا کَامِلًا''

اے اللہ! میں آپ سے کامل ایمان کی بھیک مانگتا ہوں……سوال کرتا ہوں……

''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُبَاشِرُ قَلْبِیْ''

اے اللہ! وہ ایمان دے دے جو دل کے رگ و پے میں رچ بس جائے…… وَیَقِیْنًا صَادِقًا……سچا پکا یقین دے دے جو دل کی گہرائیوں میں اتر جائے ''حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا قَدْ کَتَبْتَ لِیْ'' یقین ایسا سچا کہ اندر بھیتر میں رچا بسا ہو کہ بال حرکت نہیں کر سکتا، وہی ہوگا جو آپ نے طے کر دیا ہے، آپ کے فیصلے کے بعد کسی کا کوئی فیصلہ نہیں۔

اور پھر اپنی عبدیت کا اظہار کر رہے ہیں…… کہ اللہ بہت بڑے ہیں…… اللہ بہت بڑے ہیں……اور جتنے بڑے ہیں……اتنے ہی بے نیاز ہے……صمد ہے……انہیں کسی کی حاجت نہیں نہ سجدوں کی نہ نمازوں کی نہ تبلیغ کی، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے وہ کسی کا

محتاج نہیں۔

وہ ہماری دعوت کا محتاج نہیں ہے
وہ ہماری نمازوں کا محتاج نہیں ہے
ہمارے روزے تسبیح وتلاوت کا محتاج نہیں ہے
ہم سب اس کے محتاج ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی

اسی لئے کہا کہ......

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی ☆ منت ازو شناس کہ او بخدمت گذاشت

کہ کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہے خادم ہے تو خادم بادشاہ پر احسان نہ جتائے کہ ہم آپ کی خدمت انجام دیتے ہیں بلکہ اس کا احسان سمجھے کہ تم جیسوں کو اس نے اپنی خدمت گزاری میں رکھا ہے۔

اس لئے اس دعوت پر کسی کا کوئی احسان نہیں......اسلام پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے، لاتمنوا علیّ اسلامکم بل للّٰہ یمن علیکم ان ھداکم الایمان۔

(پ ۲۶، آیت ۱۶، سورۂ حجرات)

کہ تم احسان جتاتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں اللہ کا احسان سمجھو کہ اس نے تم کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کی اور ایمان کی شاہراہوں پر چلایا ہے یہ اللہ کا احسان ہے...... یوں کہ دعوت کی راہ میں چلنے والا، پرانے سے پرانا دعوت کی راہ میں چلنے والا اپنی قربانیوں کی سطح میں بڑھنے والا دعوت کی سطح میں بڑھتے بڑھتے اعلیٰ سطح تک پہنچنے والا۔

کہ کسی کا دعوت پر کوئی احسان نہیں، اس اللہ کا احسان ہے
کہ اس کی صلاحتیں

اس کی قابلتیں

اس کی استعدادیں

اس کی جان ومال کو

اللہ اپنے نبی کی نیابت کے کام میں اور دعوت کی راہ میں لگوا رہے ہیں

اسی لئے عرض کر رہا تھا میرے دوستو بزرگو۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک کا حق ادا کیا...... دعوت کا سو فیصد حق ادا کیا...... تعلیم کا سو فیصد حق ادا کیا...... اور تزکیہ کا حق...... اللہ اکبر......"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کا حق بھی پورا پورا ادا کیا:

ایک ایسا مجمع تیار کیا مہاجر و انصار کی شکل میں .... کیسے نفوس............؟ کیسے پاک............؟ کیسے صاف............؟

جن کی معاشرت............جن کے اخلاق

جن کی عبادات...............جن کے معاملات

جن کا یقین..................جن کا ایمان،

جن کا اللہ کی مخلوق کے ساتھ کا برتاؤ..................

جن کا اللہ کی ذات کے ساتھ کا معاملہ..........

اور جن کے دلوں کے جذبات..................

جن کے دلوں کی امنگیں............جن دلوں کے ارمان

جن کے دلوں کے حوصلے..........جن کے اندر کی تمنائیں

ایک ہی ہیں...... لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔

(پ۱۱، آیت ۱۰۸، سورۂ توبہ)

کہ پیارے نبی جی! وہ مسجد زیادہ حق دار ہے کہ وہاں آپ کا قیام ہو، کیوں؟......اس کا فرش شاندار ہے؟...... یا اس میں بجلی پانی کا بہت اچھا نظم ہے؟......

کہ نہیں بلکہ اس کے اندر آدمی ہیں......دو کان، دو ہاتھ، دو پیر والے آدمی نہیں...... بلکہ

وہ......جن کے ہاتھوں کے اندر کے صفات.........

وہ......جن کی آنکھوں کی صفات......................

وہ......جن کے دلوں کا یقین و ایمان..............

وہ......جن کے قدموں کی نقل و حرکت..............

نبی کے نمونے پر...... چال ان کی نبی کی...... بات ان کی نبی کی......سوچ ان کی نبی کی......درد ان کا نبی کا......فکر ان کا نبی کا......رونا ان کا نبی کا......مسکرانا ان کا نبی کا......

زندگی ڈھلی ہوئی ہیں ان نمونوں پر......فِیۡهِ رِجَالٌ...... کہ اس میں آدمی ہیں......

کہ کیسے آدمی ہیں؟ صرف دو ہاتھ دو کان، دو آنکھیں والے؟............نہیں......

بلکہ پیارے نبی جی! اس میں تو ایسے آدمی ہیں ''یُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا''

(پ۱۱، آیت ۱۰۸، سورۂ توبہ)

کہ جن کے تمام ارمان.......تمام آرزوئیں

تمام امنگیں..................تمام خواہشات

تمام محبوبات..................تمام مرغوبات

تمام جی کی چاہتیں............تمام چونچلے

رخصت ہوکر......صرف ایک ہی خواہش رہ گئی کہ......ہم جئیں تو پاک صاف زندگی جئیں؟ جو زندگی کے تمام شعبوں میں ایک ہی امنگ رکھتے ہیں ''یُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا'

(پ۱۱، آیت ۱۰۸، سورۂ توبہ)

غمی اور خوشی کی بنیادیں:

ہماری زندگی کے تمام شعبوں کی بنیادیں وہ ہوں ...... جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جی کر بتایا ہے۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے بھی دکھایا ......اور رُو کر بھی دکھایا...... کہ امت کے رونے ہنسنے کی بنیادیں کیا ہیں ......امت کہاں مسکرائے گی ......کہاں روئے گی؟

آپ رو رہے ہیں مسجد نبوی میں، ایک آدمی سے چوری سرزد ہوگئی اور فیصلہ ہوگیا ہاتھ کاٹنے کا جب ہاتھ کاٹے جانے لگے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کونے میں زار و قطار رو رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا اللہ کے پیارے پیغمبر! آپ ہی کے حکم پر تنفید ہوئی ہے، اگر آپ منع کر دیں تو ہاتھ نہ کاٹے جائیں ......آپ کیوں رو رہے ہیں......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حکم ......سب کے لئے برابر...... یہاں تک کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو اس کے ہاتھ بھی ایسے ہی کاٹے جائیں گے جیسے اس کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں ......لیکن یہ بتاؤ میرے امتی کے ہاتھ کاٹے جائیں اور میں نہ روؤں......آپ امت کی تعلیم و تربیت فرما رہے ہیں کہ محمدؐ کا ماننے والا دنیا کے کسی کونے میں ہو......کسی طبقہ سے اس کا تعلق ہو......کسی شعبۂ حیات میں رہتا ہو......لیکن اس کے رونے کا سامان ......

روٹی، کپڑا، مکان ٹھیکرا نہیں ہے......

بلکہ............ یہ نمازوں کے قضا ہونے پر......

یہ غفلت کی زندگی گزارنے پر......

خدا کی مخلوق کے ستانے پر......

امت سے خدا کے احکامات ٹوٹنے پر......

یہ زار و قطار رو رہا ہو……

نبی نے ایک رونا رو کر پوری امت کی تعلیم و تربیت فرمادی کہ میری امت کے رونے کا سامان وہ ہے جو میرے رونے کا سامان ہے……

نمازیں زندہ ہو رہی ہوں……روزے زندہ ہو رہے ہوں……
حیا آرہی ہو……………………معاشرہ میں پاکی آرہی ہو……
اخلاق میں بلندی آرہی ہو……معاملات میں صفائی آرہی ہو……
عبادات میں جان پڑ رہی ہو……………………………………
ایمان اپنے کمال کی طرف جارہا ہو اور بلندی کی چوٹیوں کو چھو رہا ہو……

یوں کہ یہ میری امت کے مسکرانے کے اور خوشیوں کی لہر دوڑ جانے کے سامان ہیں ……ہمیں تو ہمارے نبی نے ہر قدم پر رہبری کی ہے……لیکن رونا اس پر ہے کہ امت کو اپنے نبی کی رہبری کا ہی پتہ نہیں۔ باقی نہ جانے کس کا کس کا پتہ ہے۔

بندہ اور اُمتی ہونے کے ناطے ذمہ داریاں:

یہ دعوت …… یہ محنت …… یہ کام……اسی کا ہے کہ اللہ کو پہچانو اللہ کے نبی کو پہچانو، اللہ کا بندہ ہونے کے ناطے بندگی کا حق، اور حضور ﷺ کا امتی ہونے کے ناطے امتی ہونے کا حق پہچانو……اس لئے آپ نے وہ اخوت و بھائی چارگی سکھائی……اور سب سے آخر میں جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے …… تمام عصبیتوں کو تلووں کے نیچے دفن کر کے امت کو بتا دیا…… کہ جو محنت تمہیں دے کر جا رہا ہوں …… جس محنت کو تم نے آنکھوں سے دیکھا ہے ……جو محنت تمہارے لئے نئی نہیں ہے……

اس محنت کی تاثیر…………اس محنت کا نتیجہ
اس محنت کی قوت…………اس محنت کی حیثیت

اس کی افادیت..............اس محنت کی اہمیت

کہ پہلے دن سے بتاتا ہوا آرہا ہوں.....مکی زندگی کے تیرہ سال اس محنت کو کیا گیا، اور یہ بتادیا گیا کہ جو کام ذمہ کئے جارہا ہے......، جو محنت کی ذمہ داری دی جارہی ہے، اسے ہر حال میں کرنا ہے۔

راستہ میں کانٹے بچھائے جائیں تو بھی ذمہ داری پوری کی جائے گی......
گلے میں پھانسہ ڈالا جائے تو بھی ذمہ داری پوری کی جائے گی...........
اونٹ کی اوجھ ڈالی جائے تو بھی پوری کی جائے گی.......................

امت کی تعلیم فرمائی ہے کہ جس ذمہ داری کو میں لے کر آیا ہوں اس ذمہ داری کو ہر قیمت پر پوری کی جائے گی دعوت کی اہمیت بتلائی، ایسا نہیں کہ ہو گیا ہو گیا ٹھیک ہے......آج نہیں ہوا تو کل کرلیں گے......اس ہفتہ نہیں تو اگلے ہفتہ...... بلکہ پورے اہتمام کے ساتھ ....اور اہتمام آدمی اس کا کرتا ہے جس کو اہمیت دیتا ہے، جس دکان کو......جس ملازمت کو......جس دفتر کو

جس آفس کو......جس شعبہ کو......جس کارخانہ کو

جس کو جتنی اہمیت دیتا ہے اس کا اتنا اہتمام کرتا ہے۔

یوں کہ اپنی ذمہ داری کو ہم اہمیت دیں کہ ہم سب سے پہلے اللہ کے بندے ہیں بندگی کے ناطے بڑی ذمہ داری ہے، نبی کا امتی ہوں، نبی کا نائب ہوں، امتی ہونے کے ناطے آپ کے کام کو اپنا کام بنانا یہ میری ذمہ داری ہے، اور جب اس کو اہمیت دیں گے تو پھر اس کے لئے اہتمام ہوگا، اور جس کے لئے آدمی اہتمام کرتا ہے، اس کے لئے قربانی دیتا ہے، ہر طرح کی......کبھی جان کی......کبھی مال کی...... وقت کی...... جذبات کی......خیالات کی ......فکروں کی......سوچ کی ......مختلف شکلوں کی ......کہ اب جب اہتمام ہے تو اس کے

ساتھ قربانیاں ہیں۔

ذمہ داری پوری ہونے پر ہدایت کی لہر چلتی ہے:

پھر قربانیوں پر خدا نتیجے دکھاتا ہے، قربانی کسی کی خدا ضائع نہیں کرتا۔

عرض میں یہ کر رہا تھا کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے زندگی کے ہر شعبہ میں ہمیں عملی طور پر چل کر دکھایا...... مکی زندگی کے تیرہ سال ......اور مدینہ منورہ کے دس سال ...... وہ بدر ......وہ احد......وہ خندق ......وہ صلح حدیبیہ......وہ عمرۃ القضا، ان تمام موقعوں پر جو حالات پیش آئے، اور ان تمام کے نتیجے میں ہدایت کی جو لہر چلی۔

”اذا جاء نصر اللہ والفتح ورئیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا“

(پ٣٠، سورۃ النصر)

کہ جب قربانیاں اپنی سطح کو پہنچ جاتی ہیں......
جب مجاہدے اپنی سطح کو پہنچ جاتے ہیں......
جب اخلاص اپنی سطح کو پہنچ جاتا ہے......
جب تعلق مع اللہ جب فکر آخرت......
جب خلق خدا کے ساتھ شفقت......
جب دعوت کی محنت ......امت کا درد......
امت کا غم ....امت کی فکر......

کام کرنے والوں میں اپنی سطح کو پہنچ جاتا ہے تو پھر ان پر رکھ کر اللہ ہدایت کی لہریں چلاتا ہے، ”یدخلون فی دین اللہ افواجا“ کہ تم چاہے مر کر اپنی قبروں میں چلے جاؤ، تمہارے نامۂ اعمال میں قوموں کی قوموں کی ہدایت لکھی جائے گی، یہ سارا بتا کر عملی طور پر کر کے بتا دیا کہ اب یہ تمہیں کرنا ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی عصبیتوں کو آپ ﷺ نے مٹا دیا:

اور آخری بات جو آپ ﷺ نے بتائی کہ جتنی جاہلیت کی عصبیتیں ہیں، ان سب کو اپنے پیروں کے نیچے، اپنے تلووں کے نیچے دفن کر رہا ہوں قومیت، زبان، رنگ اور علاقہ...... یہ چار عصبیتیں ہیں زبان کی عصبیت......رنگ وروپ کی عصبیت......علاقائی عصبیت......قومی عصبیت...... یہ سب جاہلیت کی عصبیت ہیں۔

پوری قوم میں شر ہی شر ہے...... کفر ہی کفر ہے...... شرک ہی شرک ہے......کوئی ایک متنفس......کوئی ایک توحید کا پرستار نہیں ہے......علاقہ سنگلاخ، وادی غیر ذی ذرع، مخاطبن اولین جن کو پہلے دن آپ مخاطب کر رہے ہیں وہ صدیوں کی جہالتوں میں ڈوبکیاں کھا کر آئے ہوئے، پہلی صف کے لوگ، قوم ایسی...... علاقہ ایسا...... شخصی حالات ایسے ہیں شیر خوارگی کے زمانے میں کوئی گود لینے کو اور سینے سے لگانے کو تیار نہیں......ایسے ماحول میں آپ نے محنت کی، آپ نے دکھا دیا تمام تر حالات کے بننے کے راز...... اخلاق کی بلندیوں کے راز...... چھپے ہوئے ہیں اس محنت میں جس کو لے کر میں آیا ہوں۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہِ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی فسبحٰن اللہِ وما انا من المشرکین۔

(پ ۱۳، آیت ۱۰۸، سورۂ یوسف)

کہ جب آپ تشریف لائے تو شرک اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا......اور جہالتیں!......اس زمانے کا نام ہی زمانۂ جاہلیت......اخلاق کا نام ونشان نہیں...... معاشرے کا ناگفتہ بہ حال۔

تیئس سالہ عرصہ میں تیار شدہ قدسی صفات مجمع:

لیکن تیئس سالہ دعوت کی عظیم الشان محنت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اور اس کا نتیجہ دکھا دیا کہ...........جس دن آپ ''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی'' کہہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری صبح ہے

آخری آپ کی آواز ہے اللہ سے ملاقات کا وقت ہے............اس وقت میں آپ کی پوری شریعت...... پورا دین......عقیدے سے لے کر اخلاق تک......زندگی کے تمام شعبوں میں سو فیصد اپنی پوری حقیقت کے ساتھ زندہ ہے کہ

شرک.................توحید خالص سے بدلا ہوا ہے......

کفر.....................ایمان سے بدلا ہوا ہے.....

عصیاں ونافرمانیاں......عبادت واطاعت سے بدلی ہوئی ہیں.........

جہالتیں ....علم نبوت سے بدلی ہوئی ہیں....

غفلتیں................اللہ کی یاد، استحضار اور صفتِ احسان سے بدلی ہوئی ہیں..

اخلاق کی گراوٹیں......اخلاق کے اعلیٰ نمونے بنے ہوئے ہیں...........

وہ اغراض سے بھری ہوئی زندگیاں ......کہ میرا تو میرا ہے ہی......تیرے میں میرا حصہ ...... وہ تمام زندگیاں اور وہ تمام اغراض ......اخلاص سے بدلا ہوا ''انما نُطعِمُكُم لوجہ اللہ لانرید منکم جزآءً الاشکورا (پ ۲۹، آیت ۸، سورۂ دھر)......کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ہمیں اپنی محنت کا بدلا اللہ سے چاہیے......ہم تمہیں کھانا بھی کھلاتے ہیں تو اللہ کے لئے ......ہم تمہیں پانی بھی پلاتے ہیں تو اللہ کے لئے......ہم تمہاری رہبری بھی کرتے ہیں تو اللہ کے لئے......تمہاری تشکیلیں کرتے ہیں تو اللہ کے لئے......تمہیں کوئی بات بتاتے ہیں تو اللہ کے لئے ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں۔

دعوت کی محنت پر اخلاص کی لہریں:

اور ایسی لہریں چلی ہیں اخلاص کی......کہ تابعین کے زمانے میں امام حمزہ قرأت کے تجوید کے امام تھے، بصرہ میں رہتے تھے، اندھیرے میں کنویں میں گر گئے، لوگوں کو پتہ چلا کہ قاری صاحب گر گئے، اب لوگ آ رہے ہیں اور کنویں میں رسی ڈال رہے ہیں، قاری صاحب

رسی پکڑلو، اور باہر آجاؤ، وہیں کنویں میں پڑے پڑے پوچھ رہے ہیں کہ بتاؤتم نے مجھ سے کچھ پڑھا ہے؟ .... کہ جی ہم تو آپ کے شاگرد ہیں...... تو فرمایا زندگی کے چند سانسوں کے لئے اس کو بیچنے کو میں تیار نہیں ہوں، کھینچ لو اپنی رسی، بڑی مشکل سے...... سیکڑوں ہزاروں ان کے شاگرد تھے...... ایک آدمی کو تلاش کرکے لاتے ہیں جس نے ان سے پڑھا نہیں تھا ان کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی اس نے رسی ڈالی اور آپ رسی پکڑ کر باہر آئے ...... کہ ہم نے جو تمہیں پڑھایا ہے، ہم نے جو تمہیں سکھایا ہے ہم اس کو بیچنا نہیں چاہتے،

کہ جب دعوت اصولوں کے ساتھ .... دعوت قربانیوں کے ساتھ
دعوت اخلاص کے ساتھ .... دعوت مزاجِ نبوت کے ساتھ
دعوت عبدیت کی صفت کے ساتھ .... دعوت تواضع وتذلل کے ساتھ
دعوت دوسروں کے اکرام کے ساتھ ...... دعوت آپس کی بھائی چارگی کے ساتھ

دعوت حیرت انگیز طریقہ پر دعوت کا حق ادا کرنے کے ساتھ...... دعوت راتوں کے رونے اور آنسوؤں سے دامن کو تر کرنے کے ساتھ کہ جب اس طرح دعوت کی محنت ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں خدا ہدایت کی لہریں چلاتا ہے۔

دعوت مخالف فضاؤں کو بدل دیتی ہے:

تیرہ سالہ مکی زندگی اور مدینہ کی دس سالہ زندگی میں دعوت کی محنت بھی دیکھی، اس کے نتیجے بھی دیکھے، کہ جس ابوجہل نے ٹھیکہ لے رکھا تھا کہ بات چلنے نہیں دینی، چاہے جس قیمت پر ہو............ اور جس کے بیٹے نے قسمیں کھا رکھی تھی ....

کہ مرسکتا ہوں .... جل سکتا ہوں
گرسکتا ہوں .... ڈوب سکتا ہوں
جلاوطن ہوسکتا ہوں ...... وطن چھوڑ کے جاسکتا ہوں

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ نہیں پڑھ سکتا

دعوت جب اپنی سطح سے اٹھتی ہے...... اپنی صداقت کے ساتھ...... اپنی حقانیت کے ساتھ...... اپنی قربانیوں کی مقدار بڑھانے کے ساتھ...... دعوت راتوں کی تنہائی کے رونے اور راتوں کے آنسوؤں کے ساتھ...... اور جب دعوت اپنی حقیقت کے ساتھ آتی ہے تو...... پھر ابوجہل کے گھر میں حضرت عکرمہ پیدا ہوتے ہیں...... دعوت کی طاقت بتلائی۔ دعوت کی تاثیر بتلائی......

لیکن یاد رکھنا! یاد رکھنا!!............ ان سب کے ساتھ دعوت کی جان نکل جائے گی...... اگر اس میں کسی طرح کی کوئی عصبیت ہے...... قومی عصبیتیں...... علاقائی عصبیتیں...... زبانوں کی عصبیتیں...... رنگ وروپ کی عصبیتیں..................

کہ کام اپنی طاقت کے ساتھ ہے........ کام اپنی تاثیر کے ساتھ ہے
کام اپنی بلندیوں کے ساتھ ہے.......... کام اپنے نتائج کے ساتھ ہے
لیکن اس کی جان...... ہر عصبیت سے بالاتر ہوکر کرنے میں ہے۔

ایمان کا سیکھنا اور بنانا کتنا ضروری ہے؟

بھائیو، دوستو، عزیز و بزرگو!

عرض میں نے کیا تھا کہ زندگی گزار کر نہیں جانا ہے، زندگی بنا کر جانا ہے، اور زندگی بنانے کی پہلی بنیاد ایمان بنانا ہے، تمام نبیوں نے پہلے پہل ایمان سکھایا ہے، ایمان پہلے سکھایا ہے، احکامات بعد میں آئے، تیرہ سال تک ایمان کو سیکھنے کی محنت کی جارہی ہے،...... شاگرد رشید ابوبکر ہیں...... پوری اُمت کی تمام صلاحیتیں...... پوری امت کی تمام استعدادیں
پوری امت کی تمام کاوشیں...... پوری امت کی تمام قربانیاں

ایک طرف .... اور ابوبکر کی صلاحیت و قابلیت ایک طرف............ اتنی اونچی

استعداد کا طالب علم......ایمان سیکھ رہا ہے، اور سیکھانے والے کون......؟ تمام نبیوں کے سردار ہیں......استاد ایسے......شاگرد ایسے......تیرہ سال تک مکہ میں سیکھا ہے............اور ہم کیا کہتے ہیں چالیس دن کے لئے آئے ہیں، دس دن کے لئے ہیں، ایمان سیکھ کر چلے جائیں گے؟

علماء نے لکھا ہے کہ شریعت میں جو حکم جس درجہ کا ہے اس کا علم اور اس کا سیکھنا بھی اسی درجہ میں ہے، جو حکم فرض ہے اس کا علم بھی فرض ہے، جو حکم واجب ہے، اس کا علم اور اس کو سیکھنا بھی واجب ہے اور جو سنت ہے اس کو سیکھنا بھی سنت ہے............اور ایمان......کہ ایمان تو پوری زندگی کی سرکھونٹی ہے............

کہ نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض......روزہ پورے سال میں ایک مہینہ،......

زکوٰۃ پورے سال میں ایک مرتبہ، اگر نصاب کے بقدر مال ہے......

حج پوری عمر میں ایک مرتبہ......اور ایمان!............کہ

سوتے جاگتے......چلتے پھرتے
لیتے دیتے............کھاتے کماتے
خوشی غمی...... رات دن......سفر حضر
سانس اندر جائے تو......سانس باہر آئے تو......

یوں کہ ایمان ہر حال میں ضروری۔

جب ایمان اتنا ضروری......تو ایمان کا سیکھنا بھی اتنا ہی ضروری، کس کے لئے سیکھنا ضروری؟ جس کو نوکری نہ ملتی ہو......جس کو مزدوری نہ ملتی ہو......جس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو،......اس کے ضروری اور جس کے ہاں کوٹھے بھرے ہوئے ہوں، اس کے لئے ایمان سیکھنا ضروری نہیں،

تاجروں کے لئے............کاشتکاروں کے لئے،

مزدوروں کے لئے...........حاکموں کے لئے،
سرمایہ داروں کے لئے........غریبوں کے لئے،
عوام کے لئے................خواص کے لئے،
مالداروں کے لئے..........کارخانہ داروں کے لئے،
چھوٹوں کے لئے............بڑوں کے لئے

ہرایک کے لئے ایمان ضروری...... ہر سانس ضروری......اور ہرایک کے لئے ایمان کا سیکھنا بھی اتنا ہی ضروری...... کہ جتنا ایمان ضروری اتنا ہی ایمان کی محنت ضروری، صرف چلّے چار مہینے کی بات نہیں........... پوری اُمت کی رہبری کردی، اب اُمت کا زیادہ سے زیادہ وقت، زیادہ سے زیادہ مال، ایمان کے سیکھنے پر لگے گا۔

اُمت میں بگاڑ کے اسباب:

اسی وجہ سے اُمت میں جتنا بگاڑ آیا ہے، زندگی کے مختلف شعبوں میں جتنا بگاڑ آیا ہے، اور جس کی اُمت شکایت کررہی ہے، اور ہر جگہ جس کی آواز ہے۔

کہ ہائے بگاڑ، ہائے بگاڑ، ہائے بگاڑ!.................

بدن میں پھونسیاں یونہی ہو جاتی ہیں؟...... بخار یونہی آجاتا ہے...... ملیریا...... ٹائیفائیڈ یونہی ہوجاتا ہے......اس کے اسباب ہوتے ہیں، دنیا اسباب کی دنیا ہے کہ اُمت میں بگاڑ یونہی آگیا بغیر اسباب کے؟ نہیں بلکہ بگاڑ کے بنیادی اسباب ہیں .... کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں جو کوئی مرد یا عورت کلمہ پڑھتا تھا اِس کے پہلے دن کا سبق یہ تھا ......کہ خبردار! خبردار!!......آج کے بعد تیری اپنی جان ...... تیرا اپنا مال...... تیری اپنی ملک نہیں ہے، بلکہ تیرے پاس یہ خدا کی امانت ہے، اس امانت میں تصرف، اس کے لئے نمونہ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہیں.........کہ جان تیری وہاں لگے

گی، وقت تیرا وہاں لگے گا،

جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لگ رہا ہے

مال تیرا وہاں لگے گا............ جہاں تیرے نبی کا لگ رہا ہے

تیرا مال شادیوں میں اتنا لگے گا...... جتنا تیرے نبی کا لگ رہا ہے

تیری بیٹیوں کی رخصتی پر اتنا لگے گا...... جتنا تیرے نبی کی بیٹیوں کی رخصتی پر لگا ہے

تیرے مکان کی تعمیر پر اتنا لگے گا...... جتنے تیرے نبی کی ازواج مطہرات کے مکانوں کی تعمیر میں لگا ہے۔

امت کا پہلے دن کا پہلا سبق

تو ہر ایمان والے کا پہلے دن کا پہلا سبق یہ ہوتا تھا کہ...... جان و مال تیری اپنی ملک نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے، نبی کے نمونہ پر اس کا تصرف کرنا ہے اور اس کے علاوہ تصرف کرنا اللہ کی اس امانت میں خیانت ہے جس کی شکار پوری اُمت ہے۔

عوام تو بے چاری جانتی ہی نہیں، اور جنہیں اپنے خواص ہونے کا اور اپنی خصوصیتوں کا طرہ ہے، اس مسئلہ میں خائن ہیں کہ جان و مال کو اپنا سمجھے ہوئے ہیں...... جان میری ہے...... مال میرا ہے

جہاں چاہوں...... جتنا چاہوں...... جیسے چاہوں

شادی پر...... بچی کی رخصتی پر...... دلہن لانے پر...... لڑکے کی شادی پر...... مکان کی تعمیر پر...... سواری پر...... کھانے پر...... کپڑے پر...... لتے پر...... زیور پر...... فرنیچر پر...... جان میری ہے، مال میرا ہے، ...... جہاں چاہوں...... جیسے چاہوں...... جتنا چاہوں...... کہ یہ خیانت ہے۔

کہ بنی ہوئی زندگی کا نمونہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہیں،

جو تمہیں نبی دیں، اسے لے لو، اور جس سے روکے رُک جاؤ۔

نبی نے سب سے پہلے تمہیں ایمان کی دعوت دی ہے...... اللہ کا تعارف کرایا ہے...... آخرت سمجھائی ہے...... دنیا کی بے ثباتی ...... دنیا کا بے حیثیت ہونا...... دنیا کا بے وقعت ہونا...... نبی نے تمہیں کتنے پیار کے انداز میں سمجھایا ہے،

نبی نے تمہیں ایثار و ہمدردی سیکھائی ہے ...... نبی نے تمہیں پڑوسیوں کے حقوق بتلائے ہیں......

نبی نے تمہیں اپنے بڑوں کا اور بزرگوں کا اِکرام سکھایا ہے

مَنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَ نَا وَلَمۡ یُوَقِّرۡ کَبِیۡرَ نَا وَلَمۡ یُبَجِّلۡ عُلَمَاءَنَا فَلَیۡسَ مِنَّا

کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے...... جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے،......اور اہل علم کا احترام نہ کرے...... وہ ہم میں سے نہیں

وَمَا اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (آیت ۶، سورۂ حشر)

یوں کہ اس کے خلاف زندگی گزارنا ایمان پر ضرب کاری ہے

جس ایمان پر جنتوں کے وعدے ہیں......جس ایمان پر روزیوں میں برکتوں کے وعدے ہیں۔

جس ایمان پر عزت کے وعدے ہیں......جس ایمان پر امن کے وعدے ہیں

الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وَمَا

(پ ۷ آیت ۸۲، سورۂ انعام)

یہ غیبتیں ...... یہ الزام تراشیاں ...... یہ کینہ...... یہ کپٹ...... یہ ایک دوسرے کی گردن ناپنا...... معاشرے میں...... محلّہ میں...... گلیوں میں شہروں میں...... بستیوں میں...... کہ ہر ایک کا یہ کرنا اپنے ایمان پر ضرب کاری ہے۔

اسلام کا پاکیزہ اور صاف ستھرا معاشرہ:

نبی نے تمہیں کیا دیا ہے؟ معاشرے کی پاکی، وہ دی ہے کہ اللہ اکبر،

ایک کنواری حسین، زیورات سے لدی لدائی، صنعاء یمن سے پیدل سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے مدینہ میں، زمانہ فاروق اعظم کا ہے، پوچھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیٹی! .... راستے میں لوگوں کو کیسا پایا؟...... امیرالمومنین! جتنے گاؤں...... جتنی بستیوں...... جتنے دیہاتوں سے گزری ہوں...... کہیں راستے میں مرد...... کہیں راستے میں عورتیں...... جتنی خواتین سے واسطہ پڑا ہے ایسی معلوم ہوئیں جیسے ماں جنی بہنیں ہوں اور مرد! کسی نے مجھے غلط نظر سے نہیں دیکھا ہے جیسے میرا سگا بھائی ہو، ...... جان کا خطرہ تھا نہ آبرو کا خطرہ............

عصمت کا خطرہ تھا...... نہ عفت کا......

زیور کا خطرہ تھا............ نہ جان کا نہ مال کا......

کہ تمہیں تمہارے نبی نے یہ دیا ہے...... کہ ایمان کی محنت کرتے کرتے وہ معاشرہ تیار ہوتا ہے جس میں عصمت، عفت، آبرو کا، عزتوں کا پورا تحفظ ہے...... یہ ایمان کی سوغاتیں ہیں...... یہ ایمان کی میراث ہے...... یہ ایمان کے عطیے ہیں...... جب ایمان اپنے کمال کے ساتھ آتا ہے، جب ایمان اپنی حقیقت کے ساتھ آتا ہے............

ایمان کے الفاظ اور ہیں حقیقت اور ہیں

لیکن...... دھوکہ میں شیطان نے ڈال دیا ہے...... کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کیا ہے؟ کہ ایمان ہے...... کس نے کہا کہ یہ ایمان ہے؟...... یہ ایمان کے بول ہیں یہ کلمہ ایمان نہیں بلکہ ایمان کے بول ہیں...... روپیہ، روپیہ، روپیہ، روپیہ، روپیہ...... بولنے سے روپیہ ہو گیا

............کہ یہ روپیہ کے بول ہیں امت ایسی بھولی ہے کہ دنیا کی کسی معمولی شکل کے بارے میں الفاظ اور بول پر راضی نہیں لیکن ایمان کے بول پر راضی ہیں، ایمان؟......کہ ایمان...... ''مَا وَقَعَ فِی الْقَلْبِ وَصَدَّقَ بِہِ الْعَمَلُ'' کہ جو دل کے رگ وریشہ میں اتر جائے جو دل کی گہرائیوں میں رچ بس جائے اور جس کا ثبوت ۲۴ گھنٹے کی زندگی اس کی تصدیق کررہی ہو ...... یہ ہے ایمان......کہ اس کا بول.........آفس میں.........دفتر میں......

مارکیٹ میں......منڈی میں......

گھر میں............محلّہ میں......

گلی میں............شہر میں......

صوبہ میں............ملک میں......

اور اس کی نقل وحرکت بتلا رہی ہو کہ یہ ایمان والا ہے۔ ایمان والے ایسے ہوتے ہیں۔ ہمیں شیطان نے دھوکہ دے رکھا ہے کہ کلمہ پڑھ کر ہم سمجھ بیٹھے ہیں کہ ایمان والے ہیں، یہ تو کلمے کے بول ہیں...... کلمے کی حقیقت تو اس کے ساتھ کے مجاہدات......اس کے ساتھ کی قربانیاں...... اس کے ساتھ کی دعوت ...... اس کے لئے تعلیم کے حلقے...... اس کے فضائل...... اس کے لئے دل وسیع کرنا...... اس کو دل و دماغ میں بٹھانا............اور اس ساری تھکن کے بعد تنہائیوں میں رُو رُو کر اللہ سے مانگنا............کہ اے اللہ کوئی روٹی کا...... کوئی کپڑے کا......کوئی مکان کا بھکاری...... میں تیرے در پر تیرے ایمان کا بھکاری ہوں ......میری جھولی میں ایمان ڈال دے۔

کیا کوئی صدا لگانے والا صدا لگاتا ہوگا...... کیا کوئی مانگنے والا، پیچھا کرتا ہوگا کہ...... دے دے، دے دے............کہ اللہ کی جناب میں پیشانیاں رگڑ رہے ہوں...... گھٹنے ٹیک رہے ہوں ...... آنسو بہہ رہے ہوں...... ہاتھ پھیلا ہوا ہو......کہ دے دے...... دے

دے……دے دے……ایمان دے دے!………………

جب کوئی مانگتا ہو، اُس کا وعدہ ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، وہ مانگنے والوں کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتا۔

حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات

میرے دوستو، بزرگو!

ہمیں محمد رسول ﷺ معاشرے کی پاکی، دے کر گئے ہیں، کہ ایک گھر میں کسی کا انتقال ہوا ہے، اور بچے یتیم ہوئے ہیں، تو پورے مدینہ کے ہر گھر سے اس یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے لئے لائن لگ رہی ہے……کہ محمد رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس آدمی کے ہاتھ یتیم کے سر پر پھیرینگے، ہر بال کے بدلے میں نیکی لکھ دی جائے گی……، ہر گھر کی یہ خواہش ہے کہ اس کی کفالت میں کروں گا……، اس کی روزی روٹی کا میں انتظام کروں گا …………ارے بھئی ایک دو یتیم بچے ہیں اور سارا مدینہ…………کہ ہاں سارا مدینہ جانتا ہے ''اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ'' کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ساتھ ہونگے……اب اوس وخزرج کی لڑائیاں ختم ہوگئیں اب تعلیم کے حلقوں میں ساتھ بیٹھنے لگے……اب دعوت کے سفر ساتھ میں کرنے لگے……وہ نماز کی صف میں ساتھ میں کھڑے رہنے لگے، وہ پہلی صف کے فضائل سن کر اوسی وخزاجی بھاگے چلے آرہے ہیں……کہ دعوت جب اپنی قربانیوں کے ساتھ چلنے لگتی ہے……دعوت جب اپنی صحیح شکلوں کے ساتھ چلنے لگتی ہے، دعوت عداوتوں کو دوستیوں سے اس طرح بدلا کرتی ہے……کہ جو ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کو تیار نہیں……جو ایک دوسرے کے کسی طرح کے روادار نہیں…………کہ وہ اب…… اگر کوئی مدینہ میں آتا ہے تو اس کو یہ پہنچانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ دونوں سگے بھائی اور ایک ماں باپ کی اولاد ہیں یا اوس خزرج دو الگ الگ قبیلوں کے ہیں۔

دعوت!.......دعوت معاشرے میں پاکی لاتی ہے

دعوت اخلاق میں بلندی لاتی ہے

دعوت معاملات میں صفائی لاتی ہے

دعوت ایمان میں قوت لاتی ہے

دعوت عبادت میں جان لاتی ہے

خدا دعوت کی حقیقت کو ہم پر کھولے اور خدا دعوت کی اہمیت کو ہم پر کھولے اور اس کے تقاضوں کے لئے ہم اہتمام کرنے والے بن کر جان و مال کی ترتیب بنائیں۔

اُمت کے بگاڑ کا بنیادی سبب:

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ یہ جتنے بگاڑ کو اُمت رو رہی ہے اس کا پہلا سبب جب اُمت کے ہر طبقہ کے ہر آدمی نے...تاجروں نے

کاشتکاروں نے

مالداروں نے

غریبوں نے.........حتی کہ رکشہ چلانے والوں نے

روز کی مزدوری کرنے والوں نے

جوانوں نے

مردوں نے

عورتوں نے

ہر طبقہ نے جب سے یہ سمجھ لیا ہے کہ جان میری ہے......مال میرا ہے...... جہاں چاہوں ...... جتنا چاہوں...... جیسا چاہوں......اپنی خواہش پر......اپنی چاہتوں پر......اپنی امنگوں پر......اپنے من کے چونچلے پورے کرنے پر...... جب سے اُمت کی جان و مال ان

پر لگ رہی ہے، جب سے اُمت میں بگاڑ آیا ہے۔

اُمت نے جان و مال میں خیانت کی اور خیانت کے نتیجے میں یہ معاشرہ گندہ اور ناپاک ہوا ہے، اور تمام شعبے تاریک ہوتے چلے گئے ہیں۔

ایمان میں ضعف............معاشرے میں گندگی
عبادت میں کمزوری..........اخلاق میں گراوٹ
معاملات میں الجھنیں........................

توبہ اور آئندہ کے لئے عزم مصمم:

جتنا اُمت کا بگاڑ ہے، دنیا اسباب کی دنیا ہے، جب مچھروں کی بہتات ہوتی ہے، ہر چیز کے اسباب بتائے گئے ہیں، اس اُمت کے بگاڑ کا پہلا سبب جان و مال کو اپنی ملک سمجھ کر تصرف کرنا ہے۔

اسی لئے سارے کے سارے توبہ کریں اور اس مجمع کا ہر فرد اور جہاں تک آواز جا رہی ہے ہر ایک ان تین نمونوں پر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کرے، اپنی ذاتی زندگی کو نبی کی ذاتی زندگی کے نمونے پر......اور اپنی مسجدوں کو مسجد نبویؐ کے نمونے پر......اور اپنی بستیوں، اپنے شہروں اپنی بلڈنگوں اپنے گاؤں، اپنے محلوں کو مدینہ کے محلوں کی معاشرت کے نمونے پر لانے کی نیتیں کریں......ہمتیں کریں......اس زندگی کے بنانے کا ہم سے مطالبہ ہے......بنی ہوئی زندگی لے کر آؤ، وہ مدینہ والی زندگی، خدا میری بھی بنائے اور خدا تمہاری بھی بنائے، وہ مدینہ والی زندگی

وہ دعوت سے بھری ہوئی
وہ علم سے بھری ہوئی
وہ قناعت و زہد اور دنیا کی بے رغبتی سے بھری ہوئی

وہ صبر وشکر سے بھری ہوئی ......خدا ہمیں اس راہ پر ڈال دے، اس کی محنت ......اس کی مشق، اس کی کوشش کے لئے یہ گاؤں گاؤں ......گلی گلی ......کوچہ کوچہ ...... شہر شہر...... ملک ملک...... پھرنے کی یہ آوازیں لگ رہی ہیں عالمی پیمانے پر، اللہ قبول فرمالیں اس شہر کو، اب ہمت کرکے بتاؤ کون کون تیار ہے۔

(بیان ختم ہوا)

بندے اللہ کے اللہ سے جب باغی ہیں
کیا تعجب ہے جو دنیا میں بپا ہے کہرام

بیان............(۵)

ماں کی گود
پہلی درسگاہ

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم

●

لندن کی خواتین سے خطاب

اقتباس

میری محترم دینی بہنو! ماؤں کی گودیں درسگاہ ہیں، ماؤں کی گودیں پہلا مدرسہ ہے، عورت میں ایک بڑی چیز اللہ نے رکھی ہے جس طرف اس کی زندگی کا رخ ہو جائے...... نیکی کی طرف ہو جائے تو نبیوں کے سہارے اور نبیوں کی تسلی کا ذریعہ بھی عورت بنتی ہے۔

اگر عورت کا رخ صحیح ہو جائے تو عورت نبیوں کو سینے سے لگانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

جب ماؤں میں نیکی ہوتی ہے...... ماؤں میں اچھے جذبات ہوتے ہیں۔

ماؤں میں خوف خدا ہوتا ہے...... ماؤں میں تقویٰ ہوتا ہے۔

ماؤں میں عفت و پاکدامنی ہوتی ہے......تو ان کی گودوں میں پرورش پانے والے بچے ...... اولیاء اللہ اور سلف صالحین بنتے ہیں۔

ایک نہیں......سینکڑوں ماؤں کے واقعات آپ کو ملیں گے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

فأعوذ باللّٰہِ من الشیطان الرجیم o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

صفحات قرآن اور لمحات حیات

میرے دوستو، بزرگو اور دینی بہنو!

اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ نے حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اور آسمان سے کتاب اتار کر انسانوں پر بہت بڑا کرم اور احسان فرمایا ہے...... اللہ تعالیٰ اگر قرآن کریم جیسی کتاب نہ دیتے یا صرف کتاب دے کر ہماری سمجھ پر چھوڑ دیتے تو بھی مشکل تھی...... لیکن ساتھ ہی ساتھ قرآنی احکامات پر چل کر دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث فرمایا...... اسی لئے ایک مرتبہ صحابہ کی ایک جماعت آئی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور انہوں نے کہا کہ ام المومنین! آپ ہم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان کیجئے......تو آپ نے یوں فرمایا کہ کیا تم لوگ قرآن نہیں پڑھتے؟......تو صحابہ نے عرض کیا کہ ام المومنین! ہم قرآن تو پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ ”خلقہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ“ آپؐ کے اخلاق وہی ہے......جو قرآن میں ہیں۔ جو کچھ صفحاتِ قرآن میں ہے......وہ لمحاتِ حیات میں ہے۔ زندگی کا کوئی لمحہ زندگی کی کوئی ساعت زندگی کا کوئی سکنڈ زندگی کی کوئی گھڑی گھنٹہ......حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سے ہٹ کر نہیں تھا۔

سراپا رحمت ذات

تو اللہ تعالیٰ نے قرآن جیسی کتاب بھی دی اور قرآن پر چل کر دکھانے کے لئے اللہ نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر بہت احسان کیا بلکہ آپ کی آمد تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ سارے پیغمبروں کی پیغمبری اور سارے نبیوں کی نبوت جو آپ سے پہلے آئے تھے سب کی نبوت اس پر موقوف تھی۔ اس لئے کہ جتنے آپ سے پہلے نبی آئے......ہر نبی نے آپ کی آمد اور تشریف آوری کی پیشن گوئی کی تھی کہ ایک نبی برحق آنے والے ہیں۔ سب سے آخر ہوں گے......اور تمام نبیوں کے سردار ہوں گے۔ تو آپ نے آکر کے انسانوں......اور چرندوں......اور پرندوں......اور زمینوں......آسمانوں ہی پر نہیں آپ نے ہر مخلوق پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اس لئے اللہ نے آپ کی شان میں فرمایا۔

”وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔“

سارے جہانوں کے لئے۔ انسانوں کی دنیا ہو......جناتوں کی دنیا ہو......چرندوں......اور پرندوں کی دنیا ہو......جمادات کی دنیا ہو......نباتات کی دنیا ہو......زمین کی دنیا

ہو…… آسمان کی دنیا ہو…… چاند کی دنیا ہو…… سورج کی دنیا ہو…… جتنی دنیائیں ہو سکتی ہیں…… اور جتنے عالم اللہ نے بنائے ہیں، ہر عالم کی مخلوق کے لئے حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔

زندگی گذارنے کا سادہ اور آسان طریقہ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گذارنے کے طریقے بہت سادہ بہت صاف بہت ستھرے…… انتہائی پاکیزہ مرحمت فرمائے۔ اور عجیب بات یہ کہ مرد ہو یا عورت…… پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ…… دیہات کی رہنے والی ہو یا شہر میں رہتی ہو…… بہت اونچے گھرانے کی ہو…… یا معمولی گھرانے کی ہو…… جو بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا چاہے…… اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگنا چاہے…… جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ کو اپنے رخ میں بھرنا چاہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چلنا چاہے، اس کے لئے بے انتہا آسان ہے۔

زندگی گذارنے کی دو حیثیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکل شریعت لے کر نہیں آئے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مشکل مذہب اور دین لے کر نہیں آئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں بتائی ہیں۔ اس لئے کہ دنیا میں انسانوں کا واسطہ انسانوں سے پڑتا ہے۔ مرد ہو یا عورت…… یا تو بندی کا واسطہ اپنے معبود کے ساتھ…… یا بندی کا واسطہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ۔ کوئی بیوی ہے…… تو اس کا معاملہ شوہر کے ساتھ ہے…… ماں ہے تو اولاد کے ساتھ…… بھابھی ہے تو دوسری بھابی کے ساتھ…… جٹھانی ہے تو دیورانی کے ساتھ…… ساس ہے تو بہو کے ساتھ…… جتنے رشتے ہیں پھر باپ کے ساتھ…… بھائی کے ساتھ…… میاں کے ساتھ…… یہ سارے معاملات…… پھر اسی طریقے سے مردوں کے لئے۔

یا تو بندے کا معاملہ پڑتا ہے اللہ سے یا بندے کو واسطہ پڑتا ہے اللہ کی مخلوق سے۔

حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں صحیح طریقے سے چلنے کا راستہ بتایا بندہ بندہ ہوکر خدا کے ساتھ کیسا رہے...... وہ بھی آپ نے بتلا دیا......اور بندہ بندہ ہوکر خدا کی مخلوق کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے...... اپنے چھوٹوں کے ساتھ...... دوستوں کے ساتھ...... مردوں کے ساتھ......عورتوں کے ساتھ......اجنبیوں کے ساتھ...... پرایوں کے ساتھ...... اپنوں کے ساتھ......دوستوں کے ساتھ......دشمنوں کے ساتھ......ایک ایک کے ساتھ...... کوئی چیز زندگی میں ایسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی نہیں چھوڑی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر کرکے نہ دکھلایا ہو۔

بندے کا خدا کی ذات سے تعلق

بندے کا اپنے خدا کی ذات کے ساتھ تعلق کیسا ہو؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ دولت کدے پر تشریف لاتے اور ہم گھر والوں میں تشریف فرما ہوتے تھے تو کوئی امتیازی شان نہیں جتاتے تھے۔

کہ میں اتنا بڑا نبی ہوں اور میری شان یہ ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں...... آپ اس طرح بیٹھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ گھر کے ایک فرد ہیں...... جیسے اور بہت سے لوگ ہیں......کوئی امتیازی شان نہیں......

لیکن فرماتی ہیں کہ جب اذان کی آواز کان میں پڑتی تھی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے درمیان سے آپ اس طرح اٹھ کر تشریف لے جاتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کا ہم سے کوئی تعلق ہی نہیں...... پس آپ نے دونوں چیزیں کرکے دکھائی ہیں۔

زندگی گزارنے کی تین لائنیں

میری محترم دینی بہنو! اور میرے بھائیو!

ہر انسان کے زندگی گذارنے کی تین لائنیں ہیں۔ مرد ہو...... عورت ہو...... ہر ایک کے لئے، گھریلو زندگی...... کاروباری زندگی...... اور سماجی زندگی...... یہ تین لائنیں ہیں۔ ان تینوں لائنوں میں ہر عورت...... اور ہر مرد...... صحیح بن کر یعنی خدا کا خلیفہ بن کر نبی کا سچا نائب اور نمائندہ بن کر خدا کی مخلوق کے لیے راحت کا سبب اور راستہ بن کر اس طرح بھی جی سکتا اور جی سکتی ہے...... اور انہیں تین لائنوں میں آدمی اپنے سماج میں...... گھریلو زندگی میں...... اپنے کاروباری زندگی میں...... خدا کا نافرمان بن کر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہونچانے والا بن کر اور خدا کے راستے میں کانٹا بن کر عورت بھی مرد بھی دونوں طریقے سے جی سکتے ہیں۔ لیکن یہ تین لائنیں جو ہیں یہ چلنے کی ہیں...... اس پر ہر انسان چلے گا۔

یہ آپ سب کو معلوم ہے کہ چیزیں بنتی کہیں ہیں اور استعمال کہیں ہوتی ہیں...... گھڑیاں کارخانوں میں بنتی ہیں...... استعمال گھروں میں دیواروں پر...... جیبوں میں...... ہاتھوں پر...... اس طرح استعمال ہوتی ہیں۔ کپڑا بنتا ملوں میں ہے...... بدن پر استعمال ہوتا ہے...... ہتھیار بنتے کارخانوں میں ہیں...... لڑائی کے میدان میں استعمال ہوتے ہیں۔

روح کے بننے کی جگہ دنیا ہے

چیز کے بننے کی جگہ اور ہوتی ہے اور چیز کے استعمال کی جگہ اور ہے۔ ہر مرد اور ہر عورت کے بننے کی ایک جگہ تو ماں کا پیٹ ہے...... جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بنایا ہے۔ لیکن یہ انسانوں کا بننا...... مردوں کا عورتوں کا بننا...... ماں کے پیٹ میں...... یہ جسم اور حبثہ کے اعتبار سے ہے کہ سر سے لے کر پیر تک کے سارے اعضاء...... ہر عضو کی لمبائی چوڑائی اور اس

کی فٹنگ وہ حق تعالیٰ شانہٗ نے رحمِ مادر میں ہر بچے کی کر دی۔ اور ان اعضاء میں اور ان جوارح میں اور ان ہاتھوں اور پیروں میں وہ اعمال کہ جس کی وجہ سے یہ انسان قیمتی بنتا ہے...... یہ عورت جس کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے...... اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے...... اس کا دام بڑھ جاتا ہے...... ان صفات کے پیدا کرنے کی جگہ یہ دنیا ہے۔ جسموں کے بننے کی جگہ تو ماں کا پیٹ ہے اور روح کے بننے کی جگہ یہ دنیا ہے۔ روح بنتی بھی ہے اور بگڑتی بھی ہے۔

علامات قیامت

اصل انسان کا بننا اور بگڑنا کپڑوں سے...... کھانوں سے...... فرنیچروں سے...... سامانوں سے...... اس سے نہیں...... بلکہ اس کو تو قیامت کی علامت بتایا ہے۔ فرمایا حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”سَیَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ ھِمَمُھُمْ بُطُوْنُھُمْ وَشَرَفُھُمْ، دِیْنَارٌ وَدِرْھَمٌ وَقِبْلَتُھُمْ نِسَاءُھُمْ۔“

کہ ایک زمانہ آئے گا جب انسانوں کی زندگی کا مقصد پیٹ بن جائے گا کہ جسے دیکھو ہائے پیٹ! ہائے پیٹ!۔ بڑا چھوٹا، عام وخاص ہر آدمی جیسا اس وقت دنیا میں بنا ہوا ہے، ھِمَمُھُمْ بُطُوْنُھُمْ وَشَرَفُھُمْ دِیْنَارٌ وَدِرْھَمٌ۔

اور معیار عزت پیسہ بن جائے گا۔ جس کے پاس پیسہ زیادہ وہ بہت معزز چاہے...... اس کی عادتیں خراب ہوں...... اخلاق اس کے گرے ہوئے ہوں...... اور سوسائٹی اس کی انتہائی گری ہوئی ہو۔ لیکن لوگ کہتے ہیں ” آپ سے ملئے...... آپ ہیں ہماری برادری کے معزز لوگوں میں سے...... اس لئے کہ کچھ پیسہ ہے۔ یہ قیامت کی علامت ہے کہ ذلیلوں کو عزیز سمجھا جائے گا۔ انتہائی ناپاک زندگی گذارنے والوں کو محترم اور مکرم سمجھا جائے گا یہ قیامت کی علامت ہے، اور اخیر میں یوں کہا:

”وَقِبْلَتُھُمْ نِسَاءُھُمْ“ کہ ان کا قبلہ ان کی عورتیں بن جائیں گی۔“

جیسے آدمی قبلے کی طرف رُخ کرتا ہے تو ساری دنیا کو پیٹھ دکھا دیتا ہے...... انسانوں کی زندگی بگڑتے بگڑتے اس درجہ کو پہونچ جائے گی کہ عورت ہی اس کا قبلہ ہوگی کہ وہ ماں کو بھی پیٹھ دکھائے گا۔ جو عورت کہے...... حلال کی کہے...... حرام کی کہے...... جائز کی کہے...... ناجائز کی ہے...... اچھی کہے یا بری کہے...... نیک کہے یا بد کہے...... لیکن جو عورت کہے۔

تو عرض میں نے کیا کہ انسان کی روح بنتی بھی ہے اور بگڑتی بھی ہے۔ یہ انسانوں کا بننا اور بگڑنا جو ہے...... روح کے بننے اور بگڑنے کے اعتبار سے ہے۔ کپڑوں سے انسان بنتا ہے نہ بگڑتا ہے۔ پھٹے کپڑوں سے انسان ذلیل نہیں بنتا۔ اور اعلیٰ قسم کے کپڑوں کے پہننے سے آدمی کو حیثیت نہیں ملتی۔

عزت کا معیار تقویٰ ہے

قرآن کی کسی آیت میں حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی ارشادات میں، کسی روایت میں، کسی حدیث میں یہ بات نہیں ملتی کہ خدا اور خدا کے نبی نے یہ قانون بتایا ہو کہ جس کے کپڑے اور جس کے پوشاک صاف اور جس کے گھر کا فرنیچر اچھا ہوگا، ہم اسے اوج ثریا کے بلند مینارے پر بٹھائیں گے۔ اور جس کے گھر میں فاقہ ہوگا، اور جس کے گھر کا چولہا بجھا ہوگا، کپڑے میلے اور پھٹے پرانے ہوں گے ہم اس کو ذلیل وخوار کریں گے۔ یہ کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ وہاں جو قانون اور ضابطہ ہے۔

”اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔“

کوئی ہو...... کہیں کا ہو...... کسی رنگ کا ہو...... کسی روپ کا ہو...... کسی برادری کا ہو...... کوئی دھندہ اور پیشہ کرتا ہو...... کیسی ہی زبان بولتا ہو...... لیکن اللہ کے یہاں انسان کی عزت...... عورت ہو یا مرد ہو...... اس کا معیار تقویٰ ہے۔ خوفِ خدا ہے۔ اور یہ چیز اگر ایک عورت کے اندر پیدا ہو جائے تو اس عورت کی خدا کے یہاں حیثیت ہے۔ یہ چیز ایک جوان

کے اندر ہو جائے تو جوان کی خدا کے یہاں حیثیت ہے۔ یہ چیز اگر ایک مرد کے اندر پیدا ہو جائے تو اس کی خدا کے یہاں حیثیت ہے۔ اگر یہ چیز تاجر میں...... کاشتکار میں...... مزدور پیشہ میں...... غریب سے غریب آدمی میں...... پیدا ہو جائے تو اس کی قیمت ہے۔

اسی لئے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو محنت کی تھی وہ محنت اپنے اندر میں پوری صفات بھرنے کی تھی۔

شریعت میں چور کا ہاتھ کاٹنے کی علماء کے نزدیک توجیہہ

اسی لئے یہ جو شریعت کا قانون ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے تو اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ اصل میں یوں کہتے ہیں کہ یہ اشرف المخلوقات ہے...... یہ افضل المخلوقات ہے...... یہ انسان تو اتنا اونچا ہے اور اس کے ہاتھ کاٹ لئے۔ (جواب میں) یوں کہا کہ اس کی حیثیت اور اس کی اشرفیت تو اس وقت تک ہے۔

ہاتھوں کی بزرگی اور ہاتھوں کی اشرفیت اس وقت تک ہے جب تک اس کے اندر امانت ہے...... جب اس میں سے امانت نکل گئی تو اب اس کا پنجہ اور جانور کے پنجہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے ہاتھ اور جانور کے ہاتھ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی نوچتا ہے...... چھینتا ہے...... لوٹتا ہے...... گھسیٹتا ہے...... اس نے بھی لوٹا اور گھسوٹا ہے...... چھینا اور جھپٹا ہے۔

رُوح کے بننے کے اسباب

عرض میں نے کیا کہ انسان کی حیثیت انسان کی قیمت اللہ کے نزدیک روح کے بننے اور بگڑنے سے ہے...... روح کے بننے کے اسباب بھی اللہ نے دیئے...... روح کے بننے کے اسباب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا اور حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نورانی زندگی دی۔

کہ زندگی کی جونسی لائن ہو........ ایک ساس بہو کا جوڑا ہے

میاں بیوی کا جوڑا ہے............نند بھاوج کا جوڑا ہے

چھوٹی بڑی کا جوڑا ہے.......... پڑوسن پڑوسن کا جوڑا ہے

جن کے لئے زندگی کی جونسی لائن ہے......اللہ کا حکم اور حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی طریقہ جس گھر میں......جس عورت میں......جس ساس میں......جس بہو میں......جس بھابھی میں......جس دیور میں......جس نند میں بھی یہ صفات ہوں گی......خدا کے یہاں اس کی ایک حیثیت ہے۔ اس کا ایک مقام ہے۔ اس کے علاوہ چیزیں کسی کے پاس کتنی ہی ہوں ایک نہیں سات دنیا کے برابر کسی کے پاس سامان کیوں نہ ہو......لیکن اگر وہ ایمان سے کورا ہے......توحید سے خالی ہے......خوفِ خدا اس کے اندر نہیں ہے......فکرِ آخرت اس میں نہیں ہے......اللہ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو وہ نہیں جانتا......حرام اور حلال کی تمیز وہ نہیں کرتا تو اس کی حیثیت خدا کے یہاں ایک کوڑی کے برابر کی نہیں۔ چاہے وہ اپنے ذہن میں اپنے آپ کو جو چاہے سمجھتا رہے۔ لیکن خدا کے یہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

عورتوں میں ایک خاص بات

اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں ایک خاص بات رکھی ہے۔ عورتوں کی بات یہ ہے کہ عورت کی زندگی کا رخ اور عورت کے دل کا رجحان جس طرف ہو جائے......اس لائن کی چیزیں وجود میں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔

عورت کی زندگی کا رخ اگر غلط ہو جائے......بگاڑ کی طرف ہو جائے......معصیتوں کی طرف ہو جائے......اور اپنی خواہشات کی طرف ہو جائے......تو اس دنیا میں فساد ہی فساد عورت کے راستے سے آتا ہے۔

اگر عورت کی زندگی کا رخ صحیح ہو جائے......ایمان کی طرف ...... اخلاق کی

طرف......نمازوں کی طرف......روزوں کی طرف......تسبیح وتلاوت کی طرف......فکرِ آخرت کی طرف......تو پھر ان کی گودوں میں جو بچے پرورش پاتے ہیں......اگر ماں چھاتی کا دودھ ان کو پلاتی ہے تو صرف دودھ نہیں ہوتا دودھ کے ساتھ اس ماں کی شرافت بھی اس بچے کے اندر آتی ہے۔ دودھ کے ساتھ اس ماں کی عفت و پاکدامنی بھی اس بچے کے اندر آتی ہے جیسے دودھ میں کوئی گولی گھول کر پلائی جاتی ہے بچوں کو دوا کے طور پر......اسی طرح اس ماں کی نیکی اور بدی ہوتی ہے......گویا دودھ کے ساتھ پلائی جاتی ہے۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا واقعہ

ماؤں کا عجیب درجہ ہے کہ مائیں سب سے پہلی درسگاہ اور سب سے پہلا مدرسہ ہیں بچوں کے لئے۔ اب تو یہ رواج نہیں رہا ورنہ مائیں اپنے بچوں کی تربیت بچپن ہی میں اس انداز سے کیا کرتی تھیں کہ صبح جیسے ہمارے بچے مدرسہ جاتے ہیں......اسکول جاتے ہیں۔ تو واپس آ کر مانگتے ہیں کہ اماں مجھے چاکلیٹ دو......اماں! مجھے بسکٹ دو......اماں! مجھے پیسہ دو۔ وہ بھی آ کر کے اپنی والدہ سے کوئی فرمائش کرتے تو ان کی والدہ یوں کہتی تھیں کہ بیٹے دینے والی ذات تو اللہ کی ہے۔ اور کوئی نہیں دے سکتا۔ تم مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ اللہ سے مانگو!......تو وہ معصوم سے بچے......چھوٹے سے بچے یوں کہتے تھے کہ اماں اللہ سے کیسے مانگوں؟......کہتیں کہ اللہ سے مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھو......دعا مانگو۔ اللہ تمہیں دے گا۔ اب وہ چھوٹے سے بچے تو تھے ہی......پھر وضو کرتے......نماز پڑھتے......ہاتھ اٹھاتے کہ اللہ مجھے بسکٹ دے......اے اللہ! مجھے چاکلیٹ دے......تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ پھیر کر آتے......اور یوں کہتے کہ اماں ابھی تک تو اللہ نے نہیں دیا۔

اس کے دینے کے راستے بہت ہیں

ان کی والدہ اس پر یہ فرماتیں کہ نہیں بیٹے اللہ ضرور دیتا ہے:

’’وَاِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ‘‘

اس کا یہ اعلان ہے کہ ’’وَاِذَا سَئَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ‘‘ اے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ سے میرے بندوں میں سے کوئی پوچھے میرے بارے میں تو آپ کہہ دیجئے ’’فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ‘‘ میں بہت قریب ہوں۔

’’اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ‘‘ جب کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کی پکار ضرور سنتا ہوں اور ضرور قبول کرتا ہوں۔ تو قرآنِ کریم کا یہ فیصلہ ہے۔ ان کی والدہ یوں کہتی ہیں۔ یہ اس کا اعلان ہے اور وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اور مانگو...... پھر سمجھاتیں کہ اس کے دینے کے راستے بہت ہیں...... کسی کو باپ کے راستے سے...... کسی کو ماں کے راستے سے...... کسی کو بہن کے راستے سے...... کسی کو دکان کے راستے سے...... کسی کو نماز کے راستے سے...... تو کسی کو تقوے کے راستے سے...... کسی کو توکل اور اعتماد علی اللہ کے راستے سے...... اس کی دِہش کے راستے بے شمار ہیں...... جو جس راستے سے لینا چاہے اس کو اس طرف سے دیتا ہے۔

ماں کا تربیت کا نرالا انداز

ان کی والدہ محترمہ یہ کیا کرتی تھیں کہ جب وہ مدرسے جاتے تو کوئی چیز بنا کر گھر کی الماری میں کسی طاقچے میں رکھ دیتیں...... جب وہ آتے اور مانگتے تو ان سے نماز کے لیے کہتی۔ جب وہ نماز پڑھ کر دعا مانگ کر فارغ ہو کر آتے، پھر یہ کہتیں کہ دیکھو اللہ نے تمہارے لئے کہیں رکھوایا ہے۔ وہ تلاش کرتے تو کوئی چیز انہیں مل جاتی بچپن ہی میں ان کا یقین یہ بن چکا تھا کہ میرے ہر مسئلے کا حل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میری ماں...... میری ماں ہے...... میری پروردگار نہیں۔ میرا باپ...... میرا باپ ہے...... میرا پالنہار نہیں۔ خالق اور

رازق تو صرف اللہ ہی ہے۔ یہ یقین بچے کا بچپن ہی سے بن رہا ہے۔

ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ ان کی والدہ گھر کی کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئیں۔ خیال تھا کہ بچے کے مدرسے سے واپسی سے پہلے آجائیں گے۔ لیکن وہاں دیر ہوگئی۔ بچہ اپنے معمول کے مطابق مدرسے سے آیا۔ اس کا روزانہ کا معمول بن چکا تھا۔ اس نے دو رکعت نماز پڑھی...... دعا مانگی اور اس کے بعد تلاش کیا...... چیز مل گئی۔ ماں نے نہیں رکھی تھی......اب براہِ راست خدا کی طرف سے مل رہی ہے۔

عاشق سے ماں کا کلیجہ لانے کی شرط کا واقعہ

ادھر ان کی والدہ کو بہت فکر......اس لئے کہ ماں کی مامتا بہت مشہور ہے۔ ماں کی مامتا تو ایسی مشہور ہے کہ ایک دن ایک واقعہ بنا......ایک لڑکا تھا......اسے کسی سے عشق ہوگیا...... کسی لڑکی کی محبت میں پھنس گیا۔ اب ہر ممکن کوشش کی...... لیکن وہ لڑکی قابو میں نہیں آرہی تھی۔ بہت دنوں کے بعد اس لڑکی نے اس لڑکے سے یہ کہا کہ اس شرط پر میں تمہارے قابو میں آسکتی ہوں، تم اپنی ماں کا کلیجہ لاکر مجھے دو۔ ؎ ”عشق است و ہزار بدگمانی“

اور عشق تو ایسی ہی چیز ہے کسی کو اچھے سے ہوجائے...... کسی کو برے سے ہوجائے۔ یہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سلف صالحین کو، اولیاء اللہ کو اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ سے عشق ہوگیا تھا تو انہوں نے اس راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا۔ اس وقت دنیا میں انسانوں کو......مردوں کو......عورتوں کو...... چیزوں سے......فرنیچروں سے......دنیا بھر کے سامانوں سے......مکانوں سے......گاڑیوں سے......پیسوں سے......سونے چاندی سے......اور پھر اس کے آگے اپنی ناجائز خواہشات سے کسی کو عشق ہوجاتا ہے تو وہ اپنا سب کچھ اس میں لٹا دیتا ہے۔ عشق تو ایسی چیز ہے جس لائن کا بھی آجائے......اس پر اپنا سب کچھ لگ جاتا ہے۔

تو اس لڑکے کو اس لڑکی سے عشق تھا۔ اس لیے یہ نہ سوچا کہ میری ماں ہے۔ اور ماں کا

درجہ کیا ہے؟

اور ہمیشہ یاد رکھنا میری محترم دینی بہنو! اور میرے بھائیو! کہ انسان کی آنکھوں پر مرد ہو یا عورت...... خواہشات کے اندھے پن کی پٹی باندھ جاتی ہے تو...... پھر اسے نہ خدا نظر آتے ہیں...... نہ خدا کے نبی سمجھ میں آتے ہیں...... نہ خدا کی کتاب سمجھ میں آتی ہے...... اسے نہ حلال سمجھ میں آتا ہے...... نہ حرام سمجھ میں آتا ہے۔ پھر تو جب خواہشات کے اندھے پن کی پٹی بندھ گئی تو جیسے پٹی بندھنے کے بعد اندھا ہو جاتا ہے...... اسی طرح یہ خدا کے احکامات سے اور نبیؐ کے طریقوں سے بالکل اندھی ہو جاتی ہے۔ پھر اسے تو اپنی خواہش پوری کرنی ہے۔

لالچ کا انجام............ قارون کا واقعہ

جیسے خود ایک عورت کا واقعہ کہ قارون جو زمین میں دھنسایا گیا اپنے سامانوں کے ساتھ، اس کی وجہ کیا تھی کہ قارون پر زکوٰۃ فرض تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ آیا۔ اس نے کہا کہ ''مجھے معاف کر دو'' یوں تو معاف نہیں ہوتی۔ ''اچھا کچھ کم کر دو۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کم بھی نہیں ہوتی۔ اس نے دیکھا کہ مجھ کو زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اب زکوٰۃ دوں گا تو چار سال میں میرا خزانہ ختم ہو جائے گا۔

اس نے ایک عورت کو تیار کیا۔ عورت انتہائی فاحشہ تھی۔ اور اس سے یوں کہا کہ میں تجھے چار ہزار روپے دوں گا اگر تم بھری محفل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگا دو۔ وہ عورت لالچ میں تیار ہو گئی۔

ہمیشہ یاد رکھنا میری محترم دینی بہنو! لالچ کی دنیا بہت بڑی ہے...... لالچ...... آخرت کی...... لالچ جنت کی...... لالچ نیکی کی...... لالچ عمل کی...... لالچ اللہ کی محبت لانے کی...... لالچ اللہ کے راستے میں قربان ہونے کی...... یہ لالچ اللہ کو بہت پیاری ہے...... حرص جس کو

کہتے ہیں......

دنیا کی حرص تو آدمی کو پریشان کر دیتی ہے۔ لیکن آخرت کی حرص آدمی کو آگے بڑھا دیتی ہے۔ عورت ہو یا مرد جس کو لالچ پیدا ہو جائے جنت کی لالچ پیدا ہو جائے نیکی کی...... خدا کی رضا حاصل کرنے کی...... پھر وہ اس کے لئے سارے جتن کرنے کو تیار ہے۔

خیر وہ عورت تیار ہوگئی لالچ میں مال کے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریر فرما رہے تھے۔ بیچ مجمع میں آکر اس نے تہمت لگائی۔ تقریر کیا کرتے ہو میرے پیٹ کا بچہ تو تم سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آیا...... بد دعا کی تو اس عورت نے کہا کہ میں نہیں...... میں نہیں...... مجھے تو اُس نے سکھایا تھا۔ وہ تو بچ گئی اور قارون کو زمین نے پکڑ لیا۔

کلیجہ کے اندر سے آواز آئی

تو عرض میں نے کیا کہ جب کسی چیز کی محبت یا عشق ہو جاتا ہے...... پھر آدمی اچھے برے کو نہیں دیکھتا۔

چنانچہ اس لڑکے کو اس کا کچھ خیال نہیں آیا کہ ماں ہے...... ماں کا کیا درجہ ہے۔ اس کی دعا پر میری قسمت بن سکتی ہے۔ لیکن اس لڑکی کے عشق میں وہ آیا۔ ماں کا ہمیشہ معمول یہ تھا کہ جب کبھی بچہ آتا تو ماں کے دل کی کلیاں کھل جاتیں...... اور خوشی کی لہریں دوڑ جاتیں۔ ماں کہتی تھی کہ...... میرا چاند آیا...... میری آنکھوں کا تارا آیا...... میرا جگرِ پارہ آیا...... میرے دل کا ٹکڑا آیا۔ اور یہ کھا، وہ پی۔ اور یہاں بیٹھ...... یہاں لیٹ...... اور یہاں نیند لے۔ ماں جیسی ہوتی ہے۔ روزانہ کا معمول تھا۔ لڑکا جیسے آیا تو ماں بہت خوشی سے آگے بڑھی...... لیکن یہ بدنیت اسی طرح آیا تھا...... جیسے ماں آگے بڑھی...... اس نے چھرا نکالا اور چھرا نکال کر ماں کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ماں کی لاش تڑپ گئی۔ اس نے پھر اپنے ہاتھ سے ماں کا سینہ چاک

کیا، اس میں سے کلیجہ نکالا اور پلیٹ میں رکھ کر اپنی محبوبہ کی طرف جانے لگا۔ راستے میں ٹھوکر لگی، ٹھوکر لگی تو خود بھی گرا اور پلیٹ بھی گری۔ یہ کہیں تھا...... پلیٹ کہیں تھی...... کلیجہ کہیں تھا۔ لیکن اس کلیجہ کے اندر سے یہ آواز آئی کہ ''بیٹے! بیٹے! تجھے تو چوٹ نہیں لگی۔'' بیٹے! تجھے تو چوٹ نہیں لگی۔

ماں اولاد کے حق میں دعا پر آجائے تو ماں کی دعا سے اولاد کی قسمت چمک جاتی ہے۔ اور اگر ماں ناراض ہو جائے اور ماں بددعا کر دے، تو بنی بنائی قسمت پھوٹ جاتی ہے۔

بچے کے ایمان کی حفاظت خدا نے کی

حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کو فکر پیدا ہوئی کہ اللہ! اتنے دنوں سے میں اپنے بچے کا یقین بنا رہی تھی، اس کی تربیت کر رہی تھی، آج میں چیز رکھنی بھول گئی۔ اے اللہ! اگر آج تو نے نہیں سنبھالا تو میرے بچے کا بنا بنایا سارا ایمان خراب ہو جائے گا۔ تجھ سے دور ہو جائے گا۔ اور اس کی آخرت خراب ہو جائے گی۔ اے اللہ! تجھے بڑی قدرت ہے...... تو اسباب میں بھی دے سکتا ہے...... اور بغیر اسباب کے بھی دے سکتا ہے۔ ماں سجدہ ریز ہوئی، ماں نے دعائیں کیں...... اور ماں کی دعا پر ان کو یہ ملا تھا۔ اب جو ماں آئیں گھر پر تو صاحبزادے سے پوچھے...... تو کیسے پوچھے؟ لیکن باتوں باتوں میں...... تو بچے نے کوئی تعجب کا اظہار نہیں کیا کہ وہی معمول کے مطابق آیا۔ میں نے نماز پڑھی...... اللہ سے مانگا...... اللہ نے مجھے دیا۔ فرمایا کہ الحمد للہ میرے بچے کی تربیت ہوگئی۔

میری محترم دینی بہنو! جب ماؤں میں نیکی ہوتی ہے...... ماؤں میں اچھے جذبات ہوتے ہیں۔ ماؤں میں خوفِ خدا ہوتا ہے...... ماؤں میں تقویٰ ہوتا ہے۔ ماؤں میں عفت اور پاکدامنی ہوتی ہے...... تو ان کی گودوں میں پرورش پانے والے بچے اولیاء اللہ اور...... سلفِ صالحین بنتے ہیں۔ ایک نہیں سینکڑوں ماؤں کے واقعات آپ کو ملیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک اور ایک سیب کا واقعہ

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب سمندر کے کنارے جا رہے تھے۔ اور دیکھا تو پانی کے بہاؤ میں ایک سیب جا رہا ہے۔ انہوں نے اٹھا کر کے کھالیا۔ لیکن کھانے کے بعد خیال آیا کہ پتہ نہیں یہ کسی بیوہ کا سیب ہوگا...... کسی یتیم کا سیب ہوگا...... کسی مسافر کا ہوگا۔ میں نے کیسے بغیر اجازت کے کھالیا۔ ایک فکر پیدا ہوئی۔

میری محترم دینی بہو اور میرے بھائیو! روزی کے معاملے کی فکر بہت ضروری ہے حلال کا کھا رہے ہیں یا حرام کا۔ اس لئے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ بالسحت فالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ“ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ“

گوشت کی ہر بوٹی جو حرام لقمے سے پرورش پاتی ہو، اس کے لیے جہنم افضل ہے۔ اور اسی طرح حرام کے لقمے، پاکیزہ لقمے، ناپاک کھانے اس کے اثرات پڑتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں ہی میں سے تین بزرگوں کا واقعہ ہے۔

دو لقمے کھانے کی نورانیت مہینوں تک

تین بزرگ تھے...... حضرت شاہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور غالبًا میاں جیؒ اور ایک بزرگ اور تھے۔ یہ تینوں بزرگ ایک جگہ جمع تھے۔ ایک گھسیارہ بے چارہ جو صبح سے شام تک گھاس کاٹا رہتا تھا۔ اور بیچتا رہتا تھا۔ اس نے ان کی دعوت کی اور کہا کہ آج میرے یہاں کھا لیجئے یہ حضرات تشریف لے گئے تو اس نے یوں کہا کہ بھئی مجھے کھانا پکانا تو آتا نہیں، یہ پیسے ہیں تم اس کا بنا کے کھا لینا۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے پیسے لے لئے اس کے بعد آپس کے مشورے سے کسی ایک کے بارے میں کھانا پکانا طے ہوا تو انہوں نے غسل کیا اور بہت اہتمام سے کھانا پکایا۔ کھانا پک کر جب تیار ہوگیا تو چار چار لقموں سے زیادہ نہیں تھا۔ یوں

فرماتے ہیں کہ ہم نے دو دو لقمے کھائے۔ لیکن اس کی نورانیت ہمیں مہینوں تک محسوس ہوتی رہی۔ اور عبادت میں مزہ آتا رہا۔ اور ہم میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ جس آدمی کے صبح و شام کا یہ کھانا ہوگا...... اس کے اندر کتنی نورانیت ہوگی۔

لیکن وہی بزرگ یوں فرماتے ہیں کہ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک سیٹھ کے یہاں سے حلوے کا ایک ڈبہ آیا۔ اس حلوے کے ڈبے کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اوپر ہی سے نحوست ٹپک رہی تھی۔ اور ظلمت تھی۔ خیر بہت ہی بادلِ نخواستہ اس میں ایک لڈو اٹھا کر کھایا یوں فرماتے ہیں کہ مہینوں تک گناہ کا...... بدکاری کا...... زنا کاری...... کا خیال آتا رہا۔

حلال روزی کا کرشمہ دو بچوں کی حیرت انگیز فراست

میری محترم دینی بہنو، میرے بھائیو! حلال کے اور پاکیزہ کمائی کے لقموں میں اور ناپاک و حرام کے لقموں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک ماں تھیں بیوہ ان کے دو بچے تھے۔ اپنی محنت کرتی تھیں...... مزدوری کرتی تھیں...... بچوں کو پالتی تھیں۔ ان بچوں کو اللہ نے ماں کی برکت سے اتنی فراست دی تھی کہ اللہ اکبر!

یہ بچے جب مسجد جاتے روزانہ تو لوگ جب نماز شروع کرتے، تو یہ بچے جوتوں کے پاس چلے جاتے اور جوتوں کی تقسیم کرتے کہ یہ جنتی کے، یہ دوزخی کے۔ یہ جنتی کے...... یہ دوزخی کے۔

لوگوں نے جب دیکھا تو ان کو ڈانٹا پھٹکارا۔ کہا کہ یہ بھی کوئی کھیل ہے۔ کسی کو جنتی اور کسی کو دوزخی بنانا۔ جاؤ...... بھاگ جاؤ۔ بھاگ گئے۔ اب لڑکے کہاں ماننے والے...... دوسری نماز میں پھر آئے...... جیسے ہی لوگوں نے نماز شروع کی۔ پھر پوچھا کہ بھئی کس کے ہیں یہ بچے؟ معلوم ہوا کہ فلانی بیوہ عورت کے ہیں۔ وہاں لوگ گئے اور کہا کہ بھئی اِن کو سنبھالو۔ ماں بے چاری بیوہ...... پردہ نشین...... کتنا سنبھال سکتی تھیں۔ پھر بچے بھاگ کر

گئے۔ تو مسجد کے مصلیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ بھائی بچے ضدی ہوتے ہیں...... اگر مارو گے...... ڈانٹو گے...... پھٹکارو گے تو یہ اور زیادہ ضد پر آ جائیں گے۔ وہ کہہ کر وہ ان بچوں کو اپنے گھر لے گیا اور خوب اچھی طرح کھلا پلا کر بھیج دیا، اب اس کے بعد دیکھا کہ کہ بچے مسجد میں آتے ہیں لیکن وہ کام نہیں کرتے۔ تو ان دونوں بچوں کو لے کر پھر ان کی والدہ کے پاس گئے کہ یہ کیا بات ہے پہلے ایسا کیوں کرتے تھے...... اور اب ایسا کیوں نہیں کرتے؟

تو ماں نے کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ میرے پسینے کی کمائی اور میری حال کی کمائی کا جو لقمہ تھا، اس سے اللہ نے ان کو ایمان کا اتنا نور دل میں دیا تھا کہ اس سے ان کو صاف نظر آتا تھا جنت و دوزخ کا فیصلہ۔ لیکن جب سے تمہارے گھر کے لقمے کھا کر آئے ہیں، اس وقت سے میرے بچوں کی ایمانی فراست کمزور پڑ گئی۔

ماں کی گود پہلا مدرسہ

میرے بھائیو اور دوستو! اور میری محترم بہنو! ماؤں کی گودیں درسگاہ ہیں۔ ماؤں کی گودیں پہلا مدرسہ ہیں۔ اسی پر میں نے کہا تھا کہ عورت میں ایک بڑی چیز یہ ہے کہ جس طرف اس کی زندگی کا رخ ہو جائے۔ نیکی کی طرف ہو جائے تو نبیوں کے سہارے اور نبیوں کی تسلی کا ذریعہ بھی عورت بنتی ہے۔ اگر عورت کی زندگی کا رخ صحیح ہو جائے تو عورت نبیوں کو سینے سے لگانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اندازہ لگاؤ! حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کا جب حضرت آمنہ آپ کو لے کر آئی تھیں...... مکے کی اور دور دور کی عورتیں وہاں پر جمع تھیں۔ کوئی عورت حضورؐ کو لینے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس وقت میں جس نے آپؐ کو سینے سے لگایا تھا، وہ کون تھا؟ وہ عورت ہی تو تھی، مرد نہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس زمانے میں حضورؐ کی ذات کو اپنے سینے سے لگا سکتی ہیں تو ہماری مائیں اور بہنیں آج حضورؐ کی بات کو اپنے سینے سے لگا سکتی ہیں۔ حضرت حلیمہ کو حضورؐ کی ذات کو سینے سے لگا کر جو مقام

خدا دیں گے...... ہماری ماؤں اور بہنوں کو حضورؐ کی باتوں کو سینے سے لگانے......آنکھوں میں بٹھانے اور زندگیوں میں اتارنے پر خدا جو دیں گے۔ ہم آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہم دنیا میں تصور اور خیال نہیں کر سکتے۔

نبی کی تسلی کا ذریعہ عورت بنتی ہے

عورت کی زندگی کا رخ اگر صحیح ہو جائے، تو نبی کی تسلی کا ذریعہ عورت بنتی ہے۔ یاد تو کرو......حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی آئی اور آپؐ پسینے میں شرابور تشریف لائے اور فرما رہے ہیں۔ ’’زَمِّلُوْ اِنِیْ زَمِّلُوْ اِنِیْ‘‘ مجھے جلدی سے کمبل اوڑھا دو۔ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ آپ انتہائی گھبرائے ہوئے اور پسینے میں تھے۔ اس موقع پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ جو آپ ہی جیسی ایک عورت ہیں......انہوں نے تسلی دی اور یوں کہا:

’’لَا یُفْنِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ تَحْمِلُ الکل تُکْرِمُ الضَّیْفَ تَھْدِیْ الضَّالَّ۔

اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہرگز نہیں ہوگا......اللہ آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا......آپ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں......آپ راستہ گم گئے ہوئے انسانوں کو ہدایت کا راستہ بتلاتے ہیں۔

اندھی لولی لنگڑی بہری دُلہن

(آمدم برسر مطلب) تو وہ صاحب سیب کی حقیقت معلوم کرنے اور مالک کی اجازت حاصل کرنے کی خاطر جس رُخ سے سیب آیا تھا......چل پڑے، چلتے چلتے سیب کے ایک باغ میں پہونچے۔ یہ قرینہ تھا اس بات کا کہ سیب اسی باغ کے کسی درخت سے ٹوٹ کر سمندر میں جا گرا اور بہہ پڑا تھا۔ مالک سے ملے اور آنے کی وجہ بتائی۔ اس سیب کے کھانے پر معافی کے طلب گار ہوئے۔

مالک نے کہا معاف تو کروں گا مگر ایک شرط پوری کرنی ہوگی۔ ان صاحب نے کہا

آپ شرط بیان کیجئے انشاء اللہ میں پوری کروں گا انہوں نے کہا میری بیٹی ہے، اس سے تمہیں نکاح کرنا ہوگا۔ میری بیٹی اندھی ہے...... گونگی ہے...... بہری ہے...... لنگڑی ہے...... لولی ہے۔

ان صاحب نے سیب کے معاف کرانے کے لیے اور اس کو حلال بنانے کے لیے رضا مندی کا اظہار کیا۔ نکاح ہو گیا ایسی دلہن سے جو نہ بولنے کی...... نہ سننے کی...... نہ سونگھنے کی۔

میری محترم دینی بہنو اور بھائیو! جب آخرت دلوں میں اتر جاتی ہے...... اور آخرت کی فکر اندر اتر جاتی ہے...... تو پھر اس کے لئے ہر ایک چیز کا جھیلنا آسان ہی نہیں بلکہ مزیدار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے۔

اب جو رات کو گھر میں گئے...... لڑکی کے باپ نے یوں کہا کہ اس کمرے میں چلے جاؤ اس میں جو لڑکی ہے وہ تمہاری دلہن ہے۔ چنانچہ وہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ اب یہ گئے تو دیکھا ایک بہت ہی حسین بڑی خوبصورت بچی بیٹھی ہوئی ہے...... اور جتنے عیب گنوائے تھے ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔ آنکھیں بھی اچھی ہیں...... کان سے سنتی بھی ہے...... باتیں بھی کرتی ہے۔ اب یہ گھبرائے کہ یا اللہ! یہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ میرے ایمان کو تو آزمائش میں نہیں ڈالا گیا کہ رات کی تنہائی ہے...... کنواری لڑکی ہے...... حسین لڑکی ہے...... اب مجھے اکیلے ہی بند کر دیا...... کہیں میرے ایمان پر تو ہاتھ نہیں صاف کیا جا رہا ہے۔ بہت ڈرتے رہے کانپتے رہے...... لیکن پھر یہ سوچ کر کہ جب مکان مالک بھی یہی ہے...... اور انہیں نے یہ کہا تو مانو نہ مانو میری بیوی ہے۔ ان کے ساتھ رات گذاری...... تو آ کر کے کہا کہ صاحب آپ نے تو یوں کہا اور وہ تو ایسی ہے۔ تو پھر لڑکی کے باپ نے قسم کھائی کہ نہیں خدا کی قسم میری بیٹی تو اندھی ہے۔ اب یہ چکر میں پڑ گئے کہ یا اللہ! میں نے کس کے ساتھ رات گذاری۔ جب خوب کہہ لیا تو اخیر میں باپ نے یوں کہا کہ بے شک میری بچی اندھی ہے حرام کے دیکھنے کے

اعتبار سے۔ جب سے وہ بالغ ہوئی ہے اور جب سے وہ حلال اور حرام کو سمجھنے لگی ہے اور جب سے اللہ کے احکامات اس پر لاگو ہوئے ہیں...... اس وقت سے اس نے اس چیز کو کبھی نہیں دیکھا۔ آنکھوں سے جس کے دیکھنے کو خدا نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے میری بچی حرام کے دیکھنے کے اعتبار سے اندھی ہے۔ اور حرام کی طرف زبان کھولنے غیبت حرام...... جھوٹ حرام...... گانا حرام...... اور جتنی حرام کی چیزیں ہیں۔ اس کے لئے زبان کھولنے سے میری بیٹی گونگی ہے۔ جن چیزوں کو سننے سے خدا نے اور خدا کے نبی نے منع کیا ہے میری بیٹی اس کے اعتبار سے بہری ہے، جس راستے پر چلنے سے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس راستے پر چلنے کے اعتبار سے میری بیٹی لنگڑی ہے۔

ایک چھینک پر ہزاروں دِل حرکت میں آ گئے

میری محترم بہنو اور میرے بھائیو! یہی ہیں، جب دونوں میاں بیوی بن کر رہنے لگے...... اللہ نے ایک رات میں برکت دی...... اور ان کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کا نام ہے ''عبداللہ ابن مبارک'' رحمۃ اللہ علیہ۔ جو محدثین کے امام اور سرتاج رہے ہیں۔ اور یہی وہ عبداللہ بن مبارک ہیں کہ جب ایک مرتبہ مسجد سے سبق پڑھا کر اپنے شاگردوں کے ساتھ جا رہے تھے اور خلیفہ ہارون رشید اور ان کی بیگم زبیدہ شاہی محل میں مزے اڑا رہے تھے...... ایک زور کی آواز سنی...... اتنے میں زبیدہ سمجھی کہ کوئی اسٹرائک ہوگئی کوئی ہڑتال ہوگئی۔ کوئی واقعہ پیش آ گیا۔ جھروکے سے جھانک کر پوچھا کیا بات ہے؟ کس چیز کا شور ہے؟ لوگوں نے یوں کہا کہ کوئی لڑائی نہیں...... کوئی دنگا نہیں...... کوئی ہڑتال نہیں۔

عبداللہ ابن مبارک محدثین کے سرتاج جا رہے ہیں۔ انہیں چھینک آئی تو ان کے پیچھے ان کے جتنے شاگرد تھے سب نے جواب میں ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' کہا، یہ اس کی آواز ہے۔ جب یہ بات کہی تو زبیدہ نے اپنے بادشاہ سے اپنے آقا سے خلیفہ ہارون رشید سے یہ کہا دیکھو......

ایک حکومت تمہاری ہے اور ایک حکومت عبداللہ ابن مبارک کی ہے کہ ان کی چھینک پر ہزاروں دل حرکت میں آ گئے۔

میری محترم دینی بہنو! پھر اللہ نے ان کے راستے سے دین کو دنیا میں جو پھیلایا ہے اور علم حدیث کو دنیا میں پھیلایا ہے...... ہم سوچیں کہ یہ کس ماں کے بچے تھے...... اُس ماں کے بچے تھے جو اندھی بھی تھی...... لنگڑی بھی تھی اور شاید کہ گونگی بھی تھی حرام کے اعتبار سے۔

غیبت کی نحوست

ہمارے یہاں عام عادت ہے کہ جب دو چار بیٹھ جاتی ہیں تیری میری شروع کر دیتی ہیں...... اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ اب آگے رمضان کے لمبے دن آ رہے ہیں جو کاٹے نہیں کٹتے۔ اب اس میں دو چار بیٹھ گئیں اگر غیبت کی تو خدانخواستہ وہ تو روزہ ہی ختم اور کتنی نحوست ہے غیبت میں ''اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا'' غیبت کو تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا اور بدکاری سے بھی زیادہ سخت بتلایا ہے...... جبکہ ہمارے گھروں کا گویا ایک عام رواج بنا ہوا ہے۔ ہماری محفلوں کا ہماری مجلسوں کا...... جب بھی دو چار بیٹھیں گی، اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

میری محترم دینی بہنو اور میرے بھائیو یہ اس ماں کے بیٹے تھے...... جس ماں کی آنکھیں جس ماں کے کان جس ماں کے ہاتھ...... جس ماں کے پیر...... اور جس ماں کی زبان پر کنٹرول تھا۔

خدا کے احکامات کی تابعداری اور دینداری جب ماؤں میں آتی ہے تو مردوں میں بھی آتی ہے۔

دنیا کی حقیقی آبادی

اللہ تعالیٰ نے اس پورے عالم کو مردوں اور عورتوں کے راستے سے بنایا اور چلایا جیسے یہ دنیا کا ظاہری نظام مرد اور عورت کے راستے سے یہ دنیا آباد ہوئی۔ اس دنیا کی حقیقی آبادی تو اللہ کے حکموں کا زندہ ہونا ہے۔ وہ بھی ان مردوں اور عورتوں کے راستے سے ہی آ سکتی ہے۔ اگر عورتیں خالی سدھر جائیں اور عورتوں میں دینداری آ گئی...... عورتوں میں تقویٰ آ گیا لیکن مرد انتہائی بے دین رہے...... پھر مرد تو مرد ہیں جو چاہیں کرا دیں...... وہ دیندار سے دیندار لڑکی کو بھی بے دین بنا دیتے ہیں۔

ایک لڑکی نے پورے خاندان کی کایا پلٹ دی

دوسری طرف ایسا بھی دیکھا کہ اگر عورتیں دیندار ہوتی ہیں تو ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب صفت رکھی ہے اپنی بات منوانے کی کسی کی بھی عورت ہو۔ لیکن اس عورت میں یہ خاص بات ضرور ہے۔ ہمارے یہاں ایک مرتبہ، ایک واقعہ پیش آیا ایک لڑکی کی شادی کا۔ اس کی منگنی ہوئی تو ایسے گھر میں کہ جس لڑکے سے ہو رہی ہے وہ...... اس کا باپ...... اس کی ماں...... اس کا بھائی...... اس کی بہنیں...... سب دین سے بہت دور اور یہ لڑکی بہت دیندار...... تہجد گزار...... تسبیح صبح و شام کی پڑھنے والی...... اب اس کو فکر پیدا ہوئی کہ یا اللہ! اس گھر میں جاؤں گی تو میرا کیا ہوگا؟ لیکن باپ سے کہہ بھی نہیں سکتی۔ کنواری بچیاں شرماتی ہیں، کیسے کہیں۔ اس نے ایک راستہ سوچا کہ میرے پرانے استاذ اور میری استانی بھی وہاں ہیں۔ ان کے پاس جاؤں گی...... پردے سے بات کروں گی، وہ وہاں گئی۔ استاذ محترم آئے...... تو اس نے کہا کہ میرا حال یہ ہے کہ میرا دین و ایمان بگاڑنے کے لیے فکریں ہو رہی ہیں، اور میرے ابا نے میرا رشتہ فلاں جگہ کیا ہے، اب میرا کیا ہوگا۔

استاذ بہت سمجھدار، انہوں نے کہا کہ دیکھو! بیٹی تم انہیں کی ہو، اور شادی تمہاری وہیں ہوگی جہاں تمہارا باپ کرائے گا۔ لیکن اگر تم دینداری پر جمی رہی تو ان شاء اللہ تمہارے ہاتھوں

پورے گھر میں دین آئے گا۔ لڑکی کے بات سمجھ میں آ گئی۔ مختصر قصہ یہ کہ اس کی شادی ہوگئی، روانہ ہوگئی، اور اس کے بعد ایک مرتبہ یہ قصہ پیش آیا کہ گھر کے سارے مرد...... صبح سے شام تک جو کام پر گئے ہوئے تھے...... وہ سب آئے۔ سارے جب گھر میں جمع ہوگئے کہا کہ کھانا لاؤ، تو اس لڑکی نے یوں کہا کہ کھانا نہیں ہے۔ اب سارے غصے میں کہ ہم دن بھر کے تھکے ......ہم پسینوں میں شرابور...... ہماری حالت یہ...... اور تم عین وقت پر کہتی ہو کہ کھانا نہیں ہے۔ کیا بات ہے...... آٹا نہیں تھا...... چاول نہیں تھے...... دال نہیں تھی...... کیا چیز نہیں تھی؟ اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور یوں کہا کہ نہیں...... اللہ کا دیا سب گھر میں ہے...... اور میں آپ کی خادمہ ہوں، آپ کی خدمت ہی کے لئے اس گھر میں آئی ہوں...... میں نے اپنے ماں باپ چھوڑے ہیں۔ تمہیں اپنا ماں باپ بنایا ہے۔ میں نے اپنے بھائی بہنوں کو...... چھوڑا ہے اور تمہیں اپنا بھائی بہن بنایا ہے۔ میرے تو جو کچھ ہو تمہیں ہو۔

تو پھر کیا بات ہے؟ اس لڑکی نے یوں کہا کہ ہم گھر کے جتنے آدمی ہیں...... عورت...... مرد...... چھوٹے بڑے ہماری زندگی کا کیا مقصد ہے، کھانا پینا اور بچے جننا مرامرا کے مٹی کا ڈھیر ہوجانا...... اگر یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے تو ہم سے جانور اچھا۔ ہمارے دو یا تین بچے پیدا ہوجاتے ہیں تو ہم پریشان ہوجاتے ہیں۔ مرغی اپنے پیچھے کتنے بچوں کو لے کر چلتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے

یہ بات جب سنی اور جو بات دل سے درد کے ساتھ اٹھتی ہے، وہ دلوں کو لگا کرتی ہے۔

اس لڑکی کے اندر درد تھا۔ کڑھن تھی کہ کس طرح ہمارے گھر میں دین آجائے؟ چنانچہ اس لڑکی نے پھر کہا کہ آج سے سارا گھر توبہ کرلے اور گھر میں یہ قانون بنے کہ بچے کو صبح ناشتہ نہیں ملے جب تک قرآن کی تلاوت نہ کرلیں۔ فجر کی نماز نہ پڑھ لیں۔ اس کی بات تھی کہ دل کے درد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس میں تاثیر دی۔ سارے گھر کے لوگ روئے دھوئے...... توبہ و

استغفار کیا۔ اور اس دن کے بعد سے سارے گھر کی کایا پلٹ گئی۔

لیکن میری محترم دینی بہنو! اسے اصول نہ سمجھو...... کہ جس کے گھر کا مرد نماز نہ پڑھتا ہو وہ کھانا نہ پکائے۔ خدانخواستہ پٹائی ہوئی تو میرا نام بدنام ہوگا کہ مولوی صاحب تو قصہ سنا گئے تھے...... سبق پڑھا گئے تھے...... ہماری پٹائی کرادی۔ یہ کوئی اصول نہیں ہے۔ لیکن واقعۃً اگر عورت کے دل میں درد ہو...... کڑھن ہو تو عورت میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنے میاں سے جو چاہے منوالے۔ اگر ہماری ماں بہنوں کے جذبات پاکیزہ ہوں...... ان میں دین کی فکر ہو اللہ سے تعلق ہو، جنابِ رسولِ پاک ﷺ اور آپ کی شریعت سے محبت ہو تو ہماری ماں بہنیں...... اپنے بھائیوں سے...... بیٹوں سے...... باپ سے...... میاں سے...... چھوٹوں سے...... بڑوں سے حضور ﷺ کی باتیں منواسکتی ہیں...... اور یہ ایک زریں موقعہ ہے۔

یورپ میں دین کی چہل پہل

میری محترم دینی بہنو! یہ ملک اللہ اکبر جس یورپ کے بارے میں آپ سوچیں کہ پچاس سال پہلے بلکہ تیس سال پہلے کوئی سوچ نہیں سکتا تھا کہ یہاں اپنی دینداری پر کوئی باقی رہ سکتا ہے، اور ایسے ابھی تک تمہارے یورپ میں بیسیوں واقعات ہیں کہ تہجد گذار لوگ اور انتہائی اعلیٰ درجہ کے خاندان والے...... ان کی ماں کون؟...... ان کے باپ کون؟...... ان کے دادا کون؟...... ان کی نانی کون؟...... ان کے نانا کون؟...... لیکن جب یہاں آئے ہیں تو ایسے ان کی زندگیوں سے دین نکلا ہے کہ پہچاننا مشکل ہوگیا کہ فلاں کا باپ ہے...... یہ فلاں کا بیٹا ہے...... فلانے کی بیٹی ہے۔ یہ اسی یورپ میں ہوا ہے۔ اللہ نے کرم فرمایا اور بہت بڑا اکرم فرمایا اس تبلیغ کے کام کو اس ملک میں پہنچا کر، اللہ تعالیٰ اب دکھا رہا ہے کہ کیسے نوجوانوں کی زندگیاں بدل رہی ہیں۔ کیسے لڑکیوں کی زندگیوں میں دین آرہا ہے...... اور کیسے مردوں اور عورتوں کی زندگیوں میں دین کی چہل پہل ہے اور ایک معاشرہ وسماج بنتا

جا رہا ہے۔

ہم اس ملک میں صرف مال کمانے نہیں آئے ہیں

تھوڑی سی محنت کی اور بات ہے۔ اس ملک میں ہم اور تم صرف ملک والوں کی چیزیں لینے...... ان کے فرنیچر لینے...... پیسے لینے...... ان کے کپڑے لینے نہیں آئے ہیں۔ یہ تو ہماری جوتیوں میں رہا ہے۔ یہ ملک اور ملک کا ہر سامان خدا تمہاری جوتیوں میں ڈالے گا۔ اگر تم حضورؐ کی غلامی کے تاج کو اپنے سر پر رکھو گے۔

ہر مرد اور عورت کا یہ جذبہ بن جائے کہ ہم اس ملک میں صرف مال کمانے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ مال تو عزتیں بیچ کر اور آبروئیں بیچ کر بھی کما لیتے ہیں۔ مال کمانا کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ ہم اس ملک میں آئے ہیں...... اس ملک کی رہنے والی عورتیں...... اس ملک کے رہنے والے مرد...... ان کی بے دینی...... ان کی لادینی...... ان کا خدا سے دور ہونا...... اور ان کا جہنم کی طرف جانا...... یہ ہم کو رُلا رہا ہو...... ہم تنہائیوں میں رو رہے ہوں۔ دنیا اپنی روٹیوں پر رو رہی ہو...... اور دنیا اپنی کوٹھیوں پر رو رہی ہو...... دنیا اپنے ٹکڑوں پر رو رہی ہو...... اور ہم خدا کی مخلوق پر رو رہے ہوں، اے اللہ! یہ تیری مخلوق جہنم کی طرف جا رہی ہے تو انہیں حضورؐ کا دامن تھما دے۔ انہیں صراطِ مستقیم مرحمت فرما دے اور انہیں جہنم کے راستے سے ہٹا دے۔

پرایوں کا غم بھی ضروری

میری محترم دینی بہنو اور دینی بھائیو! اگر اس ملک میں رہتے ہوئے آپ اس ملک میں رہنے والے انسانوں کا درد اپنے سینے میں رکھتے ہیں اور ان پر کڑھتے ہیں، اور ان کے لئے روتے ہیں، ان کے لئے کوشش اور محنت کرتے ہیں، تو امید ہے اللہ کی ذات سے کہ قیامت کے میدان میں انشاء اللہ پوچھ سے، پرسش سے بچ جاؤ گے۔ اور اللہ حفاظت فرمائے گا۔ اگر

ہم نے صرف ملک کے عیش میں...... ملک کے آرام میں اپنی زندگی گذاری...... اور ان لوگوں کا ہم نے کچھ نہ سوچا۔ نہ اپنوں کا۔ نہ پرایوں کا، اگر قیامت کے دن ایک ایک سے پوچھ ہوگئی کہ ہم نے تمہارے لئے اتنے اسباب مہیا کئے تھے...... ہم نے تمہیں ایسا ماحول دیا تھا...... ہم نے تمہارے لئے ایسی سوسائٹی دی تھی...... پھر بھی تم نے کچھ نہیں کیا۔ اللہ ہماری تمہاری حفاظت فرمائے۔ اللہ ہمیں اور تمہیں اس کام کی عظمت نصیب فرمائے۔ اپنی جان و مال کو حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر نچھاور کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

دنیا میں ہی انسان جنت الاٹ کرا سکتا اور جہنم بھی

میری محترم دینی بہنو اور میرے بھائیو! وقت بہت تھوڑا ہے...... زندگی کا وقت بہت مختصر ہے...... اسی میں اپنی آخرت بنانی ہے۔ اس تھوڑے سے وقت میں عورت یا مرد اپنی زندگی بنا بھی سکتے ہیں...... اور بگاڑ بھی سکتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں جیتے جی دنیا میں جنت الاٹ کر سکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں جیتے جی دنیا میں جہنم بھی الاٹ کرا سکتے ہیں۔ دونوں کا اختیار ہے:

”فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ“

جس کا جی چاہے مانے، جس کا جی چاہے نہ مانے...... ماننے والے کے ساتھ خدا کے جتنے وعدے ہیں...... خدا ان سارے وعدوں کو پورا کرے گا۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے جتنی وعیدیں ہیں...... خدا ان کے ساتھ وہ کرے گا۔

گھروں میں چند بنیادی اعمال

اللہ ہماری تمہاری بے دینی سے...... بددینی سے...... لادینی سے حفاظت فرمائے یہ چند اعمال جو بنیادی اعمال ہیں...... جو ہر گھر میں ہونے چاہئیں...... وہ کم سے کم ہماری ہر بہن...... اور ہمارا ہر بھائی پانچ وقت کی نماز کا پابند ہو۔ مردوں کے لئے جماعت ہے......

عورتوں کے لئے جماعت نہیں...... عورتیں اولِ وقت میں پانچ وقت کی نماز اپنے گھر میں پڑھ رہی ہوں...... صبح وشام کی تسبیحات...... قرآنِ پاک کی تلاوت اپنے گھروں میں ہو۔ یہ فضائل کی کتاب اس کا حلقہ ہر گھر میں ہو۔ اپنے بچوں کی تربیت کے ساتھ ان ساری چیزوں پر عمل کرنا اور ان ساری چیزوں کو زندگی میں سمیٹ دینا آسان اس وقت ہے جب ہم میں سادگی آئے۔ جب سادگی نکلتی ہے تو پھر ایک چیز نہیں آتی۔ کسی ایک چیز کا فیشن آتا ہے، اس کے لوازمات بہت سارے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ یوں ہونا چاہیے، اس کے ساتھ یوں ہونا چاہیے سارا وقت ہی لے لیتے ہیں۔ پھر ہمارے پاس تعلیم کا، تسبیح کا، تلاوت کا وقت ہی نہیں رہتا۔ اس لئے نمازوں کا اہتمام...... قرآنِ پاک کا اہتمام...... تسبیحات کا اہتمام...... گھروں کے اندر تعلیم کا اہتمام...... اپنے بچوں کی تربیت...... اپنی تعلیم...... یہ چند چیزیں اگر عورتیں اپنے گھروں میں رہتی ہوئی کریں اور پھر اپنے بھائیوں کو مردوں کو آمادہ کر کے اللہ کے راستے میں ان کے وقت لگوانا اور ان کے چلّے اور چار مہینے کے لئے بھیجنا۔ اس کے لئے فکر پیدا کریں، تو انہیں گھر بیٹھ کر وہ ملے گا جو اللہ کے راستے میں ملے گا۔

نور والی رات اور نورانی مہینہ سے کنکشن

میری محترم دینی بہنو! آخری بات یہ عرض کردوں کہ کچھ دنوں کے بعد ایک بہت بڑی رات آرہی ہے، ''شب برائت'' اور پھر اس کے چند دنوں کے بعد ایک بہت بڑا عظیم مہینہ آرہا ہے جو خالص خدا سے تعلق پیدا کرنے کا۔ اپنی آخرت بنوانے کا...... اپنی قسمت کھلوانے کا...... اپنے نصیبوں کے جگانے کا اور خدا کی نعمتوں کے دہانے اپنے لئے کھلوانے کا مہینہ آرہا ہے۔ رمضان المبارک کے روزے رکھے جارہے ہوں، تراویح کا اہتمام ہورہا ہو۔ غیبتوں سے...... جھوٹ سے...... چغل خوری سے...... بلکہ ہر وہ چیز جس کو رمضان کے علاوہ میں کرتے تھے اس سے بچ رہے ہوں اور رمضان کی پوری فضا بنی ہوئی ہو۔ الحمدللہ اس وقت

پورے ملک میں جو گشتیں ہورہی ہیں، یہ تعلیمیں ہورہی ہیں، یہ جماعتیں پھر رہی ہیں تو اس سے ملک میں ایک نورانیت کی چادر بچھی ہوئی ہے۔ رمضان کا یہ نورانی مہینہ...... نور والی کتاب...... نور والا مہینہ...... نور والی رات خدا کی...... جب اس سے کنکشن ہوگا تو دلِ ایمان کی روشنی سے جگمگائے گا۔ ہمارا یہ رمضان المبارک خدا کرے کہ یورپ کی تمام تاریکیوں کے چھٹنے کا ذریعہ اور سبب بنے اور خدا کے لئے کوئی مشکل نہیں۔

جس کعبے کے اندر تین سو ساٹھ بت تھے...... اس کو خدا نے صاف کیا۔ اور اس میں انوارات کی بارشیں برسائیں۔ جس ملک میں چوبیس گھنٹے بے دینی...... نحوست اور ظلمتیں برس رہی ہوں۔ لیکن حضورؐ کا دامن تھامنے اور حضورؐ کی محنت میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے۔

ہماری محنت لاکھوں لاکھوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گی

جس طرح صبح صادق کی پو پھٹتی ہے تو رات کی اندھیری چادر چاک ہوجاتی ہے اور تاریکی ختم ہوجاتی ہے۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر طریقے میں آپؐ کی ہر سنت میں...... آپؐ کی ہر بولی میں...... آپؐ کی ہر ایک چال میں بے پناہ نور ہے۔

جب حضورؐ کے نورانی طریقے زندہ ہوں گے کھانے میں...... پینے میں...... پہننے میں...... اوڑھنے میں...... سونے میں...... جاگنے میں...... تو پھر یہ جتنے ظلمتوں بھرے طریقے ہیں...... ان سب کی چادریں چاک ہوتی چلی جائیں گی۔ انسانوں کو سکون کا سانس ملے گا۔ اور انشاء اللہ ہماری ایک ایک محنت اور ہمارے ایک ایک بھائی کے نامۂ اعمال میں لاکھوں لاکھوں انسانوں کی ہدایت ہوگی۔ پھر جب قیامت کے میدان میں چلیں گے۔ سب سے آگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا۔ آپؐ کے پیچھے صحابہؓ ہوں گے پھر تابعین اور تبع تابعین اور اولیاء اللہ ہوں گے...... بزرگان دین ہوں گے پھر ہمارے اور تمہارے جیسے عام مسلمان جنہوں نے دنیا میں کچھ وقت لگایا ہوگا...... کچھ محنت کی ہوگی......

انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے ہوں گے، ان کے پیچھے وہ تمام جماعتیں ہوں گی۔ ’’وَسِیۡقَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّھُمۡ اِلَی الۡجَنَّۃِ زُمَرًا‘‘ کہ جنت کی طرف ٹولیاں کی ٹولیاں اور گروہ کے گروہ بن کر جا رہے ہوں گے۔ خدا ہمیں اور تمہیں ایسے سعادت مند بندوں میں بنا دے، اس کے لیے ہماری بہنیں تشکیل بھی کریں۔

(بیان ختم ہوا)

(بیان ختم ہوا)

تعارف

جامعہ دارالعلوم بیاور، میواڑی گیٹ، اجمیر (راجستھان)

یہ صوبہ راجستھان کے بچھڑے ہوئے اور پسماندہ علاقے کا جہاں بے شمار بستیاں اور دیہات ایسے ہیں جہاں صرف نام کے مسلمان ہیں اسلام کی چند مخصوص چیزوں ختنہ، ذبیحہ اور تدفین کے علاوہ اسلام نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے۔ ارتداد کی تیز وتند ہوائیں چل رہی ہیں ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جو بڑی تندہی اور لگن کے ساتھ دینی تعلیمات کی خدمات انجام دے رہا ہے، جہاں مقامی بچوں کے ساتھ ۱۶۵/ بیرونی طلبا ہیں جن کے تمام تر اخراجات مدرسہ ہٰذا برداشت کرتا ہے، نیز علاقہ میں مکاتبِ قرآنیہ کے تعلق سے بھی اپنی بساط بھر کوشش کر رہا ہے۔

اہلِ مخیرّ حضرات سے التماس ہے کہ کبھی تھوڑا وقت نکال کر اس بنجر علاقے کے مسلمانوں کے دینی حالات کا مشاہدہ کریں۔

الملتمس

محمد عثمان اویسی

مہتمم : جامعہ دارالعلوم بیاور
میواڑی گیٹ، اجمیر (راجستھان)
موبائل : 09414981783

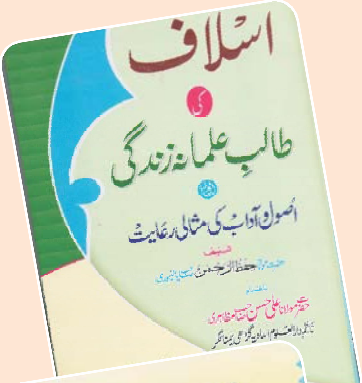
اسلاف
کی
طالب علمانہ زندگی
اور
اُصول و آداب کی مثالی رعایت
تصنیف
حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری
باہتمام
حضرت مولانا علی حسن صاحب مظاہری

محبتِ رسول
نقل و عقل کی روشنی میں
تصنیف
حفظ الرحمن

آسانِ حج
حج وعمرہ اور زیارت مدینہ منورہ
نہایت آسان اور پریکٹیکل انداز میں
تصنیف
حضرت مولانا
حفظ الرحمن
صاحب پالنپوری

عیدُالفطر کا پیغام
اُمّتِ مُسلمہ کے نام

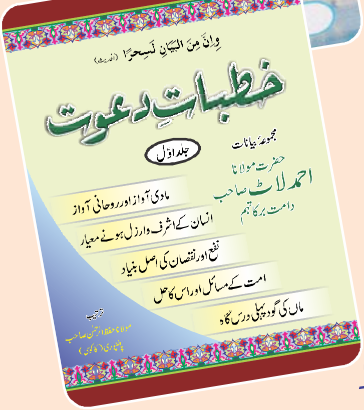
وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحرًا (الحدیث)
خطباتِ دعوت
جلد اوّل
مجموعۂ بیانات
حضرت مولانا
احمد لاٹ صاحب
دامت برکاتہم
مادی آواز اور روحانی آواز
انسان کے اشرف وارزل ہونے معیار
نفع اور نقصان کی اصل بنیاد
امت کے مسائل اور اس کا حل
ماں کی گود پہلی درس گاہ
ترتیب
مولانا حفظ الرحمن صاحب
پالنپوری (کاکوسی)

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا
ضیاء البرهان
في شرح
خلاصة البيان
مصنف
فخر القراء حضرت مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شارح
حضرت مولانا قاری ہارون رشید صاحب بھاگلوی (کاکوسی)
ناشر
دارالعلوم جامعہ نذیریہ
کاکوسی، گجرات

Rs.
90/-

اسٹاکسٹ

مکتبہ ملت دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی (01336225268)